فہرست مندرجات

شمار	عنوان	صفحہ
۱	انتساب	الف
۲	تعارف	ب
۳	عرض حال	د
۴	تمہید	۱
۵	حالات عزاداری عہد سلاطین قطب شاہیہ	۴
۶	عہد حضرت آصف جاہ اول مغفرت مآب	۹
۷	عہد حضرت آصف جاہ ثانی غفران مآب	۱۵
۸	عہد حضرت آصف جاہ ثالث مغفرت منزل	۳۷
۹	عہد حضرت آصف جاہ رابع غفران منزل	۵۴
۱۰	عہد حضرت آصف جاہ خامس مغفرت مکان	۶۹
۱۱	عہد حضرت آصف جاہ سادس غفران مکان	۱۰۷
۱۲	عہد ہمایونی حضرت آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ	۱۵۱
۱۳	ضمیمہ	۱۹۳
۱۴	قطعات تاریخی	۲۳۰

تاریخ طبع کتاب تذکرۂ ذاکرین

مؤلفہ محمد علی خاں صاحب فرزند جناب یاور خاں صاحب سوز خوان

تصحیح صنعت

خانہائے ۱و۳ و۵ و۷ و۹ و ۱۱ و۱۳ و۱۵ و۱۷ کے اعداد کی جمع سے سنہ ۱۳۶۱ برآمد ہوتا ہے

خانہائے ۲و۴ و۶ و۸ و۱۰ و۱۲ و۱۴ و۱۶ کے اعداد کی جمع سے سنہ ۱۹۴۲ مسیحی حاصل ہوتا ہے
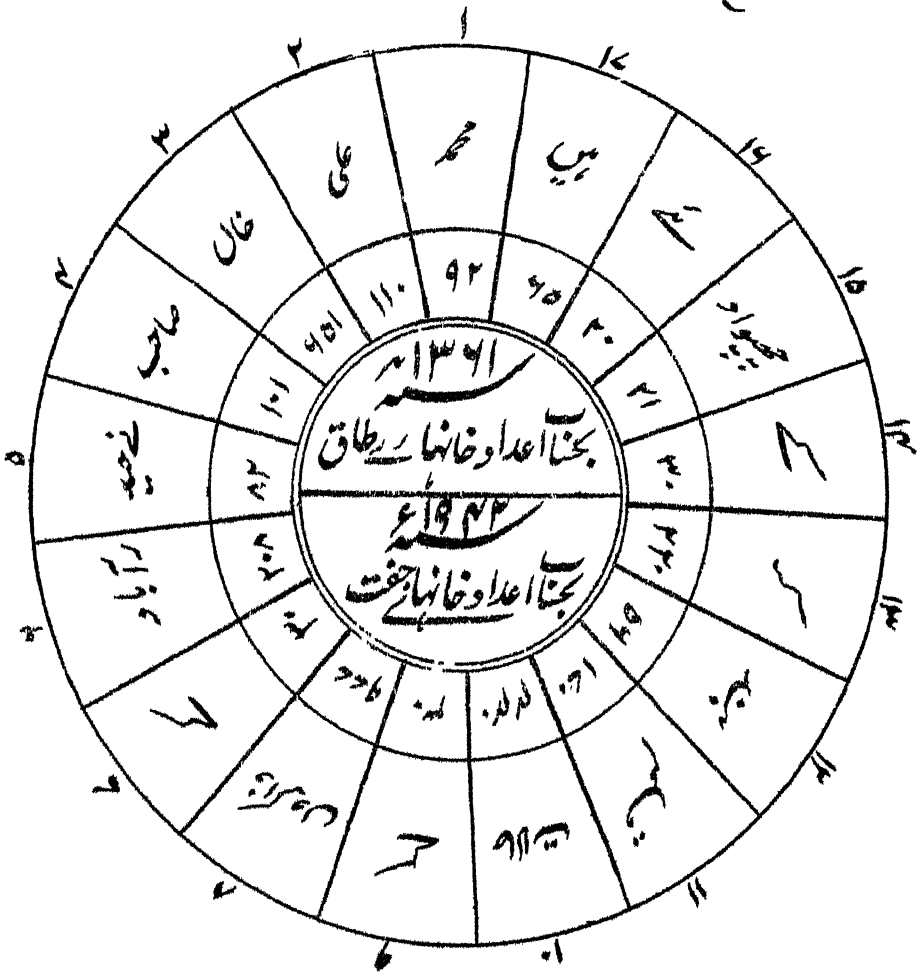
سنہ ۱۳۶۱ھ
بحساب اعداد خانہائے طاق

سنہ ۱۹۴۲ء
بحساب اعداد خانہائے جفت

مستخرجہ جناب مولوی سید علی نواز صاحب متصور امانت خانی ابن حضرت خیال مرحوم و مغفور

کربلا کے اس پیاسے شہید اعظمؑ کی زندہ جاوید یاد
کے ساتھ اس ناچیز تالیف کو معنون کرنے کا شرف حاصل
کیا جاتا ہے جس کا ۶۱ھ ہجری میں دیا ہوا پیام حریت و صداقت
آج تیرہ سو سال گزرنے کے بعد بھی دہرایا جا رہا ہے۔ اور
جس کے مصائب پر رونے اور رلانے کے لئے مرثیہ
اور مرثیہ خوانی کی ابتدا ہوئی

سلطان العلوم حضرت آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

از

عمدۃ الذاکرین مولانا مولوی رضا حسین صاحب رشید ترابی مدظلہ

انسانیت کا ارتقاء عقلائے زمانہ کے پاس مسلم ہے اور وقت کے مرکز میں ایک کامل انسان کا وجود لازم

۶۱ہجری یا ۶۸۳ء کا وقت عقلاً زمانہ کے متناہی سلسلہ میں حدّ اوسط ہے اور عرب کی زمین خاص ہے کے بازو کا میدان فرات کا کنارہ وہ مرکز ہے جہاں ایک کامل ترین انسان۔ ایک دماغ مطلق عقل اعلیٰ ماضی کو حال میں پیوست کرکے مستقبل کی تعمیر میں مصروف ہو جاتی ہے۔ اور زمانہ کے انقلابات کے باوجود ایک نہ بدلنے والے اصول کو معین فرما کر انسانیت کی فلاح و بہبودی کے قوانین مرتب فرمائے جاتے ہیں۔ وہ نہ بدلنے والا اصول مظلوم کا قیام مطلق ہے۔ صداقت اور حق پسندی کے ساتھ قوانین الٰہی کا نفاذ حکما و اقتدار اً کبھی ممکن نہ تھا مگر ظلم سہہ کر مصائب کو برداشت فرما کر اعلائے کلمۂ حق اور بنائے لا الٰہ ایک عقل اعلیٰ کا ہی کام ہے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ درد دل کے ساتھ ہے۔ اور مظلوم کا درد اور اسکی فریاد زمانہ کی قید سے آزاد ہے۔ جب تک انسان رہے گا مظلوم کی یاد کسی نہ کسی صورت باقی رہے گی اور مظلوم کی یاد سے مظلوم کا عمل اثرات مترتب کرے گا۔ اور آنے والے انسان اس طرح مظلوم کے مقصد سے قریب تر ہو جائیں گے۔ یہی مظلوم کی یاد تھی جس نے بین پیدا کئے اور دنیا کی ہر زبان میں یہ بین کئے گئے اور اصول شعر میں جب یہ بین متوازن ہونے لگے تو مرثیہ نگاری کا کمال ظہور میں آیا۔ پھر اسی طرح مرثیہ خوانی عام ہوئی۔ اب اس کے آگے حیدرآباد دکن کی حد تک مرثیہ خوانی کی تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ اس کو عموم

سے پڑھئے۔ ماضی مستقبل سے مسلسل ہے۔ خطیب منبر سلونی اپنے بیٹے سے فرماتے ہیں کہ بیٹا حسنؑ دل کو زندہ کرنا ہے تو

وَاعْرِضْ عَلَیْهِ اَخْبَارَ الْمَاضِیْن

گذشتگان کے واقعات دل پر عرض کر۔ "حکم محکم" حیاتِ دل کا ایک نسخہ عبرت کیلئے ایک درس ہے۔ عمل کیلئے ایک لائحہ ہے۔ اور عقل کا مسلمہ۔ اس کتاب کو پڑھیئے۔ اور مظلوم کی یاد میں مظلومؑ کا مرثیہ پڑھنے والوں کو یاد کرکے اور اضافہ فرمایئے۔ اور ۱۳۶۱ھ کی اس یادگار میں اپنے لیئے ایک عمل کا پہلو ڈھونڈیئے۔ تفحص و تلاش انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ مولف نے بھی ایک تلاش کی ہے وہ داد کے قابل ہیں۔ عیب جوئی نہ کیجئے۔ اگر ہو سکے تو خود بھی کوئی تحقیقی مقالہ لکھ ڈالیئے۔ عقیدہ سے بحث غیر ضروری ہے۔ تاریخ عقیدہ سے گو متعلق ہے مگر واقعہ نگاری کو عقیدہ سے متعلق کرنا مولف سے حسنِ ظن نہ رکھنا ہے۔ اس کے آگے اللہ کا نام اور درود وسلام محمدؐ اور اس کی آل پر۔

رشید ترابی

۲۴ ذوالحجہ ۱۳۶۱ھ

محمد علی خان ابن مولوی یاور خانصاحب
مؤلف کتاب ھذا

عرض حال

۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ کے سالانہ دنگل کوہ شریف پر مولوی میر عباس علی صاحب نائب متولیہ کوہ شریف و مہتمم کتب خانہ عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر دام اقبالہ نے حقیر کو یہ مشورہ دیا کہ حیدرآباد کے مرثیہ خوانوں کا ایک تذکرہ لکھا جائے۔ رائے بہت مناسب تھی اسی لئے حقیر نے اسی وقت سے کام شروع کر دیا۔ کتب تواریخ و سیر مثلاً تاریخ اعلیٰ سوانح سلطان محمد قلی قطب شاہ مولفہ ڈاکٹر زور صاحب۔ گلزار آصفیہ۔ تزک محبوبیہ تاریخ رشید الدین خانی۔ سوانح ارسطو جاہ بہادر مولفہ عبدالمجید صدیقی صاحب۔ سوانح شہزادہ نواب سلیمان جاہ بہادر (قلمی) اور مختلف قلمی نسخوں اور معتبر ماخذوں سے چیدہ چیدہ واقعات و حالات جمع کر کے "تذکرہ ذاکرین" کے نام سے ہدیۂ ناظرین کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ اپنی بساط کے موافق کوشش کی ہے کہ کوئی مرثیہ خوان یا ذاکر چھوٹنے نہ پائے لیکن اعتراف ہے کہ حق تالیف پوری طرح ادا نہ کر سکا۔ جن مرحومین مرثیہ خوانوں کے ورثا، اس وقت موجود ہیں ان میں سے بعض نے اپنے خاندانی حالات باوجود اصرار کے نہیں دیئے۔ مولف کو اس کی جستجو میں علیحدہ وقت صرف کرنا پڑا اور جس طرح ہو سکا ان کے حالات درج کر دیئے۔

اس کتاب میں نہ صرف ان مرثیہ خوانوں کا ذکر ہے جن کا پیشہ ہی مرثیہ خوانی رہا بلکہ ان کا بھی تذکرہ کر دیا گیا ہے جنہوں نے محض اپنے شوق سے اس فن کو حاصل کیا تھا اور بہ نظر عقیدت مرثیہ خوانی کرتے تھے۔ زیادہ تر حیدرآباد ہی کے مرثیہ خوانوں کا ذکر ہے جو باہر سے حیدرآباد آئے اور یہیں رہ پڑے۔ ان کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ آخر میں ان سوز خوانوں کا بھی ذکر ہے جو صرف ایام عزا میں بیرون حیدرآباد سے ہر سال آیا کرتے تھے۔ بہر حال کوشش کی گئی ہے کہ مرثیہ خوانوں سے متعلق جس قدر مواد مل سکے اوس کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ بہت ممکن ہے کہ بعض حضرات کا ذکر نہ آسکا ہو جس کے لئے مولف اپنی مجبوری کا اظہار

کرتے ہوئے معذرت خواہ ہے۔

اس کتاب میں جو تصاویر شامل کی گئی ہیں ان کے حاصل کرنے میں بڑی کدو کاوش کرنی پڑی۔ ایک ایک تصویر کیلئے متعدد مرتبہ یاد دہی کرنا اور بار بار دوڑ دھوپ کرنا پڑا۔ باوجود اس کے قدیم مرثیہ خوانوں کے صرف چھ تصاویر مل سکے۔ بعض حضرات نے اپنے پاس رکھتے ہوئے بھی دینے سے انکار فرمایا جس کا بیحد افسوس ہے۔ حال کے مرثیہ خوانوں میں بھی بعض کے تصاویر فراہم نہ ہو سکے۔ ان کے ورثا کی شائد کوئی مصلحت ہو جو رکھتے ہوئے بھی نہ دینا چاہا۔

اس کتاب کو تعارف و تمہید وغیرہ کے علاوہ آٹھ ابواب میں منقسم کیا گیا ہے۔ اور آخر میں ایک ضمیمہ بھی شامل ہے۔

چند ضروری اصطلاحات کی تشریح

سوزخوانی

گانے کا فن اور سوزخوانی کا فن بالکل علیحدہ علیحدہ ہے۔ بعض دونو کو ایک جانتے ہیں بعض سوزخوانی کو گانے سے کم سمجھتے ہیں۔ جو ماہر فن ہیں وہ اس کے خلاف ہیں۔ میر علی صاحب سوزخوان لکھنوی پہلے آدمی تھے جنہوں نے سوزخوانی کو گانے سے بالکل علیحدہ کر دیا۔ ان کے سوز سن کر گوئیے اپنے کان پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بڑے صاحب کمال استاد تھے جن کے سوزوں میں سب کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں یعنے گانے سے بالکل الگ لیکن تمام چیزوں کا مجموعہ ہر سوز بالکل علیحدہ مگر جس دھن کا لطف چاہو اس میں موجود ہے۔

مرثیت یہ بہت مشکل چیز ہے جو گانیوالوں کو مشکل سے نصیب ہوتی ہے۔ سوزخوانی یا مرثیہ خوانی تو ہر شخص کر سکتا ہے لیکن مرثیہ یا سوز میں مرثیت کا ہونا گویا اس کی مقبولیت کی دلیل ہے جس کو صرف ماہر فن مرثیہ خوان ہی خوب جانتا ہے۔ حیدرآباد دکن کی مرثیہ خوانی کا طرز تمام بلاد ہندوستان سے بالکل علیحدہ ہے۔ یہاں کے استادوں نے بڑی محنت و مشقت سے مرثیہ کا طرز نئے رنگ پر قائم

کیا جس کو بعد کے آنیوالوں نے اور ترقی دیکر موجودہ طریقہ پر پہنچایا ہے۔ حضرات علمار کو یہاں کی مرثیہ خوانی سماعت فرمانے میں کوئی عذر نہیں ہوتا۔ اس کا تفصیلی واقعہ واحد خاں صاحب و حسن صاحب مرثیہ خوان کے حالات میں ملاحظہ ہو۔

جماعت ایک مرثیہ خوان اور اسکے جوابی حضرات (بازو داران) کو ایک جماعت کہتے ہیں۔ ہر جماعت میں کم از کم دو بازو داروں کا ہونا لازمی ہے۔ سابق میں بازو داروں کو مرثیہ خوان کے آدھے معلومات حاصل ہوتے تھے علاوہ ساتھ پڑھنے کے بازو دار علیحدہ بھی ایک دو سوز اور سلام وغیرہ اچھی طرح پڑھ لیتا تھا۔ اور کوئی بازو دار بغیر اجازت مرثیہ خوان کسی مجلس یا دنگل میں مرثیہ خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بھی خاص شرائط مقرر تھے

مجلس - جس محفل میں پانچ سے نو جماعت تک مرثیہ خوان پڑھیں اس کو مجلس کہتے تھے۔

دنگل - جس میں دس جماعت سے زیادہ مرثیہ خوان ذاکری کریں وہ دنگل ہوتا تھا بعض دنگل صبح سے شام تک ہوتے تھے اور بعض شام سے صبح تک۔ ایک دن میں آٹھ دس مقامات پر دنگل ہوتے تھے اور حیدرآباد کے تقریباً تمام مرثیہ خوان پڑھتے تھے۔ دنگلوں کے تفصیلی حالات سید غلام اصغر صاحب سرگروہ مرثیہ خوانان کے حالات میں درج ہیں ملاحظہ ہوں۔

آخر میں مولف اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا اقرار کرتے ہوے اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر نواب میر سعادت علی خاں بہادر یم۔ اے کی دستگیری اور رہنمائی نہ ہوتی تو یہ کتاب اس خوبی کے ساتھ منظر عام پر نہ آسکتی تھی۔ نواب صاحب موصوف نے علاوہ قیمتی ہدایات دینے کے کتاب کی کتابت، طباعت، ترتیب و تہذیب میں اپنا قیمتی وقت صرف فرما کر نگرانی فرمائی۔ نہ صرف مولف بلکہ گروہ مرثیہ خوانان نواب صاحب معزی کی ممنون و مشکور رہے۔ خدا و رسول و آئمۂ طاہرین علیہم السلام نواب صاحب موصوف کو دین و دنیا میں جزائے خیر عنایت فرمائیں۔

مولف جناب مولوی رضا حسین خاں صاحب رشید ترابی کی خدمت میں بھی ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہے کہ جناب والا نے باوجود اپنی انتہائی مصروفیت کے ناچیز کی خواہش پر تعارف کے چند صفحے تحریر فرمائے جو کتاب کی اہمیت میں اضافہ کا باعث ہیں۔

اس کتاب کو شائع کرنے کی اصلی غرض و غایت یہ ہے کہ ہمارے اسلاف کی کوششیں زندہ رہیں اور ہماری آیندہ نسلیں ان تذکروں سے ترقی کا سبق حاصل کریں۔ بخوف طوالت کتاب کی عبارت میں القاب و آداب عمداً حذف کر دیے گئے ہیں ذاکرین معاف فرمائیں۔

ناظرین سے التماس ہے کہ کتاب کے ملاحظہ سے قبل اگر ممکن ہو سکے تو ذاکرین مرحومین مندرجۂ کتاب ہذا کی ارواح کو ایک سورۂ فاتحہ سے سرفراز فرماکر داخل حسنات ہوں۔ عجیب اتفاق ہے کہ مولوی یاور خاں صاحب ذاکر نے گروہ مرثیہ خوانان میں جہاں اور بہت سے امور کی اصلاح و ترقی کی کوشش فرمائی وہاں یہ تذکرہ بھی انہی کے عہد سرگروہی کا ایک خاص کارنامہ کہا جائیگا۔

اس سے زیادہ خوش نصیبی کا باعث یہ حسن اتفاق ہے کہ یہ تذکرہ ایسے زمانہ میں شائع کیا جارہا ہے جبکہ ہندوستان کے طول و عرض میں واقعہ کربلا کی تیرہ سو سالہ یادگار منائی جارہی ہے۔ اسی لئے یہ تذکرہ اسی مقدس ہستی کی یاد کے ساتھ معنون کیا گیا جس کے مرثیہ خوانوں کے ذکر کا وہ حامل ہے۔

ناچیز

محمد علی خاں

ابن

مولوی یاور خاں صاحب ذاکر و سرگروہ

مرثیہ خوانان حیدرآباد دکن

قریب الاوہ بی بی

۲۷ ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ
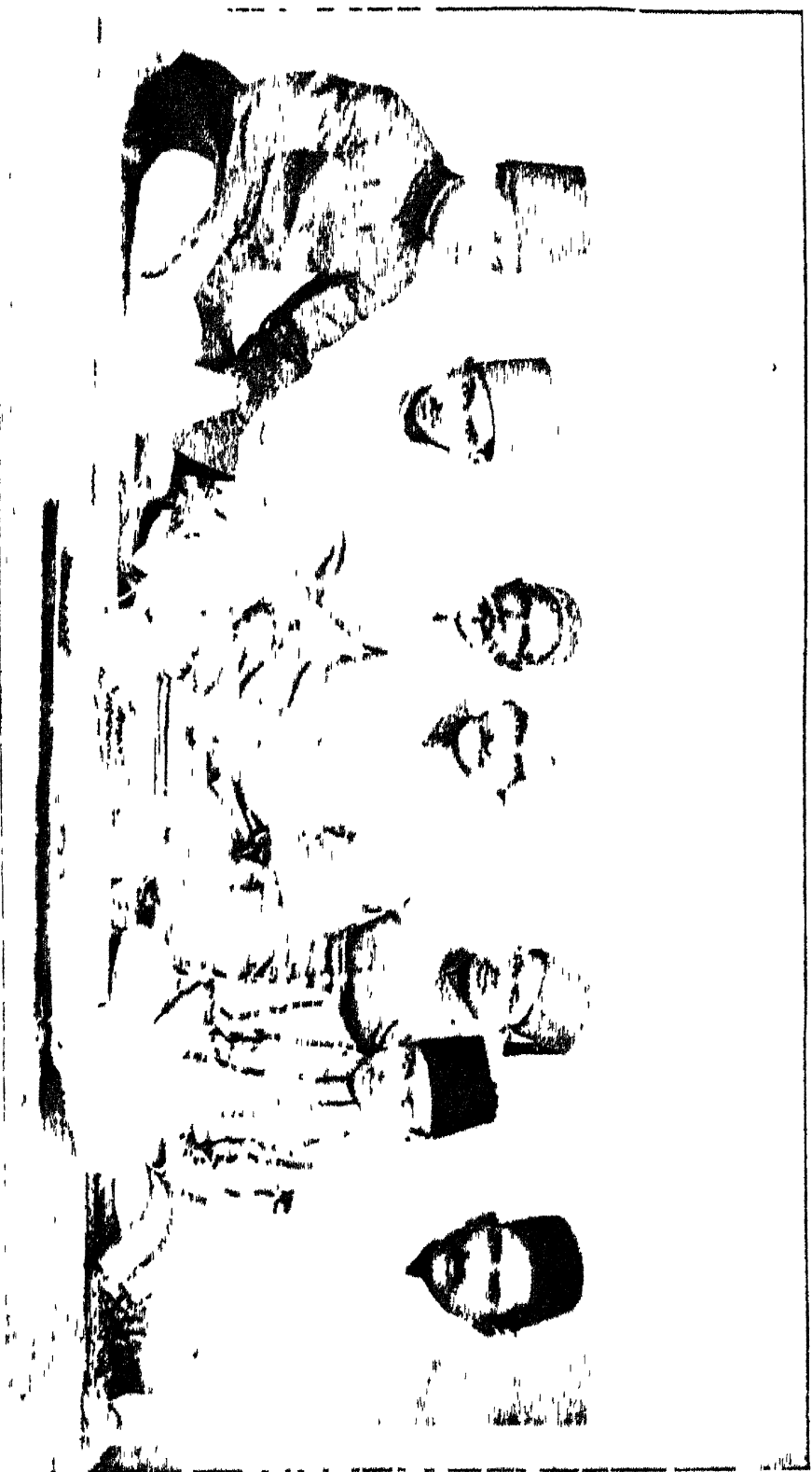
حیدرآباد دکن میں مرثیہ خوان کی جماعت کی نشست کا طریقہ

گریہ و بکا کی فضیلت اور مرثیہ خوانی کا شرف

"تاریخ نے علمائے میں تحریر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کوئی نبی یا رسول ایسا مبعوث نہیں ہوا جو امام حسین علیہ السلام کے مصائب سن کر گریہ و بکا نہ کیا ہو جس دن حضرت سید الشہدا پیدا ہوئے وہ دن روز شہادت سے کم نہیں تھا۔ ادھر حضرت کی ولادت ہوئی ادھر جبرئیل امین تہنیت کے ساتھ تعزیت کی خبر لائے۔ واقعہ شہادت سن کر رسول خدا و علی مرتضیٰ و فاطمہ زہرا نے بہت گریہ و بکا فرمایا۔ گویا یہ پہلی مجلس تھی جس میں جبرئیل امین ذاکر تھے اور رسول خدا و علی مرتضیٰ و فاطمہ رونے والے تھے دوسری روایت میں تحریر ہے کہ جناب سیدہ علیہا السلام اپنے دوستوں سے یوں ارشاد فرماتی ہیں طوبیٰ لکم یا احبائی ہ اے میرے دوستو تم میرے ایسے غریب فرزند کو روتے ہو جس کا کوئی رونے والا نہیں تھا تمہارا حق مجھ پر ہے میں تمہاری فردائے قیامت شفاعت کروں گی۔

تیسری روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام یوں ارشاد فرماتے ہیں من بکیٰ علی الحسین اوابکی او اتباکی وجبت لہ الجنتہ ہ جو شخص امام حسین علیہ السلام کے غم میں روئے یا رولائے یا رونے والوں کی شکل بنائے اوس پر جنت واجب ہوتی ہے۔

ابو عمارہ رحمتہ اللہ بہت سی معتبر سندوں کے حوالے سے ابو عمارہ منشد یعنے مرثیہ خواں سے روایت کی گئی ہے انھوں نے کہا کہ میں ایک دن امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں گیا تو حضرت نے مجھے حکم دیا کہ میرے جد مظلوم

امام حسین علیہ السلام پر ایک مرثیہ کے چند شعر پڑھے ہوں ہی میں نے شعر پڑھنا شروع کئے حضرت رونے لگے میں مرثیہ
پڑھتا جاتا تھا اور حضرت زار زار روتے جاتے تھے یہاں تک کہ صدائے گریہ حضرت کے گھر سے بلند ہوئی اور دوسری
روایت کی بنا پر یوں مذکور ہے کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح تم اپنی مجلسوں میں مرثیہ پڑھتے ہو اور روتے
ہو اسی طرح پڑھو ابو عمارہ کہتے ہیں کہ جب میں نے اسی طرح پڑھنا شروع کیا تو حضرت بہت روئے پردے سے حضرت کے
اہل حرم کے رونے کی آواز بلند ہوئی جب میں مرثیہ پڑھ چکا تو امام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص امام حسین علیہ السلام کے
مرثیہ کا ایک شعر پڑھے اور کسی کو رولائے تو اوس پر بہشت واجب ہوتی ہے۔

جعفر بن عفان رح۔ شیخ کشی رحمۃ اللہ علیہ نے زید شحام سے روایت کی ہے کہ میں کوفہ کے کچھ لوگوں کو
ہمراہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اتنے میں جعفر بن عفان خدمت امام میں حاضر ہوئے
تو حضرت نے اون کی تعظیم کی اور اپنے پاس انھیں بٹھلایا اور فرمایا اے جعفر۔ جعفر نے عرض کی لبیک خدا
مجھے آپ پر فدا کرے فرمائیے کیا ارشاد ہے حضرت نے فرمایا۔ بَلَغَنِي أَنَّكَ تَقُولُ الشِّعْرَ فِي الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ
السَّلَام ۰ وَتُجِيدُ یعنی مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم میرے جد مظلوم امام حسینؑ کا مرثیہ کہتے ہو اور خوب کہتے ہو جعفر نے
عرض کی فدا ہو جاؤں میں آپ پر جی ہاں میں شعر کہتا ہوں تو فرمایا اچھا مرثیہ کے کچھ شعر پڑھ کر سناؤ جعفر نے جب
مرثیہ پڑھا تو تمام حاضرین رونے لگے اور امام علیہ السلام اس قدر روئے کہ محاسن شریف آنسو سے تر ہو گئی۔ پھر
حضرت نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم ملائکہ مقربین یہاں حاضر ہوئے اور حسینؑ کا مرثیہ تجھ سے سنا اور جس قدر ہم روے
اس سے زیادہ ملائکہ نے گریہ کیا اور بہ تحقیق کہ خداوند عالم نے اسی وقت بہشت کو اس کی تمام نعمتوں کے ساتھ
تجھ پر واجب کر دیا اور تیرے گناہوں کو بخش دیا۔

کمیت رح۔ عبقات الانوار میں فردوس مآب مولانا السید حامد حسین صاحب نیشاپوری اللکھنوی طاب ثراہ
نے کتاب معاہد التنصیص سے یہ روایت نقل کی ہے کہ محمد بن سہل جو کمیت کے مصاحب تھے وہ کہتے ہیں کہ میں اور
کمیت ایک مرتبہ ایام تشریق میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں گئے کمیت نے عرض کی کہ فدا ہو جاوں
میں آپ پر اے میرے سید و آقا اجازت ہے کہ میں آپ کے حضور میں چند شعر عرض کروں فرمایا کہ یہ بہت
محترم اور عظیم دن ہیں مطلب یہ تھا کہ ان دنوں میں شعر نہیں پڑھنا چاہیئے کمیت نے عرض کی کہ یہ اشعار میں نے
آپ ہی کے جد کے بارے میں عرض کئے ہیں یہ سن کر حضرت نے اپنے اہلبیت کو پردہ کے پاس بلا لیا کہ وہ بھی

شعر سنیں پس کمیت نے امام حسین علیہ السلام کی مصیبت میں اشعار پڑھنا شروع کئے تمام حاضرین پر گریہ طاری ہوا یہاں تک کہ ایک شعر پر حضرت نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کمیت کے لئے یوں دعا کرنا شروع کی۔ اللہم اغفر للکمیت ما قدم و ما اخر و ما اسر و ما اعلن و اعطہ حتی یرضی یعنے خداوندا کمیت کے گناہان گزشتہ اور آئندہ اور جو چھپ کے گناہ کئے ہیں اور ظاہر بظاہر کئے ہیں ان سب کو بخش دے اور کمیت کو اتنی نعمتیں عطا کر کہ وہ راضی ہو جائے۔

سید حمیری۔ ابوالفرج نے کتاب آغانی میں علی بن اسماعیل تمیمی سے روایت کی ہے اور اس نے اپنے باپ سے روایت کی اس نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اتنے میں ۔۔۔ نے آکر عرض کی کہ سید حمیری حاضر ہونے کی اجازت چاہتے ہیں حضرت نے اجازت دی اور ایک پردہ ڈلوا کر اپنے اہلبیت کو بھی پردہ میں بلوا کر بٹھایا اور فرمایا کہ سید حمیری کا مرثیہ جو انھوں نے مصیبت میں میرے جد مظلوم کے کہا ہے سنو۔ سید حمیری نے خدمت امام میں حاضر ہو کر سلام کیا اور ایک طرف بیٹھ گئے حضرت نے حکم دیا کہ مرثیہ پڑھو چنانچہ سید نے اپنے اشعار پڑھنا شروع کئے راوی کہتا ہے کہ دیکھا میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے آنسو جاری ہوئے اور اہل حرم کے رونے کی آواز بلند ہوئی یہاں تک کہ حضرت نے سید حمیری سے ارشاد فرمایا کہ بس کرو۔

یہ عجیب و غریب واقعہ سید اجل عالم کامل سید نصر اللہ حائری کے دیوان میں ہے کہ ان بزرگوار سے ایک معتمد اور ثقہ شخص نے بیان کیا کہ اہل بحرین سے کسی نیک عبادت گزار شخص نے خواب میں حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کو دیکھا کہ عورتوں کے ایک گروہ میں بیٹھی ہوئی وہ معصومہ اپنے مظلوم فرزند امام حسین علیہ السلام پر رو رہی ہیں اور یہ شعر پڑھ رہی ہیں ؎

وَ اَحُسَیْنَاہُ ذَبِیْحًا مِنْ قَفَاہُ ۔۔۔ وَ اَحُسَیْنَاہُ غَسِیْلًا بِالدِّمَاءِ

حسین مظلوم کا مرثیہ خود فاطمہ زہرا نے پڑھا اور پڑھتی ہیں اس سے مرثیہ خواں اور مرثیہ گو دونوں کی عظمت اور شرف و احترام کا اظہار ہوتا ہے مداحان آل رسول مرثیہ گویوں اور مرثیہ خوانوں کے پیش خدا و رسول و آئمہ علیہم السلام بڑے مراتب ہیں۔

حالات عزاداری عہد سلاطین قطب شاہیہ

حیدرآباد میں مجالس اور مرثیہ خوانی کی ابتدا

حیدرآباد میں محرم کی تقریبوں کا آغاز سلطان محمد قلی قطب شاہ ہی نے کیا تھا تعزیہ داری اور مجلسیں اسی کی قائم کی ہوئی ہیں جو آج تک جاری ہیں حیدرآباد میں سب سے پہلا علم اس کا بٹھایا ہوا ہے جو اب تک موجود ہے محرم کے مراسم کو محمد قلی نے اس خوبی سے رائج کیا کہ شیعوں کے علاوہ سنیوں اور ہندوؤں نے بھی ان ایام کو خاص اہتمام سے منانا شروع کیا اور خاص کر محرم کے ابتدائی دس بارہ روز تک تو ایسی مصروفیتیں رائج ہوگئیں جن میں سلطنت قطب شاہیہ کا ہر متنفس (خواہ وہ کسی مذہب وملت سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو) حصہ لیتا تھا اس کے متعلق مورخین لکھتے ہیں قطب شاہی سلطنت کا قدیم طریقہ اور خاص کر محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ سے یہ رواج ہے کہ محرم کا چاند دیکھتے ہی خود بادشاہ بھی اورنگ زرنگار سے اتر جاتے اور لباس شاہی کو جامہ عزا سے تبدیل کر دیتے اور تمام ممالک محروسہ میں حکم نافذ ہوتا کہ کہیں کوس نقارہ طبل یا دمامہ نہ بجے اور گانے بجانے والے بھی اپنے آلات کو غلافوں میں رکھ دیتے شاہی اور عام باورچی خانوں میں گوشت کی آمد بند ہو جاتی تاڑی سیندھی بھنگ اور دیگر نشہ آور چیزوں کی دکانیں بند کر دی جاتیں نہ قصاب لوگ گوشت بیچتے اور نہ تنبولی پان۔ اسی طرح شہر کے حماموں میں حجام بھی اپنا کام بند کر دیتے۔

ایام محرم میں محمد قلی قطب شاہ کی دریادلی میں اور اضافہ ہو جاتا تھا۔ بارہ اماموں کے لنگر میں (۲۰ ہزار) مجاوروں اور خادموں کے وظیفوں اور دیگر امور میں صرف ہوتے۔ اور محرم کے بعد بارہ ہزار) اور خرچ کیا جاتا جو زر عاشوری کہلاتا۔ اس کے علاوہ نجف اشرف کربلائے معلی اور دیگر مقامات کو ہر سال ایک لاکھ

تقسیم کے لئے روانہ کئے جاتے (تاریخ ظفرہ ص۲۱)

عزاداری کے شایان شان طریقہ پر منانے کے لئے محمد قلی نے محل کے عاشور خانہ کے علاوہ سنہ ۱۰۰۱
میں ایک بادشاہی عاشور خانہ تعمیر کرایا جس میں (ساٹھ ہزار روپیہ) صرف ہوئے (تاریخ گلزار آصفی ص۲۵)
یہ عمارت بارہ گز (یعنے ۳۶ فیٹ) بلند رکھی گئی اور اب تک موجود ہے اس میں چودہ معصوموں کے نام کے
چودہ علم استفادہ کئے گئے ان علموں کو استادان نادر اور ہنرمندان ماہر نے اپنے اپنے کارناموں کے
طور پر بنایا ہے اور چودہ گز کے زربفتی تھان جن میں شاہی شعر بافوں نے قرآنی آیتیں اور ادعیہ ماثورہ
نہایت کمال کے ساتھ بن دی تھیں ان علموں کو پہنائے جاتے اور عاشور خانہ کے صحن میں طاقچوں کی
دس۱۰ صفیں ایک دوسرے کی متوازی بنادی گئی تھیں ہر صف میں تقریباً ایک ہزار طاقچے تھے کہ اتنے ہی
چراغ روشن ہوں - قاعدہ یہ تھا کہ پہلی شب میں پہلی صف روشن کی جاتی اور دوسری شب میں پہلی دوسری
صف اسیطرح دسویں کی رات کو پوری دس۱۰ صفیں روشن ہوجاتیں اور دس۱۰ ہزار چراغوں کی روشنی سے
عاشور خانہ بقعہ نور بن جاتا تھا - ان کے علاوہ بڑے بڑے چراغدان بھی بصورت اشجار پُر شاخ بنائے گئے تھے
جن میں سے ہر ایک میں ایک سو بیس۱۲۰ شمعوں اور چراغوں کی روشنی کا انتظام کیا جاتا تھا - اور ان پیتلی جھاڑوں
کو عاشور خانہ کے دالانوں کے برابر رکھا جاتا تھا اور خود ایوان میں اور حوض کے اطراف قد آدم سے بھی بلند
کافوری شمعیں ہر رات روشن کی جاتی تھیں (تاریخ گلزار آصفی ص۲۵) (حدیقہ سلاطین ص۲۳)

عاشور خانہ میں سیاہ پوش عزاداروں کا صبح و شام اژدہام رہتا تھا خوش آواز ذاکر اور خوش خوان
نغمہ پرداز دلسوز مرثیے اور غم انگیز اشعار اس درد واثر سے پڑھتے رہتے تھے کہ سننے والوں پر بے اختیار
رقت طاری ہوجاتی - عصر کے وقت خود بادشاہ بنفشئی رنگ کا لباس پہن کر آہستہ رفتار سواری میں یا سیاہ
مخمل کے سنگاسن میں بیٹھ کر جملہ سیاہ پوش مقربوں مجلسیوں امیروں اور وزیروں کے ساتھ الاوہ میں آتے
اور دو خوش آواز ذاکر شاہی سنگاسن کے دونوں طرف خود بادشاہ کے مصنفہ مرثیے پڑھتے ہوئے آتے
جب بادشاہ عاشور خانہ کے دروازہ میں داخل ہوتا تو سواری سے اتر کر برہنہ پا آتا اور اپنے ہاتھ سے
علموں پر پھول چڑھاتا اور شام کے وقت تمام کافوری شمعوں اور ایوان کے برابر کے چراغوں کو بھی اپنے
ہاتھ ہی سے روشن کرتا اس وقت مرثیہ خوان مرثیہ خوانی کرتے اور آئمہ معصومین کی مدح کی جاتی -

چراغ روشن کرنے کے بعد ایک فصیح و بلیغ خطیب کھڑے ہو کر شہدائے کربلا کی ارواح کے لئے بآواز بلند فاتحہ پڑھتا جس کے بعد بادشاہ دولت خانہ عالی کی طرف واپس ہوجاتا اور وہاں کے عاشور خانے میں امراء و وزراء کے ساتھ آدھی رات تک ماتم و مرثیہ خوانی میں بسر کرتا اور یہاں کسندوری یو بغیر گوشت کے [illegible] تکلفات سے تیار کی جاتی اور شربت اور مشک ملک وغیرہ کی تقسیم عمل میں آتی (حدیقۃ السلاطین ص[illegible])

اسی طرح کے واقعات سلطان عبداللہ قطب شاہ کے متعلق بھی درج ہیں کیونکہ سلطان عبداللہ کے متعلق جملہ تاریخوں میں یہی لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ سے زیادہ اپنے نانا محمد قلی کی پیروی کرتا تھا اور کوئی تعجب نہیں کہ محرم کے جملہ مراسم میں اوس نے اپنے نانا ہی کی پیروی کی ہو۔ اس تفصیل سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ خود بادشاہ کے مرثیے بھی ایام محرم میں پڑھے جاتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ سلطان محمد قلی نے بیسیوں مرثیے لکھے۔ یہ اردو زبان کے پہلے مصنف مرثیہ ہیں اور ان میں محمد قلی کے وہ خیالات ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے ہیں جن کو اوس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے ملک میں رائج کر دیا اور نہ صرف اپنے ہم خیالوں بلکہ تمام اہل ملک کو محرم کی تعظیم و تکریم اور شہدائے اکرام کے غم و الم میں حصہ لینے کی طرف راغب کر دیا۔

محمد قلی نے ان مرثیوں اور تعزیہ داری کے علاوہ محرم میں ایسی دلچسپ تقریبیں بھی رائج کیں کہ تمام اہل ملک ان میں حصہ لینے لگے۔ مثلاً روشنی، کپڑوں، کھانوں، سبیلوں، وغیرہ کی عام تقسیم اور چھٹی محرم کو داد محل کے سامنے کا عظیم الشان منظر ایسی چیزیں تھیں جنھوں نے محرم کو سلطنت قطب شاہیہ کا ایک ناقابل فراموش منظر بنا دیا چنانچہ جملہ سیاح اس کا تذکرہ کرتے ہیں

چھٹی محرم کو الاوہ بیروں دولت خانہ کے علم (جن کا اہتمام کوتوال کے ذمہ تھا) میدان[1] دلکشائے وسیع الفضائے داد محل میں لاتے اور اس میدان کے اطراف و اکناف کے بازاروں اور راستوں پر چراغاں کئے جاتے اور تابوت اور گنبدوں (یعنے تعزیوں) کو بہترین زیب و زینت اور قسم قسم کی نقاشی اور تکلفات سے آراستہ کرکے اور ان کے اندر اور باہر بہت سی شمعیں روشن کرکے لے آتے اور کثیر تعداد میں عربی اور عجمی لوگ اور شیعیان محبان امیہ سطر داروں میں شمعیں لئے ہوئے دونوں طرف اور ان کے درمیان ذاکران و مداحان

ملہ - اس جگہ اب چوک کی مسجد گھڑی محبوب مارکٹ اور خزانہ عامرہ واقع ہے۔

مرثیے اور مدح پڑھتے ہوئے داد محل کے میدان میں آتے۔ داد محل کے پیچھے دو طرفہ چراغ روشن رہتے اور علم درمیان میں جن کے اطراف تمام سیاہ پوش عزادار اور ذاکر وغیرہ کھڑے رہتے۔

داد محل کی چوتھی منزل پر سے بادشاہ بھی ملاحظہ کرتا جب ماتمیوں کے پُر داغ سینے اور عزاداروں کے شور و شیون سے اس پر بھی رقت طاری ہو جاتی تو وہ سیاہ پوشان و لگگار کے لئے اپنے یہاں سے نان ریزہ کے خوان روانہ کرتا اور کونڈل تمام مجمع کیساتھ بادشاہ اور سلطنت کی بقا کے لئے دعا کرتا۔ اسی طرح ایام عاشورہ کے ختم تک تمام شہر کے جملہ محلوں کے علم اسی میدان میں آتے۔

ساتویں محرم کی صبح میں بادشاہ نذر محل میں برآمد ہوتا اور شہ نشین میں کھڑا رہتا ایران اور ہندوستان کے حاجب طلب کئے جاتے۔ اور جملہ مجلسی امیر و وزیر مقرب اور ہر طبقہ کے ملازمین سیہ پوش ہو کر حاضر ہوتے اور اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے اوس وقت تمام شہر و مضافات کے علم طلب کئے جاتے اور علموں کے ساتھ شہر کی تمام مخلوق دروازہ بارہ امام میں سے داخل ہوتی ہندو مسلمان سب کو عام اجازت دی جاتی اور یہ مجمع نذر محل کی فضا میں روز محشر کا انبوہ نظر آتا علموں کو ترتیب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے سے لیجاتے اِس وقت ماتمیوں کا نوحہ و ماتم اور شور شیون اتنا بلند ہو جاتا کہ عرش اعظم تک پہنچتا اس وقت علموں تابوتوں اور تعزیوں کو دیکھ کر میدان کربلا میں اہل بیت کی گرفتاری اور پریشانی کا منظر آنکھوں میں پھر جاتا۔ اور بے اختیار رونے لگتے۔ بادشاہ بھی متاثر ہوتا اور ہر علم کو ایک ابریشمی ڈھٹی باندھی جاتی اور خادموں کو ایک خریطہ زر دیا جاتا۔ اسی طرح ظہر کے وقت تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔

نویں محرم کی رات میں دولت خانہ عالیہ کے اندرونی الاوہ کے علموں کو میدان دربار خسروی (یعنے چارکمان کے میدان) میں لے آتے اِس رات کو بادشاہ پھول چڑھاتے اور علموں کو آراستہ کرنے کے بعد خاصہ کی کافوری شمعیں جملہ مجلسیوں، مقربوں اور حجابِ عظیم الشان کو اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتا اور شاہی سپہ سالار کے ہاتھ سے کل سلحداروں اور عساکر میں تقسیم عمل میں آتی۔ سرخیل شاہی کے ہاتھ میں شمشیر خاصہ دیجاتی اور تمام مجلسی سردار، اعیان و اکابر اور دولت خانہ شاہی کے جملہ چھوٹے بڑے ملازم ہاتھوں میں شمعیں لئے ہوئے نکلتے اور دروازہ الاوہ سے میدان دربار (چارکمان) تک بے شمار مشعلوں چراغوں اور فانوسوں کے ساتھ علموں کو لے آتے میدان کے ایوان کے سامنے چالیس پینتالیس فٹ بلند ہاتھی شیر اور درخت سرو وغیرہ کی عجیب و لپند

شکلیں بناکر روشنی کی جاتی تھی اور اس میدان کی چاروں کمانوں پر سر سے پاؤں تک طاقوں، محرابوں اور طرح طرح کے درختوں کے نقشے اتار کر ان میں روشنی کی جاتی اور تمام میدان میں لکڑیاں باندھ کر چراغ لگائے جاتے۔

محل کی اوس چوڑی دیوار پر جس کے برابر علموں کو میدان میں لیجاتے بادشاہ تقریباً پانسو قدم علموں کے ساتھ جاتا اور آخر کار اوس کمان پر جو چار مینار کے مقابل (اب بھی موجود) ہے پہنچکر وہاں سے تمام میدان اور دوسری کمانوں کے منظر کو دیکھتا۔ اور بے حد وحساب مخلوق خدا جس میں شریف ووضیع چھوٹے بڑے عورت مرد سب ہی شامل ہوتے اس وسیع میدان میں جمع ہو کر چراغاں اور آتشی گلستاں کا تماشا دیکھتے علموں کو بیچ میدان میں لانے کے ساتھ ہی ذاکر اور مداح حلقوں میں تقسیم ہو کر ذکر و مدح پڑھتے اور دو گھنٹے کے بعد بادشاہ اوسی کمان اور دیوار پر چلتا ہوا علموں کے ساتھ واپس ہوتا اور سب لوگ دعا و فاتحہ کے بعد واپس ہوتے۔

دسویں کی صبح کو بادشاہ پورا سیاہ پوش اور برہنہ پا ہو جاتا اور جب اس کے سیاہ پوش امیر مقرب وزیر ملازم اور خاص غلام زاری وشیون کرتے اور مرثیہ خواں مرثیے پڑھتے ہوئے علموں کے آگے الاوہ حضور کی طرف آتے تو بادشاہ بھی ماتم کرتا ہوا ایوان الاوہ کے قریب کی مسجد میں پہنچتا۔ وہاں واقعۂ شہادت اور گرفتاری حرم محترم کے حالات سنتا جس سے دل خوناب اور آنکھیں سیلاب بن جاتیں ذاکر کے بعد خطیب نہایت حسن فصاحت کیساتھ باآواز بلند شہدائے کربلا کے لئے فاتحہ اور شاہ کے لئے دعا کرتا اور بادشاہ دولت خانہ کو مراجعت کرتا پھر زیارت حضرت سید الشہدا اور روز عاشورہ کی نماز پڑھ کر خاص وعام کو کندوری تقسیم کرتا اور حکم دیتا کہ دو سو یتیم سیدزادوں کو پیش کریں جن کو نفیس لباس اور رقم دی جاتی۔

اگرچہ یہ تمام تفصیل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے اوقات محرم کی ہے لیکن ان کا آغاز محمد قلی ہی نے کیا اور یہی سب باتیں کم وبیش تمام خاندان قطب شاہیہ میں جاری رہیں۔

حضرت آصف جاہ اول

مغفرت مآب رحمۃ اللہ علیہ

سنہ ۱۱۱۲ تا سنہ ۱۱۶۱

فہرست

نمبر		صفحہ
(۱)	عہد حضرت آصف جاہ	(۱۱)
(۲)	منقبت در شان حضرت امیر	(۱۲)
(۳)	منقبت در شان حضرت امیر	(۱۴)
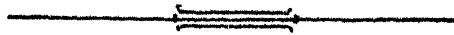
عہد
حضرت آصف جاہ اول

چونکہ آپ کی سلطنت کا زمانہ زیادہ تر اورنگ آباد میں گزرا ہے اس سبب سے حیدرآباد میں جو عزائے امام حسین علیہ السلام برپا ہوتی تھی اوس کا کچھ حال مورخین نے تحریر نہیں کیا بہرحال واقعات یہ بتاتے ہیں کہ عہد قطب شاہیہ میں سلاطین قطبیہ نے عزاداری میں جو حصہ لیا تھا اوس کی مثال عالم میں نہیں ملتی مسلمان تو مسلمان اہل ہنود بھی سلطنت کے اثرات سے عزائے امام اپنے پر لازم کرلیے تھے اور ہزارہا روپیہ نذر و نیاز میں صرف کرتے تھے ممکن ہے کہ وہی مراسم عزاداری تھوڑی بہت کمی کے ساتھ اورنگ زیب کے دکن فتح کرنے کے بعد حضرت مغفرت مآب کے عہد تک باقی رہے ہوں۔

بہرحال ہم کو صرف یہ بتانا منظور ہے کہ خاندان آصفیہ میں تمام سلاطین محبان اہلبیت گزرے ہیں حضرت آصف جاہ اول کو تو کمال عقیدت و محبت آل رسول تھی کہ صدہا بیت مدح اہلبیت میں تصنیف فرمائے حتیٰ کہ اپنی غزلوں میں تک اپنے عقائد کا بہ سبیل تذکرہ ذکر فرما دیا جس کا ہر شعر اپنا آپ نظیر ہے اور اوس پر ہمارے ظل اللہ اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے ہر منقبت و ہر غزل کے مقطع پر نہایت وضاحت و عمدگی سے باعث خیر و برکت سمجھ کر نہایت شاندار شرح فرمائی ہے جو قابل ملاحظہ ہے ہم اوس کو اختصار کے ساتھ صرف دو منقبت معہ شرح اعلیحضرت بندگان عالی یہاں نقل کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

منقبت در شان امام اولین حضرت امیر المومنین صلوٰۃ اللہ فی یوم الدین

بوسہ گاہ لب افلاک بود جائے علیؑ — اوج امید گرفت است سراپائے علیؑ
خط ابروئے خوشش نافذ فرمان باشد — می شود کار جہان راست بہ ایمائے علیؑ
نیست یک جزو وجودش ز کرامت خالی — حل مشکل شود از ناخن زیبائے علیؑ
مہر و مہ از پے دریوزہ نگا. پودارند — پیش روشن گر آئینہ سیمائے علیؑ

برگ برگ چمن امروز چه افغان کردند — چهره افروخت درین باغ سراپای علی

حاجت شمع ندارد شب این گلشن هیچ — مهر و نوریست به گلزار [illegible] علی

این چه رویست و چه رخسار چه عارض [illegible] — چشم بکشا و و عالم [illegible] علی

دامن گلشن او پر ز گل الوان است — جنت و خلد بود یک گل رعنای علی

الفت اوست چو ارکان مسلمانی من — شده ام شیفته و واله و شیدای علی

هست پیشانی او آئینه لوح ازل — واقف علم لدنی ولی دانای علی

نیست جز این قدر از اوج خرامش خبرے — برتر از عرش بود نقش کف پای علی

می شود زنده به حرفش تن بے جان بے شک — چشمۂ آب حیات است سخن ہائے علی

ہمه با وعدۂ آن جلوه قناعت کردند — محو دیدار [illegible] بینائے علی

راه مقصود به این نور به بیند ہمه کس — روشنی داد به خورشید و به مه رائے علی

می برد قیمتش افزون ز دو عالم الله اکبر — بے بہا ہست زبس گوہر یکتائے علی

سبحان الله چه منقبت فرموده که یک یک شعر و مصرعه او از عقیدت و محبت لبریز است و تعریف و توصیف این از حد امکان بشری خارج لاریب۔

دیگر این منقبت گفتۂ بانی سلطنت حیدرآباد دستر او است که ہر سال بر موقع عید امیر (۱۳ از رجب) خوانده می شود تاکه باعث خیر و برکت شود ایصال ثواب آن به ارواح مقدسه رسانیده باشد۔

(رہبر دکن مورخه ۲۶ آبان ۱۳۴۳ ف)

وله منقبت در شانِ ابن عم صاحبهم علیه صلوٰة الی یوم المیثاق

کجاست غیر جناب توام پناه دگر — برین سخن تو گواہی و دل گواه دگر

بہر ولایت و ہر کشور یست سلطانے — به عالم دل ما نیست جز تو شاه دگر

به شوکت تو چه نسبت شکوه شاہان را — تراست حشر وی دیگر و سپاه دگر

بہر رہے که بآن جلوه رو برو کردم — بجز وداع دلم نیست روئے و راه دگر

عزاداری

بہ عہد

آصف جاہ ثانی

نواب نظام علی خاں بہادر

غفران مآب رحمۃ اللہ علیہ

سنہ ۱۱۷۵ھ تا سنہ ۱۲۱۸ھ

فہرست

نمبر		صفحہ
(۱)	عہد حضرت آصف ثانی	(۱۷)
(۲)	عہد آصفی کا عشرہ محرم	(۱۹)
(۳)	مرثیہ خوانان و مجالس ودنگل	(۲۶)
(۴)	چنداں بی بی المخاطب ماہ لقا بائی صاحبہ	(۳۰)

عہدِ حضرت آصف جاہ ثانی

صاحب تاریخ گلزارِ آصفیہ تحریر کرتے ہیں کہ زمانہ نواب نظام علیخاں بہادر سے نواب ناصرالدولہ بہادر تک حیدرآباد فرخندہ بنیاد میں عزاداری امام حسین علیہ السلام ایک حالت پر رہی بلکہ سلطنت کی جانب سے جو معمولات نذر و نیازات مقرر تھے وہ سب حسب حال باقی رہے بلکہ ہر عہد میں اضافہ ہی ہوتا رہا حیدرآباد میں عزاداری اور سامان محرم کی مثال تمام عالم میں نہیں ملتی۔ حیدرآباد میں ہر مذہب و ملت کے لوگ امیر و غریب ہندو مسلمان شیعہ سنی اپنے حوصلے سے زیادہ حصہ لیتے تھے یہ سب عہد قطب شاہیہ کا اثر ہے کہ انھوں نے عزائے امام کو اتنا عروج دیا کہ ضبط تحریر نہیں ہوسکتا اسی سبب سے غیر اقوام کے لوگوں نے بھی اپنے پر عزاداری کو لازم کرلیا تھا جب دیکھا کہ اون کے غلام اور جان نثار اپنے تیغے پیچ پیچ کر اور مصیبتیں اٹھا اٹھا کر سرانجام عزا کرتے ہیں تو خود بھی بڑے شوق و ذوق سے حصہ لینے لگے۔

جب نواب ارسطو جاہ بہادر کے دو فرزند معرکہ جنگ میں کام آئے تو نواب صاحب اپنی ضعیفی کے زمانے میں بہت رنجیدہ و پریشان ہوگئے یہ دیکھ کر نواب نظام علیخاں بہادر نے عزت افزائی فرماکر اپنے دو لخت جگر پارہ دل شہزادہ نواب سلیمان جاہ بہادر و شہزادہ نواب کیواں جاہ بہادر کو ارسطو جاہ بہادر کے سپرد فرمایا کہ "آج سے یہ دونوں تمہارے فرزند ہیں" نواب ارسطو جاہ بہادر نے عرض کیا کہ "سرکار یہ میرے مالک ہیں جس طرح میں سرکار کا خانہ زاد ہوں اوسی طرح یہ دونوں شہزادوں کا بھی خانہ زاد ہوں"۔ جب نظام علیخاں بہادر نے بہت اصرار فرمایا تو عرض کرنے لگے "کہ سرکار غلام کا مذہب امامیہ ہے اور سرکار کا مذہب حنفیہ بہتر یہ ہے کہ دونوں شہزادے سایۂ حضرت ظل اللہ میں رہیں پھلے پھولیں اور بامراد ہوں" اس پر نواب نظام علیخاں بہادر نے ارشاد فرمایا کہ "جو تمہارا مذہب ہے وہی ان کا بھی مذہب ہوگا کیا ہم اہلبیت علیہم السلام سے محبت نہیں رکھتے" بہرحال اس دن سے یہ دو نو شہزادے نواب ارسطو جاہ بہادر کے پاس ہی رہنے لگے۔ ان کی تعلیم و تربیت پر خود نواب ارسطو جاہ بہادر خاص طور پر اپنے بچوں سے زیادہ نگرانی فرمانے لگے

بہرحال ان دونوں شہزادوں کا مذہب امامیہ ہی رہا۔ نواب ارسطو جاہ بہادر کو بہ درجہ اتم حاصل تھا کہ نواب نظام علی خان بہادر نے اپنے ولی عہد بہادر کے لئے جہاں پرور بیگم صاحبہ کو تجویز فرمایا جو نواب سید الدولہ مالی میاں مرحوم کی صاحبزادی صاحبہ اور نواب ارسطو جاہ بہادر کی پوتی تھیں ان کی شادی بڑی دھوم دھام سے نواب سکندر جاہ بہادر سے ہوئی تھی جس طرح نواب نظام علی خان بہادر عاشق امام حسین علیہ السلام تھے اسی طرح نواب سکندر جاہ بہادر بھی عاشق و شیدائے امام تھے اور اکثر اپنی بی بی کی منعقد کردہ مجالس عزا میں شریک ہوتے تھے۔

عہد ہمایوں آصف جاہ ثانی میں پہلے نواب رکن الدولہ بہادر نے عہدہ جلیلہ مدار المہامی کو انجام دیا ان کے بعد وزیر با تدبیر نواب ارسطو جاہ بہادر ہوئے یہ دونوں وزیر اپنے اپنے زمانۂ حکومت میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور ملک و مالک کے بہی خواہ ثابت ہوئے اپنی خوش اعتقادی سے ہمیشہ اپنی جان و مال کو محبت اہلبیت علیہم السلام پر نثار کرتے رہے تمام عمر میں ایک ساعت کے لئے بھی اپنے مذہب و ملت پر زوال آنے نہیں دیا خداوند عالم ان بزرگواروں کے درجات عالی فرمائے اور یہ جس کے عاشق و شیدا تھے ان ہی کے ساتھ محشور فرمائے۔

نواب نظام علیخاں بہادر کے عہد سلطنت میں بیس جماعتیں مرثیہ خوانوں کی سرکاری تھیں اسی طرح ہر امیر نے اپنے اپنے حسب حیثیت جماعتیں تیار کی تھیں جن کی تعداد ایک سو سے کم نہیں تھی۔ الغرض سرکاری جماعتوں کو خود نواب نظام علی خاں بہادر ہر سال ماہ محرم آنے سے پہلے اون کی تیاری ذاکری کو سماعت فرمالیتے تھے اس کے بعد عشرہ شریف میں جس کو حکم ہوتا وہ ہر روز مرثیہ خوانی کرنے کا شرف حاصل کرتا۔ اسی طرح اربعین تک مجالس کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ تمام مرثیہ خوانوں کے تفصیلی حالات دستیاب نہیں ہوئے بعض کے تفصیلی اور بعض کے مجملی تحریر کئے جاتے ہیں۔

عہدِ آصفی کا عشرۂ محرم

زمانۂ نواب نظام علیخاں بہادر سے عہد نواب ناصر الدولہ بہادر تک کے حالات [illegible] طرح [illegible] صاحب تاریخ گلزار آصفیہ تحریر کرتے ہیں۔

جب محرم کا چاند نظر آتا ہے پہلے حسینی علم اور نعل مبارک اور بی بی کا علم استادہ کرتے ہیں اور سلطنت سے سرکار کی سلامتی کے سہرے پہونچائے جاتے ہیں قدیم سے معمول ہے کہ سہرہ سلامتی حضور پرنور کے ساتھ نشان کا ہاتھی اور جلوس کی دوسری چیزیں از قسم پلٹن وغیرہ ہجوم خلایق سے گزرتی ہیں لوگ سبز و سیاہ لباس پہنے اور سر کھلے پابرہنہ اعتقاد کے ساتھ سہرہ کی کشتی سر پر اٹھاتے ایک ایک قدم پر لوگ بدلتے ہمراہ شربت کے ساغر اور رکھانے کی دیگیں رہتی تھیں حسینی علم استادہ ہوتے ہی سہرہ باندھ کر فاتحہ دیکر واپس ہوتے اسی طرح جلوس و تکلف اور کثرت اژدہام کے ساتھ شہر کے تمام مرثیہ خوان اپنے مرثیوں کی قبولیت کے لئے روشنی اور آتشبازی کے تکلفات کے [illegible] جماعت مرثیہ خواں آکر پانچ پانچ بند مرثیہ کے تبرکاً پڑھتے۔ خلائق کی کثرت کی وجہ اکثر جماعتوں میں [illegible] رہ جاتی۔

اسی دن تمام شہر کے امرا و غربا کے مکانوں میں علم اور تعزیہ استادہ ہوتے جا بجا ماتمی نوبت بجائی جاتی تمام شہر میں لوگ ماتمی لباس سیاہ پہنتے اور اپنے بچوں کو بھی پہناتے دس یوم ہر گھر میں واقعات شہادت بیان ہوتے اور تعزیہ داری کرتے لذیذ کھانے کھلاتے اور غم امام علیہ السلام کو بدرجہ کمال پونچاتے بعضے لوگ بالکل ترک لذات کرتے اور غذا بغیر گھی اور بغیر نمک کے کھاتے اکثر اس قسم کے پرہیز اور تعزیہ داری کا طریقہ شریف عورتوں میں بہت زیادہ ہے۔

عشرہ کے بعد مرثیہ خوانی کے دنگل اور منقبت خوانی بہت ہوتی لذیذ کھانے پکاتے اور کھلاتے ہیں۔ عشرہ محرم میں بھی دس دن راتوں کو معززین کے مکان میں ہر رات واقعہ خوانی حدیث خوانی و مرثیہ خوانی تعزیہ کا معمول ہے لیکن عشرہ کے بعد دنگل بہت زیادہ ہوتے ہیں ہر روز رات میں دس دس مکانوں میں مرثیہ خوانی کے دنگل ہوتے ہیں۔

دسویں تاریخ بی بی کے علم کی سواری مبارک (جو جناب سیدہ علیہا السلام کے نام سے موسوم ہے) اپنے عاشور خانہ سے ایک بجے دن کے برآمد ہوتی ہے سواری کے ساتھ جلوس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ سامنے نشان کا ہاتھی اوس کے پیچھے اکثر علم اور تعزیہ اور براق اور زرد و لال قبریں کاغذ کے آپس میں ملے ہوئے (غالباً یہ شہدا کی قبریں ہیں) اون کے پیچھے تابوت اور ان کے پیچھے شرفا امیر زادے اور صد ہا ہندو مسلمان ننگے سر ننگے پیر سیاہ لباس پہنے ماتم کرتے ہوئے اور حلقہ میں حسین حسین کہتے ہوئے علم مبارک کے ہمراہ عاشور خانہ سے چادر گھاٹ کی جانب موسیٰ ندی تک جاتے ہیں ہر ہر قدم پہ نذر و نیاز اور پھولوں کے سہرے گزرانے جاتے ہیں۔

علم مبارک لکڑی کا ہے اوپر پیتل اور خالص لال سونے کا ملمع ہے لیکن ثقہ اور معتبر قدیم لوگوں سے معلوم ہوا ہے کہ اس علم مبارک کی لکڑی کا تختہ وہ ہے جس پر جناب امیر علیہ السلام نے جناب سیدہ علیہا السلام کو غسل میت دیا تھا عرب کے کاریگر یہ علم تیار کر کے ارشاد کرتے تھے اس کے بعد قطب شاہیہ بادشاہوں کو یہ علم کربلائے معلی سے دست بدست ہاتھ لگا تو انھوں نے تانبا پیتل چاندی وغیرہ ملا کر اوس کی آرایش کی اور اوپر سرخ سونے کا ملمع کیا چنانچہ اسی طرح سے وہ اب تک قائم ہے۔ اس علم کے پیچھے سات بڑے علم جو بارہ امام علیہ السلام کے نام سے موسوم ہیں قدیم فولادی قطب شاہیہ زمانے کے تیار شدہ ہیں ان علموں کے پیچھے پانچ سو عورتیں سر برہنہ ماتم کرتے ہوئے اور سروں کو پیٹتے ہوئے روتے ہوئے دوڑتی ہیں اس سے قیامت کی صورت ظاہر ہوتی ہے محرم کا دسواں دن حیدرآباد کے لئے قیامت کا دن ہوتا ہے۔

اسی طرح سے جب علم مبارک عاشور خانہ قدم رسول میں پہنچتا ہے گویا کہ اپنے باپ سے فریاد و استغاثہ کے لئے آتا ہے عجیب و غریب سماں منتظر ہوتا ہے اوس کے بیان کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔ بہر حال اس قدر گریہ و بکا ہوتا ہے کہ اکثر لوگ روتے روتے بیہوش ہو جاتے ہیں۔ صاحب تاریخ گلزار آصفیہ تحریر کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اگر جناب فاطمہ علیہا السلام انصاف چاہنے کے لئے آئیں گی تو خداوند عالم انصاف فرمائے گا اوس وقت امت کا حال کیا ہوگا لیکن یقین ہے کہ وہ حسب وعدہ ان کو اختیار عطا فرمائے گا یہ اپنے فرزند کے ماتم داروں اور رونے والوں کی شفاعت فرمائیں گی خداوند عالم ان پر اور ان کی اولاد پر ہمیشہ درود و سلام بھیجے الغرض بعد فاتحہ علم مبارک عاشور خانہ قدم رسول سے برآمد ہوتا ہے اور موسیٰ ندی میں وہ علم مبارک ٹھنڈا ہوتا ہے کشتی ہاتھی پر رکھ کر الوداع

ھتے ہوئے بارہ بجے رات کو لوگ عاشور خانہ بی بی میں واپس آتے ہیں۔

جمعہ کے روز مرثیہ خوانی ہوتی ہے اور معمول یہ ہے کہ سال بھر ہر پنجشنبہ کے روز سر شام سے رات کے ایک
تک علم مبارک باہر کشتی پر بغیر زیور کے رکھتے ہیں امراء مند نذر و نیاز لاتے ہیں زیارت کرتے ہیں تمام
ل اسی طرح سے علم مبارک کی زیارت ہوتی ہے نواب ناصر الدولہ بہادر نے جب سے جواہر کے گوشوارے
ائے یہ طریقہ جاری رہا ہے۔

تاریخ قطب شاہیہ میں لکھا ہے کہ یہ علم مبارک سلطان عبداللہ قطب شاہ کے زمانے میں بادشاہ
والدہ حیات بی صاحبہ کے حکم سے قلعہ گولکنڈہ میں استادہ کرتے تھے اس کے بعد شاہی ملازموں سے ایک
خص جس کا نام حیدر تھا اس علم مبارک کی خدمت پر مامور تھا سالہا سال یہ علم الاوہ حیدر کے نام سے موسوم
ا لیکن اس زمانہ میں بی بی کا علم مشہور ہے اور سرکار سے اس عاشور خانہ کے لئے جاگیر اور نوبت مقرر
ی۔ اور اکثر مرتبہ خود بدولت بغرض زیارت اور طواف تشریف لائے ہیں اور مکان عاشور خانہ جس
ں علم مبارک استادہ کرتے ہیں جمال صاحب نے جو عظمت جنگ ظفر الدولہ مبارز الملک کے وکیل تھے تعمیر
یا ہے۔ اور عاشور خانہ قدم رسول و پنجہ شاہ کی بھی انہی کے زیر نگرانی تعمیر ہوئی ہے۔ صاحب گلزار آصفیہ
تحریر کرتے ہیں کہ:۔

نعل مبارک کی سواری شب عاشور نکلتی ہے جس کی نظیر ساتوں ولایتوں میں نہیں ہے۔ ساتوں ولایتوں
کے لوگ قائل ہیں کہ کسی ملک میں یہ طریقہ عزا نہیں ہے جو حیدرآباد میں ہے۔ نعل مبارک کی سواری کے ساتھ
بہت تکلفات رہتے ہیں آتشبازیاں اور مشعلیں ہزارہا اقسام کے ہوتے ہیں جس کا قیاس کرنا ناممکن ہے نئے نئے
وضع و قطع کے تیار کیے جاتے ہیں جس سے عقل حیران ہوتی ہے۔ علم مبارک کے ساتھ لاکھوں آدمی ضعیف
جوان بچے رہتے اور ساتھ دوڑتے ہیں مگر کسی کو بھی اذیت نہیں پہونچتی اس کے سوا کیا کہیئے کہ تائید غیبی ہے

عاشورہ کے دن قریب مغرب الاوہ بیبیاں کی ضریح اٹھائی جاتی ہے جو بیرون دبیر پورہ ہے۔
سواری جلوس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ چار کونے والی ضریح لکڑی کی ہوتی ہے اس پر باریک سفید کپڑا چڑھایا جاتا
ہے اور تختہ کے اوپر کے حصہ پر دو قبریں بنائی جاتی ہیں اور پھولوں کی چادر ڈالی جاتی ہے اور بڑے شامیانے
کے نیچے لوگ اوٹھاتے ہوئے لیجاتے ہیں۔ ہزارہا شرفا ماتم کرتے ہوئے ساتھ رہتے ہیں اور دو تیز گھوڑوں کے

اوپر دو ایس دو جامہ جس پر چوں پنجہ لگا ہوا ہے پہنا کر لیجاتے ہیں اور نوحہ خواں نوحہ پڑھتے اور علم اوٹھائے ہوئے لیجاتے ہیں جس کا مطلع یہ ہے [illegible] جلوس کے ساتھ نشان کا ہاتھی ہوتا ہے اور پھر اوہ جلوس پلٹن بھی ہوتی ہے دبیر پورہ کے دروازے کے راستہ سے چادر گھاٹ موسی ندی کو لیجاتے ہیں ضریح آدھی رات کو ندی میں پہونچتی ہے اوس کے بعد ضریح ندی پر رکھتے ہیں ۔ ندی پر رکھنے کے وقت اور پھر اوٹھانے کے وقت بڑا ہنگامہ ہوتا ہے ۔ اکثر لوگ زخمی ہو جاتے ہیں زمانہ سابق سے اس کا مدعا یہ ہے کہ جو شخص اپنا مطلب رکھتا ہے اوس کے حاصل کرنے کے لیے ایک کلیا لاتے ہیں دل میں مطلب تصور کرکے ریتی ضریح کے نیچے سے اٹھاتے ہیں اور کلیا میں ڈالتے اور سال بھر اپنے گھر میں رکھتے ہیں دلی مراد پوری ہوتی ہے تو شیر برنج یا مٹھائی کے کونڈے بھر کر فاتحہ دے کر لوگوں کو کھلاتے ہیں ۔ اس رات کو چادر گھاٹ سے پل تک ہر جگہ کونڈے دکھائی دیتے ہیں اور جا بجا روشنی نظر آتی ہے ۔ الغرض فاتحہ کے بعد ہائے ضریح کو زیارت اور بوسہ دینے کی وجہ سے اوس کے چاروں ٹکڑے علیحدہ ہو جاتے ہیں غسل دے کر الوداع پڑھتے ہوئے عاشور خانہ کو واپس آتے ہیں الوداع یہ ہے ۔ ع الوداع الوداع شاہ شہیدان الوداع ۔

اے حسین ابن علی دو جگ کے سلطان الوداع

یہ عاشور خانہ بھی قطب شاہی زمانے سے ہے اس الاوہ میں سوائے عصمت مآب عورتوں کے کوئی مرد باقی نہیں ہے سواری روشنی اور جلوس وغیرہ کا انتظام سرکاری جانب سے ہوتا ہے اور خود بدولت جب وہ ضریح پرانی حویلی کے نیچے سے گزرتی ہے ملاحظہ فرماتے ہیں اور سرکار سے نذر و نیاز کے علاوہ معمول دو سو روپیہ عنایت ہوتے ہیں ۔ اور امرائے دیوانی اور مہاراجہ بہادر کی جانب سے بھی نذر و نیاز روشنی وغیرہ بھیجی جاتی ہے اور یہ ضریح حضرت مسلم علیہ السلام کے یتیموں کے نام سے موسوم ہے جو زمانہ سلاطین قطب شاہیہ کی ابتدا ہے ۔

اسی طرح دروازہ علی آباد کی طرف بھی ہزارہا لوگوں کا مجمع رہتا ہے علم اور تعزیوں کے دیکھنے کے لیے یتیموں کے الاوہ کے بعد لوگ اس طرف جاتے ہیں شاہ علی بنڈہ سے علی آباد کے دروازہ تک اور وہاں سے ایک کوس کے فاصلے تک مخلوق خدا کا اژدہام اور ایک ہجوم رہتا ہے اور جا بجا بہت روشنی اور آتشبازی چھٹتی ہے ۔ ایک بڑی باؤلی میں جو حضرت قدسیہ عمدہ بیگم صاحبہ مرحومہ والدہ غفران مآب کے باغ کے متصل ہے علم ٹھنڈے ہوتے ہیں اس سمت کے رہنے والے جو ہزاروں کی تعداد میں کثرت سے رہتے ہیں اس طرف

بھی اپنے علم اور تعزیہ ٹھنڈے کرتے ہیں۔

اسی طرح اکثر شہر کے علم اور تعزیہ بہ اتفاق شہادت کے روز پرانے پل کی طرف لیجاتے ہیں اور موسیٰ ندی میں ٹھنڈے اور دفن کرتے ہیں ہر ایک تعزیہ جلوس اور تکلف سے جاتا ہے چادر گھاٹ سے موسیٰ ندی تک ایک لاکھ آدمی کا مجمع رہتا ہے اس کے علاوہ چھتوں پر چبوتروں اور کوٹھیوں اور دوکانوں پر بے حساب لوگ رہتے ہیں اکثر امراء موسیٰ ندی میں ڈیرے ڈال کر آدھی رات بلکہ صبح تک روشنی وغیرہ کا تماشہ دیکھتے ہیں پوری ندی لوگوں سے بھری ہوئی ہوتی ہے کچھ لوگ فراغت پاکر اور تیمیوں کے الاوہ کی زیارت کرکے علی آباد کے دروازہ کی طرف آتے ہیں کچھ لوگ امام باڑہ کے علم دیکھنے کے لئے جاتے ہیں۔

امام باڑہ پرانی عیدگاہ کے قریب واقع ہے اسی طرح وہاں بھی لوگوں کا ہجوم بہت ہوتا ہے بادشاہ کی دفتر سے اس عاشور خانہ کے اخراجات کے لئے چار ہزار روپیہ کی جاگیر مقرر ہے یہاں ہر وقت پانچ ہزار شمعوں کی روشنی ہوتی ہے بادشاہ خود تشریف لاکر ملاحظہ فرماتے ہیں چھوٹے بڑے علموں کی تعداد دو سو سے کم نہیں ہے جس وقت قلعہ سدہوٹ فتح ہوا تھا تو اس مقام کے علم سرکاری ضبطی میں آئے تھے اور رحمان یار خاں جس کا عرف میرا شاہ ثانی جو ترک دنیا سے قبل ہرکاروں کے داروغہ تھے اون کی استدعا پر امام باڑہ کی بنیاد قائم ہوئی اور چار ہزار کی جاگیر حضرت غفراں مآب کے زمانے میں ارسطو جاہ کی کوشش سے مقرر ہوئی کہ اخراجات محرم میں صرف ہوں جو اب تک بحال و قایم اور جاری ہے۔

اسی طرح تعلیم بلیدہ کے سرطوق کا علم بھی جو آخر شب میں نکلتا ہے بہت روشنی رہتی ہے قدم قدم آہستہ آہستہ دریا کی طرف جاتا ہے جس طرف بھی نظر کیجئے لوگوں کا مجمع اسی طرح نظر آتا ہے اور قدرت خدا معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح حسینی علم کے پھول بھی شہادت کے روز صبح میں نوحہ پڑھتے ہوئے آہستہ آہستہ ندی کی طرف لے جاتے ہیں عقیدت مند زمین پر پانی کی مشکیں چھڑکتے ہیں تاکہ لوگوں کے پاؤں نہ جلیں دوپہر کے وقت دریا پر پہنچتے ہیں لوگوں کے اژدہام کی وجہ ایک ایک قدم اٹھانا مشکل ہو جاتا ہے پھولوں کو موسیٰ ندی میں دفن کرکے فاتحہ کے بعد تین پہر کو واپس آتے ہیں اور واپسی کے وقت الوداع پڑھتے ہیں۔

اسی طرح سے راجہ راؤ رمبھا جیونت بہادر کے مکان میں شہادت کے روز تعزیہ دفن کیے جاتے ہیں ہزارہا آدمی کا مجمع ہوتا ہے اور چہلم کے روز سے پھر نئے تعزیہ کی تیاری کرتے ہیں جو سال بھر تک تیار ہوتے رہتے ہیں

دو ہزار روپیہ تعزیہ کی تیاری کے لئے خرچ ہوتے ہیں اور روزانہ ایک ہزار روپیہ کی روشنی کے حساب سے گھی کے چراغ جلائے جاتے ہیں دس دن میں دس ہزار روپیہ صرف ہوتے ہیں اور گھی بارش کے پانی کی طرح بہتا ہے غربا اپنے گھر کے چراغ جلانے کے لئے لے جاتے ہیں۔ اور دو پلے ہوئے اور سدھائے ہوئے شیر تعزیہ کے دو جانب کھڑے ہوئے گویا پہرہ دیتے ہیں مجال نہیں کہ کسی کو آنکھ اٹھا کر بھی دیکھیں۔

مہاراجہ چندو لال بہادر کے جلو خانے میں آرایش و زیبایش روشنی اور بادشاہوں کی تصویریں اور آتشبازی وغیرہ دیکھنے کے لئے جس طرح لوگ جمع ہوتے تھے۔ اسی طرح حسین یار جنگ عرض بیگی میر عالم مدار المہام کے عاشور خانہ میں قد آدم بلکہ اس سے بھی زیادہ طول و عرض کے آئینے لگائے جاتے جس سے عاشور خانہ کی زینت ہوتی اور روشنی بے حد کی جاتی ہے۔ روشنی کا تکلف جو امین الملک اور مہ لقا بائی طوائف کے عاشور خانہ میں علم استادہ کرنے کے موقعہ پر ہوتا ہے وہ عمارت کی سادگی نقاشی اور سفیدی دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔

جعفر علی صاحب کا تعزیہ جو ایک ذی مقدور ملازم سرکار رہا ہی تھے نئے طرز کا سروں سے اونٹ کی صورت ضریح کی وضع پر بنایا جاتا ہے اس کی سبزی آنکھوں کو خنکی بخش ہوتی ہے۔ اسیطرح سے دوسرے مکانات و بازارات و محلہ جات کی آرایش و روشنی وغیرہ قیاس و گمان سے باہر ہے الغرض شہر کے تمام لوگ عشرہ محرم میں بے حساب اخراجات کرتے ہیں۔

مجالس و روضہ خوانی ہر جگہ و ہر گھر میں ہوتی ہے جس کا شمار و بیان ممکن نہیں لیکن خصوصیت سے علی یار خاں صاحب المتخلص بہ اقبال جو عام طور سے مرزا مہدی کے نام سے مشہور ہیں مرشد قلی خاں صاحب کے نواسے بنگال کے عالی خاندان سے ہیں کسی شہر و دیار میں کوئی شخص اس کمال سے حدیث خوانی اور واقعہ بیانی احوال امام علیہ السلام کی کرتے ہوئے نظر نہیں آیا۔ جب کہ ممبر پر پڑھتے ہیں تو ہزارہا مخلوق خدا چاہے وہ ہندو ہوں یا مسلمان ان پر اس قدر رقت عظیم طاری ہوتی ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو ہلاک کرلیں ان کی قوت بیانی اور انداز کلام مثل آبدار موتی کے ہوتا ہے جو دنیا میں منتخب روزگار ہیں۔ تمامی بلدہ کے لوگ امیر غریب ہندو مسلمان ان کے عاشور خانہ میں جمع ہوتے ہیں اور ایام عشرہ محرم کے سوا بھی ان کے مکان میں لوگوں کا ہر مجلس میں بہت مجمع ہوتا ہے جب خاں صاحب موصوف کا انتقال ہوا انھوں نے اپنے کلام کے ہزار ہا اشعار چھوڑے از قسم نوحہ جات قطعات و رباعیات و قصائد او منقبت وغیرہ جو کہ تصنیف فرمائے ہیں۔

بہر حال ۱۶ ار رجب ۱۲۳۹ھ کو ان کا جنازہ ان کی حسب خواہش ہمراہ صندل مبارک حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کوہ شریف کے دامن میں وزیر خاں صاحب کے مقبرہ کے متصل لایا گیا اور وہاں سپرد خاک کیا گیا۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے بڑے فرزند مہدی یاور خاں صاحب نے ایک سال تکلف کے ساتھ تعزیہ داری کر کے عین عالم جوانی میں ۱۲۴۰ھ میں انتقال کیا ان کے مرنے کا تمام لوگوں کو بڑا افسوس ہوا لیکن انہی دنوں میں مہدی ضامن خاں بہادر جو مشہور ضامن صاحب کے نام سے ہیں جن کے والد کا نام دوبجی خاں اقبال تھا ان کی لسانی اور فصاحت بیان ہمارے بیان سے باہر ہے ہر چیز کو عمدگی کے ساتھ پیش کرتے ہیں تعزیہ داری اور واقعات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اپنے والد کے طرز بیان اور لب و لہجہ میں کسی قسم کا فرق نہیں ہوتا تمام پرانے اساتذہ قائل ہو کر انہی کا دم بھرتے تھے۔

مرثیہ خواناں و مجالس دکن حیدرآباد بعہد نواب نظام علیخاں بہادر

عہد سلطنت نواب ناصر الدولہ بہادر میں صاحب تاریخ گلزار آصفیہ تحریر کرتے ہیں کہ زمانہ نواب نظام علی خاں بہادر میں نواب ارسطو جاہ کی زندگی تک مرثیہ خواناں کی بڑے زور شور کی جماعتیں تھیں حضور والا کی پیشی کے لیے بیس[۲۰] جماعتیں تیار کی گئیں تھیں جس کے داروغہ و سرگروہ مرثیہ خواناں نوازش علی خاں شیدا تھے اور خود اعلیحضرت نواب نظام علیخاں بہادر محرم سے قبل ان جماعتوں کی ذاکری کو سماعت فرماتے تھے اور ہر مرثیہ خوان کی طرز و طرح پر خاص توجہ فرماتے تھے کہ اہل ہند کی زبان میں اس کو سوز کہتے تھے اور محرم کے عشرہ میں چاند رات سے شب عاشور تک مجلس کر کے برابر مرثیہ خوانی کو سنتے تھے اور گریہ فرماتے تھے اور جس کے مرثیہ پر زیادہ گریہ ہوتا تھا اوس کو انعام دیتے تھے اعظم الامراء بہادر کو مرثیہ خوانی کا بہت شوق تھا اور جماعتوں کو تیار کرواتے تھے مرثیہ خواناں اکثر اندھیری راتوں میں ایک دوسرے سے پوشیدہ طور پر ربط اور مشق کرتے تھے اکثر جماعتیں ایک دوسرے کے محلہ میں جا کر سنتے تھے اور سوز ان کا پسند کر کے اپنے مرثیوں کو اوسی سوز سے مجالس دکن میں پڑھتے تھے اس لیے اکثر مرتبہ مرثیہ خوان اس معاملہ میں جھگڑا کرتے تھے۔

حضور پر نور اور مدار المہام سرکار کو نئے نئے مرثیوں کا بہت شوق تھا اس لئے امراء و اقربا و سرکار جماعتوں کی تیاری اور طرح طرح کے نئے نئے مرثیئے شعراء دہلی و لکھنو کے زر کثیر صرف کر کے منگواتے تھے اور اچھے اچھے مرثیہ حاصل کرنے میں مشغول رہتے تھے اسی لیے ظفر الدولہ احتشام جنگ بہادر کی جماعتیں مثل میر زنگو صاحب و میر داود صاحب اور مکھن خاں صاحب دہلوی وغیرہ کی جماعتوں کی طرح یعنے طرز اور نئے مرثیئے حد لطف کے ساتھ پڑھتے تھے اور ارسطو جاہ بہادر کی سترہ[۱۷] جماعتیں اور سرکاری بیس[۲۰] جماعتیں جو نوازش علی خاں صاحب سرگروہ کے بعد حمایت اللہ خاں صاحب کی تحویل میں تھیں (غالباً یہ اس وقت سرگروہ تھے) اور دوسری جماعتیں جن کو شہیار الملک بہادر نے علی جان صاحب اور مہر علی خاں صاحب کی نگرانی میں جو اپنے فن کے یگانہ تھے تیار کروایا تھا اس کے علاوہ ہر امیر کے پاس دو دو[۲] چار چار جماعتیں مقرر تھیں اور ہر جماعت میں چار پانچ شخص معہ جوابی دینے جواب خوان کے ہوتے تھے اور ہر شخص نہایت تکلف سے اپنے کمال کو ظاہر کرتا تھا۔

ہر دنگل میں جہاں کہ جماعتیں جاتی تھیں ہر جماعت کے لئے ایک ابرق کی قندیل علیحدہ علیحدہ نقشہ کی مقرر تھی اور آتش بازی بھی راستے اور دنگل میں جلائی جاتی تھی تاکہ معلوم ہووے کہ جماعت دنگل میں آ رہی ہے اور ہر جماعت کے ساتھ پچاس ساٹھ آدمی سے کم نہیں ہوتے تھے اس لئے کہ بار پر لینے پڑھنے کے وقت پہلے اور بعد کے متعلق جھگڑا اور فساد ہوتا تھا قاعدہ یہ تھا کہ ہر شخص اپنے بار مجلس پڑھے یعنے جس طرح آیا ہے اسی طرح پڑھے دنگلیں شب کے وقت میں علی العموم ہوتے تھے مکان وغیرہ کو بے حد آراستہ پیراستہ کیا جاتا تھا اور حقہ چار پان سپاری الائچی وغیرہ اور عمدہ عمدہ قسم کے طعام لذیذ عام طور پر ہوتے تھے۔

آج کل سب سے زیادہ مشہور مرزا عباس صاحب لکھنوی ہیں کہ مہاراجہ چندولال بہادر کے پاس سے ان کی ذات کو چارسو روپیہ ماہوار ہے اور عشرہ محرم میں دو تین روز رات کو چند سوز خوان ان کی مجلس میں پڑھتے تھے اور دوسرے قریب بیس جماعتوں کے مہاراجہ بہادر کے نوکر ہیں عشرہ محرم میں ہر رات کو وہ مجلس پڑھتے ہیں جس کے مرثیہ پر زیادہ گریہ ہوتا ہے وہ انعام پاتے ہیں۔ ان جماعتوں میں ہندی اور دکھنی ایک دوسرے کے برابر ہیں جس وقت کہ مرزا صاحب مذکور سوز پڑھتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوالوں کے استاد کہتے یا دھرپت قدیم استادوں کے موافق گاتے ہیں یہ اپنے فن میں یکتائے زمانہ ہیں۔ کارخیر و حسنہ میں خصوصاً اہل ہند کے معاملہ میں زیادہ حصہ لیتے ہیں۔ چنانچہ شجاع الدولہ حاکم لکھنو کی اولاد میں سے دو تین شخص کو ماہانہ ایک ہزار اور پانچ سو روپیہ کی تنخواہ پر ان کے توسط سے مہاراجہ بہادر کے پاس نوکر ہیں

فقیر محمد صاحب تنہا کے بیٹے خوب پڑھتے ہیں اور مشہور ذاکر ہیں۔ منور علی صاحب بوہرہ اپنے وقت کے ممتاز آدمی ہیں لکھنو جاکر مرثیہ خوانی کر کے آئے ہیں وہاں ان کی ذاکری بہت پسند کی گئی اور ان کو بہت فائدہ ہوا اور دوسرے مقامات پر بھی مثلاً چینا پٹن وغیرہ میں بھی مشہور ہو کر مالی فائدہ اٹھا کر آئے ہیں۔

میر تہور علی صاحب سوز خوان لکھنوی اور فضل علی صاحب مرثیہ خوان حیدرآبادی کی ذاکری قبولیت کے درجہ پر پہونچی ہے مرزا عارف بیگ صاحب لکھنوی اور میر روشن علی صاحب ذاکر دکھنی حیدرآبادی اور دو بھی اپنے زمانہ کے منتخب لوگوں میں سے ہیں اور سوائے متوقفین جماعتوں کے جو اپنے شوق سے مجلس پڑھتے ہیں اور جملہ بلدہ کی جماعتوں کی تعداد اس وقت ایک سو سے کم نہیں ہے۔

لیکن بادشاہی عاشور خانہ میں شب اربعین حسب عادت قدیم رات کو دنگل ہوتا ہے لذیذ کھانے سے تواضع

کے ہوتے ہیں اور قہوہ وغیرہ بھی ہوتا ہے۔ رقعہ مجلس زنگل حسب دستور سابق بھجوائے جاتے ہیں اور تمام جماعتوں سے وعدہ لیا جاتا ہے اب امرائے وقت کے پاس یہ طریقہ متروک ہے اور اگر ہے تو بہت کم ہے صرف اطلاع دی جاتی ہے سابق میں جس جگہ زنگل ہوتا تھا دعوت کے رقعہ ہر مرثیہ خواں کے گھر بڑی شان سے معہ نشان ہاتھی اور جلوس تاشہ مرفہ اور کشتی میں رقعہ رکھ کے جس کے اوپر شامیانہ ہوتا تھا ۔ پہونچائے جاتے تھے ۔

اسی طرح سے سال تمام میں چند یوم اور تاریخیں مقرر تھیں اور مرثیہ خوانی ان دنوں میں ہوتی تھی ۔ مثال کے طور پر ہر مہینے کی دسویں تاریخ عاشور خانہ آغا فرہاد صاحب میں جو شاہ علی بنڈہ پر واقع ہے مجلس ہوتی تھی بڑے پنجہ میر باقر علی صاحب ذاکر میں جو آغا فرہاد صاحب کے خاندان سے اس وقت بقید حیات ہیں بہت سلیقہ کے ساتھ تکلف سے مجلس کرتے ہیں اور روشنی وغیرہ کے انتظام سے عاشور خانہ کو سب آراستہ کرتے ہیں مشہور ہے کہ یہ عاشور خانہ اور علم مبارک زمانہ قطب شاہیہ کے ہیں اور ایک بڑی باولی بھی عاشور خانہ کے متصل ہے جس کی تعمیر ۱۰۹۵ھ میں ہوئی ہے اور وہ عاشور خانہ میں بڑے علم کو دس دن استادہ کرتے ہیں اور شہادت کے روز رات میں روشنی کے ساتھ موسیٰ ندی کو لے جاتے ہیں بہت صرفہ کرتے ہیں گو کہ متوکل ہیں ۔

تمام مہینے میں دوسری تاریخوں میں اور مجالس و تعزیہ داری ہندوستانی اور دکھنی لوگوں میں شہر اور بیرون شہر بہت مقرر ہیں علی الخصوص اکیس[۲۱] تاریخ کو مرزا عباس صاحب مذکور کے مکان میں مجلس ہوتی ہے الغرض دنیا تعزیہ داری امام مظلوم حسین شہید علیہ السلام سے خالی نہیں ہے یہ غم ہر روز تازہ ہے ۔

اسی طرح رمضان المبارک کی اکیس[۲۱] تاریخ کی رات کو حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی ضریح مبارک اونٹ پر رکھ کے پنجہ شاہ اور قدم رسول تک لیجاتے تھے ہزارہا مخلوق خدا ساتھ رہتی تھی ۔

اسی طرح ملا رضی صاحب کے عاشور خانہ سے جو اس ضریح کے بانی تھے اپنے مکان کمال الجی بیگ سے ماتم کرتے ہوئے راہ اعتبار چوک پنجہ شاہ تک ضریح لیجاتے ہزار ہا شریف و نجیب لوگ ہمراہ رہتے تھے اتنا مجمع ہوتا کہ تل برابر جگہ نہیں ملتی تھی ۔ ضریح مبارک پھولوں کے ہاروں سے بھر جاتی تھی ۔ ضریح کے آگے آگے ماتم اور منقبت پڑھتے ہوئے پنجہ شاہ کے دروازہ پر پہونچتے فاتحہ پڑھ کر مکان کو واپس ہوتے روشنی اور تکلفات جلوس معہ نذر وغیرہ سرکار سے اور دیوانی سے اور امیروں کے پاس سے برابر حاصل ہوتی ہے ۔

محرم کے علم مبارک بھی ملازمی کے مکان میں چہلم تک استادہ رہتے اور چہلم کے روز اٹھا کر مکان سے ایلچی بیگ کی کمان تک لاتے اور پھر واپس مکان میں لیجا کر ٹھنڈے کرتے ہیں۔

لیکن عاشور خانۂ اعتصام الملک بہادر عرض بیگی حضور کے مکان میں تکلف کیساتھ روضہ خوانی و مرثیہ خوانی اور لذیذ کھانے اور نذر و نیاز سادات زوار و حجاج وغیرہ کے لئے انتظام ہوتا تھا۔ عشرۂ محرم میں دس روز ان کے پاس بے انتہا گریہ و زاری ہوتی تھی اور خود نواب صاحب موصوف دس روز تک بے انتہا غم و الم کی حالت میں رہتے تھے نواب صاحب موصوف کے دل میں جو محبت تھی وہ دوسرے کسی شخص میں ظاہر ہونا ناممکن بلدہ میں ہزارہا تعزیہ خانے موجود ہیں سب میں برابر تعزیہ داری ہوتی ہے لیکن ان کے پاس کے مجالس میں گریہ و زاری حد سے زیادہ ہوتی ہے۔

بادشاہی عاشور خانہ کہ جس کا ذکر سابق میں ہو چکا ہے عجیب و غریب بے نظیر عاشور خانہ ہے۔ وہاں امام علیہ السلام کے چہلم کے روز عاشور محرم تازہ ہوتا ہے اور روشنی تکلف کے ساتھ کی جاتی ہے اور علموں کی سواریاں جابجا سے آتی ہیں اور رونگل تمام رات ہوتا ہے بلدہ کی تمام جماعتیں روضہ خوانی اور مرثیہ خوانی کرتی ہیں اور لذیذ کھانوں کی دیگیں از قسم بریانی مزعفر مشکی خوشبودار اور روٹی قلیہ گلاب ڈالی ہوئی میٹھی شیر برنج حضور پرنور کے حکم سے سرکاری باورچی خانہ سے آتی ہے اور خلقت خدا کھاتی ہے بقول کسے

ادیم زمین سفرۂ عام اوست بریں خوان یغما چہ دشمن چہ دوست

چندا بی بی المخاطب ماہ لقا بائی صاحبہ

یہ بی بی اعلیٰ درجہ کی سوز خوانی کرتی تھیں جسطرح اپنے کمال میں مشہور تھیں اوسیطرح ذاکری میں انکا مثل و نظیر نہیں تھا اور جسطرح خداوند عالم نے اس کو خوبصورت بنایا تھا اوسیطرح آواز بھی خداداد پائی تھی اور اوس پر بڑے بڑے اوستادوں سے باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی۔ اہل مجلس ہمیشہ اس کی سوز خوانی سننے کے لئے دور دور سے بہت اشتیاق کے ساتھ آتے تھے اس کے عاشور خانہ میں ہزاروں کا مجمع رہتا تھا اور اس کی سوز خوانی اہل مجلس خاص توجہ سے سماعت کرتے تھے خوب قال کار حاصل ہوتا تھا۔ بلکہ اثناء ذاکری میں یہ خود بھی مصروف گریہ و بکا ہوتی تھی بڑی عاشق حسین تھی غرۂ ماہ محرم سے ماہ صفر تک دو مہینے سوائے سوز خوانی کے گانا بجانا بالکل ترک کر دیتی تھی بعض خاص خاص موقعہ و محل پر بہ مجبوری سلطنت اگر گانے بجانے کے لیئے جاتی بھی تھی تو زیارت امام کے بعد جاتی تھی۔ خوش حال خاں صاحب اس کے اوستاد تھے سوز خوانی کے موقعہ و محل پر ہمیشہ ان سے زیادہ مشورہ حاصل کرتی تھی بلکہ انھیں کی رائے پر عمل کرتی تھی۔ اس کے مختصر حالات ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہیں تفصیلی حالات حیات ماہ لقا بائی گلزار آصفیہ اور تزک محبوبیہ وغیرہ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

سامان عزاداری

جس وقت ماہ محرم نظر آتا تو لذیذ غذائیں ترک کر دیتی تھی اور بلدہ کے تمام عاشور خانوں میں (جن کا شمار ناممکن تھا) ایک روپیہ سے پانچ روپیہ تک نقد نذر و نیاز گزرانتی تھی۔ سادات کرام و محبان اہل بیت علیہم السلام کو ہزارہا روپیہ حسب مرتبہ نذر کرتی تھی غرۂ محرم سے زیارت تک عزاداری کے خاص اہتمام ہوتے تھے اِن کا مکان عالیشان موسومہ حویلی خاصہ جنگ میں جو قریب کمان ایلچی بیگ واقع تھی۔ اکثر تعلیم رقص و سرود ہوتی تھی اس لئے بپاس آداب عاشور خانہ حضرت امام حسین علیہ السلام برائے استادگی علم مبارک اپنے محل کے محاذی ایک عاشور خانہ تعمیر کروایا تھا وہاں صرف فاتحہ خوانی کیلئے بجز شخص کے کوئی دوسرا جانے نہیں پاتا تھا اور یہ بھی تاکید تھی کہ کوئی شخص بے رنج لباس سے نہ آنے پائے عاشور خانہ میں تمام فرش و مسند ہا سیاہ مخمل کا ہوتا تھا ایک طرف ممبر استادہ کیا جاتا تھا دوسری طرف مرثیہ خوانان کے لئے خاص انتظام کیا جاتا تھا اور روشنی اس قدر ہوتی تھی کہ تمام عاشور خانہ

بقیہ نوٹ نظر آتا تھا شام سے مرثیہ خوانی ہوتی تھی اور اکثر ذاکرین سوز خوانی کرتے تھے اور کبھی کبھی خود بھی ذاکری کرتی تھی اوسکے بعد روضہ خواں وحدیث خوان پڑھتے تھے اس کے بعد تعزیہ داری سینہ زنی ہوتی تھی جس سے ہنگامہ حشر نما بپا ہوتا تھا اکثر لوگ بیہوش ہوجاتے تھے بعد ختم مجلس دسترخوان بچھائے جاتے ۔ تمام شرکاء مجلس اقسام کے کھانے کھاتے ۔ برابر دس روز یہی عمل رہتا تھا لاکھوں روپیہ عزاداری میں خرچ کئے جاتے تھے ۔

جشن حیدری اسی طرح ۱۳ رجب کو ہر سال جشن حیدری منعقد ہوتا تھا منقبت خوانی ہوتی تھی اور ہر طرح کا خاص طور پر انتظام کیا جاتا ہمہ اقسام کے نفیس کھانے تیار کئے جاتے اور کثرت سے مومنین وامراء مدعو ہوتے تھے ۔

عرس کوہ شریف اگرچہ عرس کوہ شریف ۱۷ رجب کو ہوتا ہے مگر مہ لقابائی بعد جشن حیدری کوہ شریف کو جاتی تھی اور بعد ختم عرس کوہ شریف واپس آتی تھی اور سینکڑوں آدمی مہمان رہتے عرس میں ہر گروہ کے فقرا و مشائخین وغیرہ وغیرہ کو چار روز تک برابر دو وقت اقسام کے کھانے کھلائے جاتے تھے اور رخصت کے وقت ہر فقیر کو ایک روپیہ نقد اور بعض کو بقدر مراتب پانچ روپیہ تک خیرات کرتی تھی اور مشائخین کو پچاس سے سو روپیہ تک نقد بعنوان نذر عطا کرتی تھی اور خدام ومجاورین درگاہ شریف کو نقد روپیہ اور پارچہ وغیرہ عطا کرتی تھی اس کے علاوہ ہر ماہ میں حسب معمول کوہ شریف پہ جاکر مبلغ یا نصد روپیہ نقد نذر اتی تھی ۔ بہر حال عرس کوہ شریف میں بھی لاکھوں روپیہ کے اخراجات ہوتے تھے ۔

یازدہم شریف ۱۱ ربیع الثانی کو نہایت اہتمام سے طرح طرح کے کھانے محتاجوں اور مساکینوں کو عام طور پر کھلائے جاتے تھے علاوہ بریں مساکین وفقراء کو نقد روپیہ و پارچہ تقسیم کیا جاتا تھا

کھٹ درسن کا میلہ ہر سال ایک میلہ کھٹ درسن کے نام سے کیا جاتا تھا پہلے روز حفاظ و مشائخین وغیرہ کی دعوت ہوتی تھی اور تمام مشائخین وحفاظ وغیرہ کے مکانوں پر فی کس ایک سیر مٹھائی کے حساب سے بھیجی جاتی تھی اگرچہ گھر میں تیس آدمی کیوں نہوں ۔

دوسرے روز تمام فقرا مداری وقادریہ وچشتیہ وغیرہ وغیرہ جملہ چودہ خانوادہ کی دعوت ہوتی تھی اور شیرینی تقسیم کی جاتی تھی سو سو کوس کے فقراء جمع ہوتے تھے تیسرے روز غربا ومفلوج ومعذور لوگ جمع ہوتے تھے جن کی تعداد

قریب ستر ہزار کے ہوتی تھی بعد کھانا کھلانے کے فی کس آدھ سیر شیرینی تقسیم کی جاتی۔ چوتھے روز جوگی اور بیراگی وغیرہ
جمع ہوتے تھے ان کو بھی اچھی طرح مال پوری کھلائی جاتی تھی۔ بہرحال عجب عالی ہمت اور فیاض عورت تھی کہ کوئی
قوم یا جماعت و مذہب کے لوگ محروم نہیں رہتے تھے اس نے اپنی زندگی نہایت کامیابی سے گذاری ہمیشہ اس کا ستارۂ
اقبال اوج پر ہی رہا۔

ماہ لقا بائی کی والدہ کا نام میدہ بی بی عرف راج کنور بائی تھا یہ ایک شریف خاندان کی لڑکی تھی اس کے
باپ کا نام خواجہ محمد حسین خاں تھا جو قصبہ بارہہ کے رہنے والے تھے اور احمد آباد میں بڑی خدمت پر ملازم تھے جب
خواجہ محمد حسین خاں پر کچھ سرکاری مطالبہ ہونے کی وجہ سے وہ روپوش و فرار ہوگئے تو اون کی اولاد میں دو لڑکے اور
تین لڑکیاں تھیں جب لڑکے بھی کہیں نکل گئے تو لڑکیاں سرگرداں ہوکر احمد آباد سے قصبہ دیولیہ پہونچے وہاں بھگتیوں
کے مہمان ہوئے چونکہ یہ سب حسین و خوبصورت تھے بھگتیوں نے ان کو گانے بجانے کی تعلیم دینا شروع کی اونھوں
نے بھی بمقتضائے وقت رقاصی کا پیشہ اختیار کر لیا پھرتے پھرتے حیدرآباد آئے تو ان کا تعلق ایک امیر با مدار
نواب بسالت خاں بہادر بخشی صرف خاص آصف جاہی سے ہوگیا ایک زمانے کے بعد راج کنور بائی کو حمل قرار پایا
تو جناب امیر علیہ السلام کی زیارت کے لیے کوہ شریف پر حاضر ہوئی۔ شاہ تجلی علی صاحب مولف تزک آصفیہ بھی
بلحاظ تابعداری ساتھ تھے دفعتاً کوہ شریف کے مقام پر اسقاط حمل کے آثار نمودار ہوئے شاہ تجلی علی صاحب نے
آستانہ مرتضوی سے ناڑا اور تھوڑی سی عودی لاکر ناڑا کمر میں باندھا اور عودی کھلائی فوراً حمل قایم ہوگیا جب ایام
حمل پورے ہوئے تو بتاریخ ۲۰ ذیقعدہ ۱۱۸۱ھ روز دوشنبہ لڑکی پیدا ہوئی۔ منجموں نے چندا بی بی نام رکھا

راج کنوار بائی کی بڑی لڑکی مہتاب کنوار بائی تھی نواب رکن الدولہ بہادر مدار المہام سلطنت حیدرآباد نے
راج کنوار بائی کو راضی کر کے مہتاب کنوار بائی کو اپنے عقد شرعی میں لیا اور صاحب جی صاحبہ کا خطاب عطا کیا انکی
عزت و وقعت بہت بڑھ گئی تھی اور روز بروز ان کا چاہ و پیار زیادہ ہونے لگا بڑے بڑے امرائے نامدار
منصبداران شاہی مثل ظفر الدولہ بہادر شمشیر الدولہ بہادر زنانی ڈیوڑھی پر حاضر ہوکر مراسم سلام و نیاز اور عیدین کے
مبارکباد بجالاتے تھے اور محل سرا سے سب کو پاندان رخصت عنایت ہوتے تھے علاوہ بریں خود رکن الدولہ بہادر
کے بھائی شرف الدولہ بہادر اور ارسلان یار جنگ بہادر و حشمت جنگ بہادر بھی کمال ادب سے آداب بجا
لاتے تھے۔ صاحب جی صاحبہ بڑی نیک نفس شریف پرور تھیں جب گوشہ نشینی اختیار کی تو ہمیشہ نماز و روزہ و وظایف

تسبیح و تہلیل میں تمام عمر بسر کی مگر کوئی اولاد موجود نہ تھی اس لئے راج کنور رباعی نے چنداںبی بی کو صاحب جی صاحبہ کے آغوش میں دیدیا اور خود عبادت الہی میں مشغول ہوئیں۔ آخر شب سے ایک پہر دن تک وظائف میں رہتی تھیں اور بمقتضائے قدردانی و نیک نامی حاجتمند و سائلین کو دس دس ہزار روپیہ تک نقد عطا کرتی تھی علاوہ انعام زر و جواہر تک عطا کرتی تھیں بہر حال کوئی سائل محروم نہیں جاتا تھا۔ علاوہ زہد و تقوی کے صاحب تصرفات و کمالات بھی تھیں بہر حال ۱۹ محرم سنہ کو راہی روضۂ رضوان ہوئیں اور کوہ شریف مرتضوی کے پائین دفن کی گئیں ہر سال ماہ لقابائی بہت اہتمام سے عرس کرتی تھیں دو وقت پخت کرکے تمام فقرا و مساکین کو کھلاتی تھیں اور روشنی وغیرہ کا اعلے انتظام کیا جاتا تھا۔ الحاصل ماہ لقا بائی صاحب جی صاحبہ کی آغوش محبت میں پرورش پائیں اور ہر ایک علم و فن میں اعلے درجہ کا کمال حاصل کیا اور علم موسیقی میں یکتائے روزگار ہوئیں بارگاہ شاہی میں ہمیشہ باریابی کا فخر حاصل رہتا تھا اکثر سیر و شکار و مہمات میں بھی رہنے کی اجازت تھی جب نواب نظام علیخاں بہادر مع الخیر سفر پانگل سے معاودت فرمائے تو سنہ ۱۲۱۷ھ میں حیدرآباد پہونچکر ایک جشن مرتب فرمایا اور تمام امرا و منصبداروں کو خطاب و منصب علم و نقارہ سے سرفراز فرمایا اور بسبب نام کے چنداں بی بی کو ماہ لقابائی کا خطاب اور نوبت و گھڑیال و جاگیر وغیرہ سے سرفراز فرمایا۔

نواب نظام علیخاں بہادر جب بعمر ۲۷ سال ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۲۱۸ھ کو ۴۴ سال حکمرانی کے بعد راہی روضۂ رضوان ہوئے تو نواب میر اکبر علیخاں بہادر سکندر جاہ ثالث مسند نشین ہوئے اور نواب ارسطو جاہ بہادر حسب سابق مدارالمہام ہوئے اور ماہ لقابائی کا بھی ستارہ عروج پر رہا وہی نوازشات شاہی شامل رہے جب نواب ارسطو جاہ نے رحلت پائی تو نواب میر عالم بہادر مدارالمہام ہوئے اور ماہ لقابائی اون کی مصاحب خاص ہوگئیں چونکہ نواب میر عالم بہادر قدرداں اہل کمال تھے اس لئے ماہ لقابائی کی صحبت سے کمال محظوظ ہوتے تھے اکثر شعر گوئی کی صحبت گرم رہا کرتی تھی اور ماہ لقابائی نے شاعری میں نواب میر عالم بہادر کی شاگردی کا شرف بھی حاصل کیا تھا ماہ لقابائی کو شعر گوئی کا بیحد شوق تھا اور جناب امیر علیہ السلام سے کمال اعتقاد رکھتی تھیں چنانچہ اون کا طبعزاد ایک مختصر سا دیوان اردو میں طبع و شائع ہوچکا اور نام گلزار ماہ لقابائی ہے تمام غزلیات بالالتزام پانچ شعری ہیں اور ہر ایک مقطع میں جناب امیر علیہ السلام سے توسل حاصل کیا ہے پانچ مقطع ذیل میں ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

بجز حق کے کوئی کب واقف وصف شما ہو ــــ ہر چند افلاک پر بھی یہی نکتہ بیاں گویا

ان چند کو ترکیب نو جوانی پر نازاں ــــ جہاں کو ہر دم ہے بحر وسم مرتضیٰؑ سے پیرکا

نہ چند کو تہنیت کی نہ حقیقت جنت ــــ رکھے ہے دو جہاں میں حیدر کرارؑ نے مطلب

یا علیؑ حشر میں دو چند اکرو ــــ آب کوثر کی خوش گوار شراب

کرکے چند آنکھیں ساقی شہ مرداں سے ــــ پائے دولت کونین عنایات کے وقت

بہر حال باوصف تمام ثروت و حشمت اخلاق و تواضع بہت بڑے ہوئے تھے

اکتساب علم کے لئے اکثر فضلا، علما، شعرا کی صحبت گرم رہتی تھی چونکہ طبیعت موزوں پائی تھی اس لئے لطیفہ گوئی اور حاضر جوابی میں شہرۂ آفاق تھیں ہمیشہ مختلف لباس سے آراستہ و پیراستہ رہتی تھیں اکثر کتب و سیر وغیرہ کا مطالعہ کرتی تھیں کتاب خانہ ہر ایک علم و فن کے کتب سے مملو تھا متعدد کاتب ملازم تھے جو کتاب نئی نظر آجاتی فوراً اوس کی نقل کرلی جاتی تھی۔ ہر روز ہزاروں فقرا و مساکین کا ہجوم رہتا تھا اور سادات کرام و مشائخین عظام کو بعنوان نذر و نیاز بہت کچھ عطا کرتی تھیں۔

اپنے وقت کی بہت پابند تھیں۔ روزانہ علی الصباح بیدار ہوتی تھیں بعد وضو نماز ادا کرکے وظائف میں مشغول رہتیں اور صحیفہ کاملہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام پڑھ کر طلوع آفتاب کے بعد کلام مجید کی تلاوت میر علی عرف لاڈلے صاحب سے کرتی تھیں جب چاشت کا وقت آتا دسترخوان چنا جاتا تھا۔ قسم قسم کے کھانے ہوتے تھے خود بہت کم خوراک تھیں تھوڑا سا کھانے کے بعد وہ کھانا تمام خویش و رفقا میں تقسیم کردیا جاتا تھا۔

اس کے بعد بالاخانہ پر تھوڑی دیر سو جاتیں پھر نماز ظہرین کے بعد تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتی تھیں سہ پہر میں منشی متصدی اور اہل کارخانہ جات حاضر ہوکر افراد حسابات ملاحظہ میں گزرانتے جب اس سے فراغت پاتیں تو دو بزرگ حاضر ہوتے۔ اون سے روضۃ الصفا، حبیب السیر، جلاء العیون، نادر نامہ وغیرہ مطالعہ کرتی تھیں جب شام ہوتی تو نماز مغربین ادا کرتی تھیں بعد ازاں فن موسیقی کے اساتذہ حاضر ہوتے اور رقص و سرود کی تعلیم شروع ہوتی۔ چنانچہ کنیزاں مہ پارہ مردنگ و سارنگ و جلترنگ وغیرہ بجاتے جو خوش الحانی میں ہم آواز رباب و چنگ تھے۔ خود بھی علم موسیقی میں کامل الفن تھیں لیکن پھر بھی خوش حال خاں صاحب سے اوس کے نکات و دقیقہ دریافت کرتی رہتی تھیں۔

مہ لقا بائی کا انتقال سنہ ۱۲۳۴ھ میں ہوا کسی نے کیا خوب تاریخ نکالی ہے جو اس کے مقبرہ پر کندہ ہے اس حساب سے غالباً ان کا سن (۵۹) سال کا تھا۔ تاریخ انتقال ذیل میں درج ہے

ہاتف غیبی ندا داد بتاریخ او — راہی جنت شدہ ماہ لقائے کن

۱۲۳۴ھ

یہہ مقبرہ پائین کوہ شریف ایک اعلیٰ درجہ کی عمارت ہے اور خانہ باغ بھی ہے - باغ کے دروازوں کے سامنے جلوہ خانہ بطور سرای کے مستحکم ہے - اب تک ہزارہا آدمی ہمیشہ عرس کے موقع پر اس سے راحت و آرام حاصل کرتے ہیں - اور کوہ شریف پر بھی ایک عاشور خانہ نہایت مستحکم بنایا ہوا ہے - ابھی حالت میں سب اور آئیں علم مبارک استادہ ہوتے ہیں بہر حال ماہ لقا بائی کے تین سو کنیز اور متعدد خانہ زاد تھے منجملہ ان کے دو چھوکریاں موسوم بہ حسین افزا بائی و حسین لقا بائی سر برآوردہ و ممتاز تھیں چنانچہ بعد انتقال ماہ لقا بائی یہی دونوں چھیاں تمام مال و اسباب کی مالک ہوئیں علاوہ عمارات و باغات و زر و جواہر و اسباب وغیرہ کے ایک کروڑ روپیہ نقد تھا۔ پنیال، سید پلی، حیدر گوڑہ، چیدا پچھے پلے پہاڑ مقطعہ علی باغ، مقطعہ اڈی میٹ جاگیرات بھی تھیں چنانچہ بعد انتقال ماہ لقا بائی نواب سکندر جاہ بہادر نے مہاراجہ چندو لال بہادر کے نام حکم صادر فرمایا کہ ماہ لقا بائی کی تمام جائیداد و جاگیرات نگرانی میں لے لئے جائیں اور کنیزوں و خانہ زادوں کو حسب مناسب تنخواہ کر دی جائے پس حسب فرمان مہاراجہ بہادر نے شاہی ضبطی کے احکام جاری کئے اس کے بعد کنیزوں کو اور خانہ زادوں کو فی نائکہ دس روپیہ فی کنیز پانچ روپیہ فی خانہ زاد ساتھ روپیہ کے حساب سے تنخواہیں اجرا فرمائیں۔

جب نواب ناصر الدولہ بہادر سریر آرائے سلطنت ہوئے تو حسین افزا اور حسین لقا بائی کا ستارہ اقبال پر آیا اور ماہ لقا بائی کا تمام مال و اسباب ان دونوں کو واپس فرمایا اور جاگیرات بھی بحال کر دیئے گئے چنانچہ یہ دونوں اپنے زمانہ زندگی تک نجیب پرور صاحب سلوک و قدر دان و فیاض رہیں اور اعلیٰ درجہ کی سوز خوانی کرتی تھیں ان کی فیاضی و قدر دانی بھی مشہور و معروف ہے حسین افزا بائی نے سنہ ۱۲۶۰ھ میں انتقال کیا اور حسین لقا بائی نے سنہ ۱۲۶۲ھ میں وفات پائی ان دونو کے بعد شیرازہ پریشان ہو گیا اور تمام لوگ سرگرداں ہو گئے۔
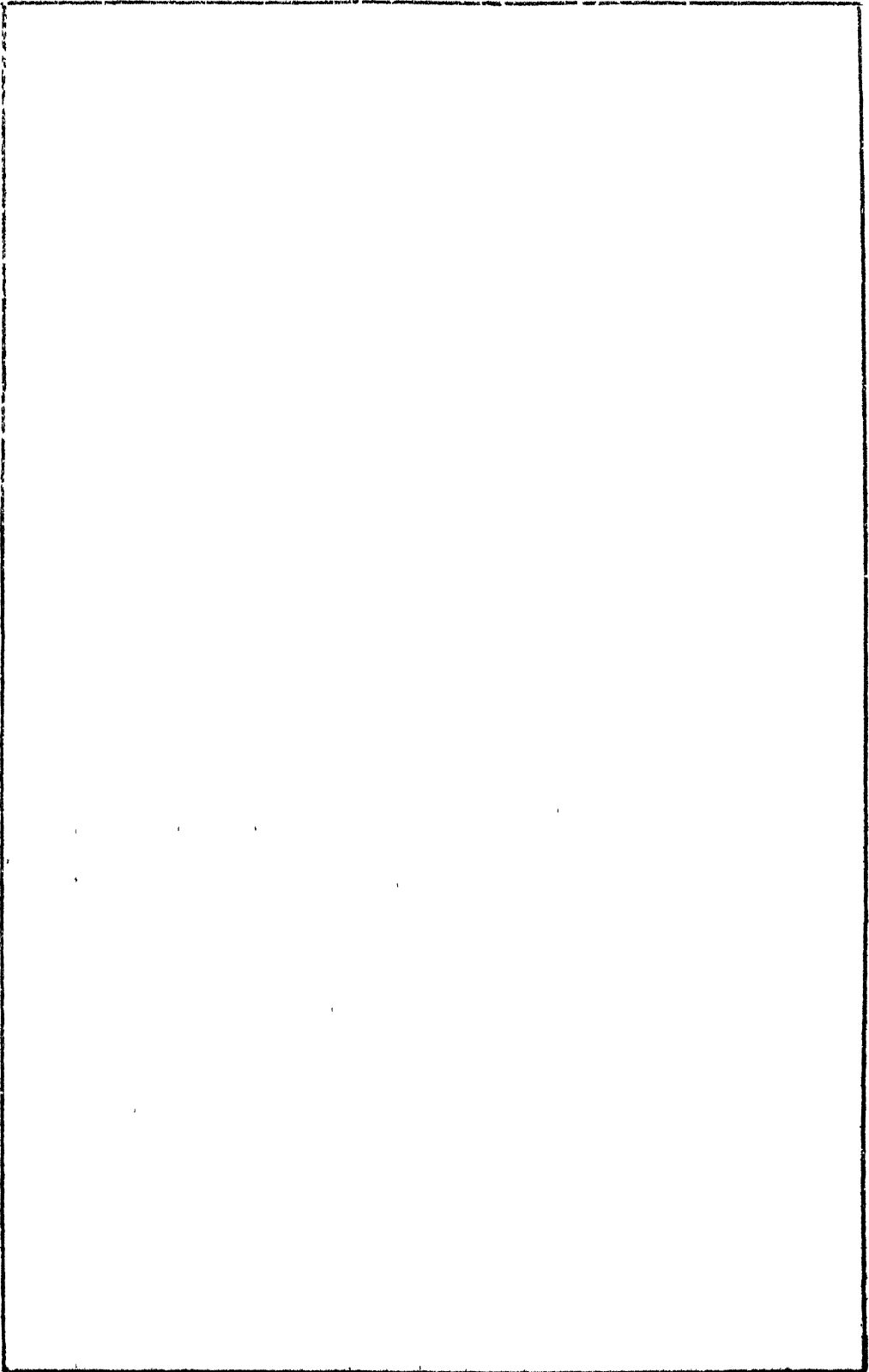
آصف جاہ ثالث نواب سکندر جاہ بہادر

مغفرت منزل رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۱۸ھ - ۱۲۴۴ھ

فہرست

(نمبر) (صفحہ)

(۱) عام حالات تعزیہ داری (۳۹)

(۲) حالات نواب رئیس الملک سلیمان جاہ بہادر (۴۰)

(۳) حالات خوشحال خاں صاحب سوزخواں (۴۱)

عہد آصف جاہ ثالث

آپ کے عہد میں بھی حسب سابق سرکاری میں جماعتیں مرثیہ خوانوں کی تھیں اوس کے جملہ مصارف سلطنت سے متعلق تھے سب کو کافی ماہواریں جاری تھیں تعلیم کے لئے باقاعدہ اوستاد مقرر تھے۔

شہزادہ نواب سلیمان جاہ بہادر و شہزادہ نواب کیواں جاہ بہادر صاحبزادہ گان نواب نظام علیخاں بہادر جن کو نواب ارسطو جاہ بہادر نے تعلیم و تربیت فرمایا تھا۔ اس عہد ہمایوں میں اپنی خوش اعتقادی اور شوق سے اپنے عاشور خانہ میں مرثیہ خوانی فرماتے تھے مگر نواب سلیمان جاہ بہادر کو مرثیہ خوانی سے بہت زیادہ شوق تھا جن کے حالات آئندہ تحریر ہیں۔

حضرت جہاں پرور بیگم صاحبہ کے محل میں ہمیشہ ایام عزا میں مجالس و تعزیہ داری ہوتی تھی اور خود نواب سکندر جاہ بہادر بھی کبھی کبھی تشریف لاکر شرکت فرماتے تھے۔

آپ کے عہد سلطنت میں کچھ دن نواب ارسطو جاہ بہادر وزیر اعظم رہے اوس کے بعد نواب میر عالم بہادر اون کے بعد نواب منیر الملک بہادر اور اس کے بعد مہاراجہ چندو لال بہادر عہدہ جلیلہ وزارت پر ممتاز ہوے یہ سب وزرائے سلطنت بھی اپنے اپنے دور حکومت میں بڑی جد و جہد کیساتھ عزاداری امام مظلوم میں حصہ لیتے رہے اس کے علاوہ امرائے سلطنت بھی اپنے حوصلہ سے زیادہ اپنی خوش اعتقادی سے روز بروز عزاداری کو ترقی دیتے رہے۔

نواب رئیس الملک سلیمان جاہ بہادر

شہزادہ نواب رئیس الملک سلیمان جاہ بہادر و شہزادہ نواب سیف الملک کیواں جاہ بہادر یہ دونوں شہزادے اعلےٰ درجہ کی مرثیہ خوانی فرماتے تھے خصوصاً شہزادہ نواب سلیمان جاہ بہادر کو رات دن یہی شوق و ذوق تھا اور یہی شغل رہتا تھا اور ہمیشہ مرثیہ بھی فرماتے تھے اور ہزارہا روپیہ خرچ کر کے لکھنؤ سے عمدہ عمدہ مراثی منگوا کر اور اچھے اچھے خوشنویسوں سے لکھوا کے جمع فرماتے تھے اور بڑے بڑے استادوں کو تعلیم ذاکری حاصل کرنے کے لئے مقرر فرماتے تھے ان کے پڑھنے کے اکثر مرثیہ (۸۰ یا ۹۰) بند کے ہوتے تھے ہر سال اپنے عاشور خانہ کے عشرۂ اول میں خاص اہتمام کے ساتھ خود ذاکری فرماتے تھے اور اس کے علاوہ اربعین تک متعدد مجالس پڑھتے تھے۔

یہ دونوں شہزادے اپنے مذہب کے بڑے جوشیلے تھے ان کی تعلیم و تربیت نواب ارسطو جاہ نے اعلےٰ اصول پر فرمائی تھی۔ ان کی اولاد میں بعض شیعہ مذہب رکھتے ہیں اور بعض اہل سنت ہیں اب ان کا عاشور خانہ نامدار النساء بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی میں سرکاری طور پر استادہ ہوتا ہے ان کی ہستی قابل قدر اور یادگار تھی بہت بڑے ذی علم صاحب فہم اور زودرس و مدبر سمجھے جاتے تھے اور لیاقت بھی ان کی مانی ہوئی تھی مگر امور سلطنت میں کبھی دخل نہیں دیا معاملہ کو بہت سوچ سمجھ کر انجام دیتے تھے ان کا عاشور خانہ اور محل اور دیگر شاندار عمارتیں اب تک موجود ہیں اکثر مکانوں میں اس وقت سرکاری دفاتر موجود ہیں گو اس وقت بہت کچھ خراب ہو گئے مگر موجودہ عمارات سے بھی شان و شوکت ظاہر و نمایاں ہوتی ہے ان کا مزار جیاگوڑہ میں ہے سرکاری ذریعہ سے نواب سلیمان جاہ مرحوم کا عرس بہ نگرانی محکمہ امور مذہبی علاقہ صرف خاص مبارک (۲۷) ذیحجہ کو صندل اور (۲۸) ذیحجہ کو چراغاں ہوتے ہیں۔

از سوانح نواب سلیمان جاہ بہادر (قلمی)

خوشحال خاں صاحب سوز خواں

یہ بہت بڑے صاحب کمال تھے اور اپنے فن علم موسیقی میں یکتائے روزگار ہونے کی وجہ خطاب کلاونت حاصل کیا تھا جس طرح اپنے فن میں کامل تھے اوسی طرح سوز خوانی میں بھی ان کا مثل و نظیر نہیں تھا سوز خوانی بہت کم کرتے تھے لیکن ماہ محرم و صفر میں اکثر مجالس میں اعتقاداً ذاکری کرتے تھے جب اون کی ذاکری کی کوئی مجلس منعقد ہوتی تھی تو لوگ جوق جوق سننے کے لیے دور دور سے شریک مجلس ہوتے خوب مال کار حاصل ہوتا ان کی ذاکری میں ایک اثر خاص تھا اور مقبول ذاکر تھے ۔ بڑے خوش اعتقاد آدمی تھے اپنا مال ہمیشہ نیک کاموں میں صرف کیا۔ مہ لقا بائی ان کی بڑی عزت و وقعت کرتی تھیں ان کے شاگرد بہت تھے مگر مشہور و معروف مہ لقا بائی سے کوئی زیادہ نہیں ہوا۔ امام حسین علیہ السلام کے حالات میں زبان سنسکرت میں متعدد دوہے کہے تھے۔ ان کے مختصر حالات ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں تفصیلی حالات تاریخ دکن گلزار آصفیہ وغیرہ میں ملاحظہ ہوں۔

اکبر بادشاہ کے عہد میں میاں تان سین (جو قوم کا راجپوت کوت کہندارا تھا) نے علم موسیقی میں کمال تجربہ حاصل کیا تھا چنانچہ اس کمال کے بدولت بادشاہ کے بارگاہ سے (کلاونت) خطاب حاصل کیا اور اس کے بعد تان سین کا نواسا میاں نعمت مشہور بہ سدا رنگ جو میاں تان سین کا ثانی بلکہ اوس سے بھی ممتاز تر تھا اور محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں فن موسیقی کی وجہ سے مقرب و مصاحب ہو گیا تھا اور منصب پنج ہزاری و خطاب خانی و خطاب (کلاونت) سے بھی سرفراز ہوا تھا گانے بجانے میں سدا رنگ کی تعریف و توصیف خارج از بیان ہے چنانچہ بادشاہ کے مصاحبت میں اس قدر اقتدار حاصل ہو گیا تھا کہ ہر وقت بارگاہ حضوری میں باریاب رہتا تھا بلا قید اوقات باریاب ہونے کی اجازت تھی اس کے بعد فیروز خاں مشہور بہ ادا رنگ جو میاں نعمت سدا رنگ کا شاگرد تھا و علم موسیقی میں بے نظیر اور شہرہ آفاق ہوا چنانچہ فیروز خاں ادا رنگ کے نغمات مثل ابو نصر فارابی کے تھے جس وقت چاہتا اپنے گانے سے رونے والوں کو ہنسا دیتا تھا اور اوسی راگ کو ایسا مقلوب کرتا کہ ہنسنے والے کو رلا دیتا تھا۔ اس کے پانسو شاگرد تھے ۔ ہر ایک اپنے فن میں کامل تھا لیکن ان میں کریم خاں قوم راجپوت کوت کہندارا جو رشتہ میں تان سین کا نواسا تھا مشتثنٰے اور کامل تھا جس کا شہرہ تمام ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا جس وقت نواب

حیدر علی خاں (حیدر ناٹک) ملک کرناٹک (دکن) پر حکمراں تھا اوس کا ایک عزیز حلیم خان افغان میانہ سانور میں حاکم تھا جس نے کمال اشتیاق کے ساتھ کریم خاں کو معقول رقم بھیج کر ہندوستان سے طلب کیا تھا چنانچہ کریم خاں حسب طلب وارد دکن ہوکر حلیم خاں کی ملازمت اختیار کیا چونکہ حلیم خاں علم موسیقی سے ماہر نہ تھا صرف سننے کا شوق رکھتا تھا اس لئے کریم خاں بر داشتہ خاطر ہوکر حیدرآباد آیا اور نو سال تک راجہ ارگھنا تھد داس و راجہ بھوانی داس جو راجہ چندو لال بہادر مدار المہام کے چچا زاد بھائی تھے اون کی سرکار میں بوجہ جوہر شناسی وقدر ذاتی کے ملازمت اختیار کی اس کے بعد دس سال تک نواب شکوہ جنگ بہادر جو نواب نظام علی خاں بہادر حضرت غفراں ماب کے بھانجے داماد تھے انکی سرکار میں بسر کیا بعد ازاں بتقضاء الٰہی انتقال کیا ان کا مزار کوہ شریف کے راستہ میں موجود ہے۔ مرحوم کے دو فرزند تھے ایک رضا خاں دوسرے خوشحال خاں ان کا تخلص انوپ تھا فرزند اخر الذکر علم موسیقی اور زبان بندی مثل برج بہا کا و تصنیف کبت و دوہہ وغیرہ میں اپنے باپ سے بہتر اور کامل تھے جس کی تصدیق ہر ایک ماہر خاص نے کی تھی لیکن چند روز کے بعد بر داشتہ خاطر ہوکر ہندوستان کا ارادہ کیا۔ مگر ماہ لقا بائی نے بمقتضائے قدر دانی جانے نہ دیا چنانچہ خوشحال خاں نے اوس کی قدر دانی پر حویلی خاصہ رنگ میں جو ماہ لقا بائی کا مکان تھا سکونت اختیار کی۔ اگرچہ مہاراجہ چندو لال بہادر مدار المہام نے خوشحال خاں کو پچاس سوار و منصب سے سرفراز فرمایا تھا لیکن سکونت ماہ لقا بائی کے پاس ہی تھی۔ کبھی کبھی یاد آوری کے موقع پر مہاراجہ بہادر کے پاس جاتے تھے اس کے سوا عیدین کے موقع پر نذر کے لئے حاضر ہوتے تھے اور مہ لقا بائی ان کی دلدہی اور دلجوئی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھتی تھی اور ہزار ہا روپیہ سے سلوک وسلوک کرتی تھی خوشحال خاں نے ماہ لقا بائی کے گھر میں ہی انتقال کیا ان کی قبر پائین کوہ شریف اپنے مقبرہ میں ہے کسی نے ان کی تاریخ رحلت کیا خوب نظم فرمائی ہے۔

تاریخ خوشحال خاں صاحب

خوشا نصیب کہ خوشحال خاں بکوہ شریف	کمان و مسجد عاشور خانہ ذیشاں
بہ حسن نیت پاک و زراہ صدق وصفا	سراو تکیہ برائے خدا چوں کرد بنا
خرد بسال بنا ہا بگفت مصرعہ خوش	بنا نہاد بہ قانون خوب روا فنرا

ان کی ایک مسجد سرِ بفلک یادگار خوشحال خاں بلدہ میں قریب زنانی پھاٹک موجود ہے اور مسجد خوشحال کے نام سے موسوم ہے اور بمقام کوہ شریف ایک عاشور خانہ عالی شان اور ایک مسجد اور ایک کمان عالی کمان خوشحال خاں کے نام سے مشہور ہے اور کمان کے سامنے ایک جلوہ خانہ اور اطراف مسافرین و زائرین شریف کے لئے ایک پختہ سرا ہے جس میں اب تک ہمیشہ راست رو مسافرین و زائرین نذر و نیاز کرتے ہیں فی زمانہ اکثر عمارت جابجا سے منہدم ہو گئی ہے۔
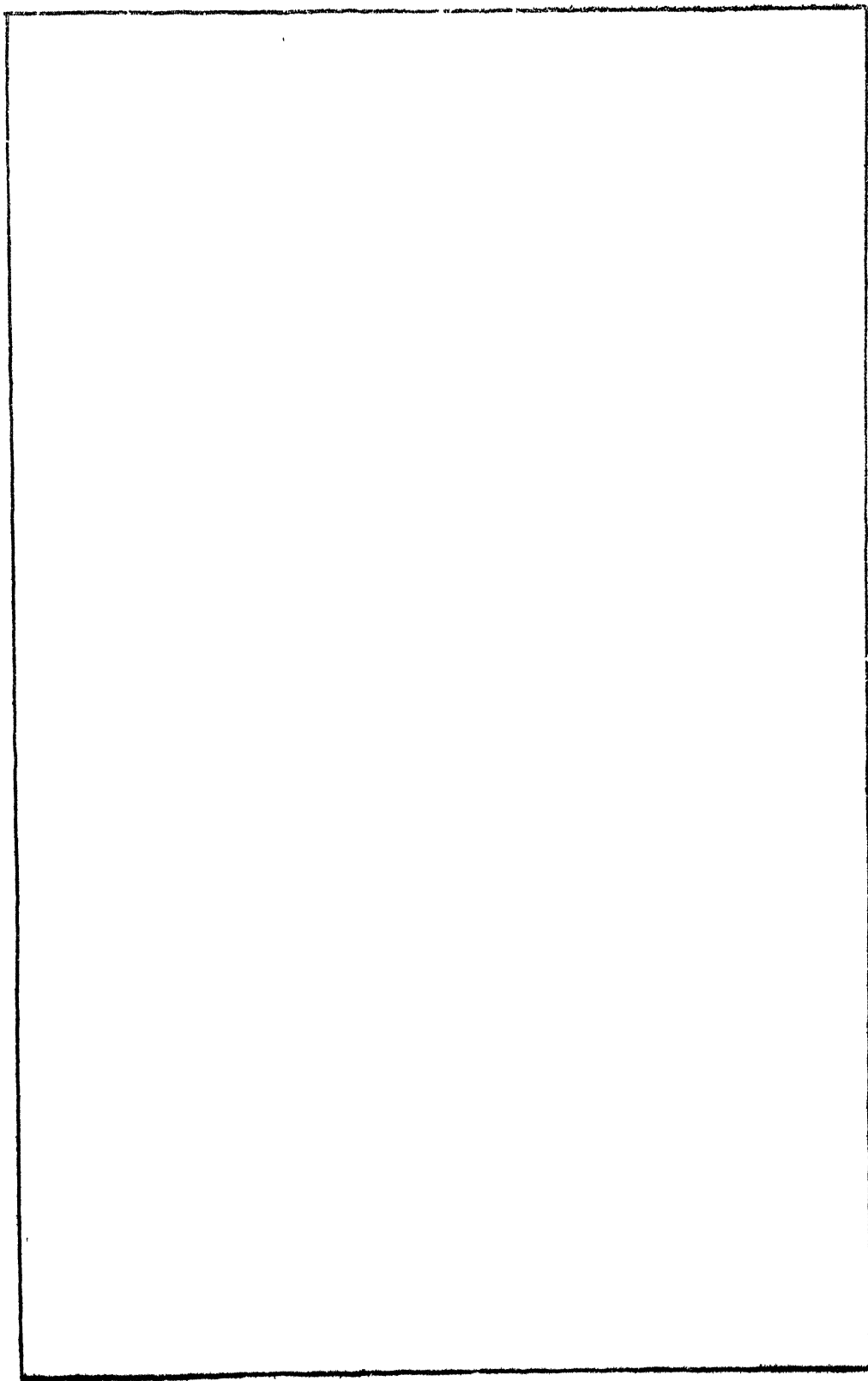
حضرت غفران منزل رحمتہ اللہ علیہ

نواب ناصر الدولہ بہادر آصف جاہ رابع

۱۲۴۴ھ تا ۱۲۷۳ھ

فہرست

نمبر — صفحہ

(۱) عہد آصف جاہ رابع .... (۴۷)

(۲) واحد خاں صاحب مرثیہ خوان .... (۴۹)

(۳) حسن صاحب مرثیہ خوان .... (۵۴)

(۴) سید ولی صاحب مرثیہ خوان .... (۵۶)

(۵) سید غلام اصغر صاحب مرثیہ خوان .... (۵۹)

(۶) کریم صاحب مرثیہ خوان .... (۶۲)

(۷) حاجی محمد خاں صاحب مرثیہ خوان .... (۶۳)

(۸) خادم علی صاحب مرثیہ خوان .... (۶۴)

(۹) مرزا عباس صاحب سوز خاں .... (۶۵)

آپ کے عہد میں عزاداری امام کے لئے سلطنت سے ہزار ہا روپیہ کے اخراجات مقرر تھے اور ہر شخص امیر و
فقیر با اطمینان تمام نہایت خلوص سے عزاداری کرتا تھا چنانچہ خود بدولت بھی اس میں بہت حصہ لیتے تھے اور
جو جو چیزیں قدامت سے جاری تھیں وہ سب برقرار رہیں اس کے علاوہ آپ نے نذر و نیازات میں بہت
کچھ اضافہ فرمایا آپ کو عزاداری کا بہت خیال تھا اور آپ حضرت امام حسین علیہ السلام سے قلبی محبت رکھتے
تھے آپ کو جہان پرور بیگم صاحبہ نے پرورش فرمایا۔ اور بہت اچھی طرح باقاعدہ تعلیم و تربیت
میں حصہ لیا تھا جو نواب سپہدار جنگ سیف الدولہ بہادر عرف مالی میاں کی دختر اور نواب ارسطو جاہ بہادر کی
پوتی تھیں حالانکہ ان کے فرزند نواب میر تفضل علیخاں بہادر عرف میر بادشاہ تھے مگر بیگم صاحبہ نے نواب ناصر الدولہ
بہادر کو پرورش فرمایا تھا اس سبب سے اپنے بیٹے پر ترجیح دے کر نواب ناصر الدولہ بہادر کو تخت سلطنت پر جلوہ
افروز فرمایا یہ واقعہ بہت مشہور ہے۔

بیگم صاحبہ کے پاس ہمیشہ عزاداری ہوتی تھی آپ کے مجالس میں اکثر نواب سکندر جاہ بہادر بھی شرکت فرماتے
تھے بیگم صاحبہ کی دو صاحبزادیاں تھیں ایک نا کتخدا انتقال فرمائیں دوسری کی شادی میر ابوالقاسم صاحب نواب
نصیب الدولہ بہادر سے نواب ناصر الدولہ بہادر نے اپنے عہد میں کردی۔

آپ نے اپنے عہد سلطنت میں سلاطین قطب شاہیہ کے قبور کے لئے بغرض عود و گل معمول جاری فرمایا اور
درستگی مقبرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور حفاظ برائے ختم قرآن مقرر فرمائے جس کا سلسلہ آج تک جاری و قایم ہے

آپ اکثر الاوہ بی بی کو علم مبارک کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے

آپ کے عہد سلطنت میں ضریح الاوہ بیتیاں ماتم کے ساتھ اوٹھائی جاتی تھی بلکہ آپ خود حویلی قدیم سے
زیارت فرماتے جو سرکار سے نذر و نیازات و معمول مقرر تھے اوس کے علاوہ دیوانی سے بھی علحدہ معمول مقرر
فرمایا۔

آپ کی توجہ کی وجہ سے مہاراجہ چندو لال بہادر مدار المہام بھی عزاداری امام علیہ السلام میں بہت حصہ لیتے

تھے مہاراجہ بہادر کے پاس بیس پچیس مرثیہ خوانوں کی جماعتیں ملازم تھیں۔ محرم میں روزانہ شب میں مجلس ہوتی تھی جس کے مرثیہ پر زیادہ گریہ وزاری ہوتی اوس کو انعام دیا جاتا اور دوشالہ اوڑھایا جاتا تھا۔

سلطنت کی جانب سے بھی سترہ یا بیس جماعتیں مرثیہ خوانی کرتی تھیں جن میں سے منتخب اور اعلیٰ درجہ کے مرثیہ خوان ہمیشہ باریاب رہتے اور پیشی مبارک میں مرثیہ خوانی کا شرف حاصل کرتے نذر و نیازات اور مذہبی امور زیادہ تر انہیں مرثیہ خوانوں کے ذریعہ انجام پاتے۔

بہرحال آپ کا زمانہ مثل اپنے بزرگوں کے نہایت امن و امان سے گزر رہا تھا ہندو مسلمان سنی اور شیعہ اپنے فرائض مذہبی کو بآزادی تمام انجام دیتے تھے اور سلطنت کی جانب سے کوئی مزاحمت نہ ہوتی تھی اور عزاداری میں ہمیشہ ہندو مسلمانوں سے زیادہ میدان عمل میں آگے آگے رہتے تھے سنی اور شیعہ تو بالکل ایک تھے مگر کچھ ناعاقبت اندیش سلطنت کے دشمنوں نے محض بغض للہ لوگوں کو فراہم کرکے اپنے بنا کر اور ہزارہا روپیہ صرف کرکے مذہبی جھگڑا چھیڑ دیا جس کی وجہ سے سنی و شیعہ فساد ۱۲۶۶ھ میں برپا ہو گیا مگر واہ رے منتظم سلطنت نواب سراج الملک بہادر مدار المہام اور نواب طالب الدولہ بہادر کوتوال نے نہایت فراست و دانائی اور حکمت عملی سے اس واقعہ کو فرو کردیا ورنہ بہت کشت و خون ہوتا جس کا تفصیلی حال آئندہ مرزا عباس صاحب سوز خاں کے حالات میں ملاحظہ فرمائیں۔

بہرحال آپ کو اہلبیت علیہ السلام سے بہت محبت تھی اور عزاداری امام حسین علیہ السلام سے خاص دلچسپی تھی آپ کے معلومات بہت وسیع تھے اور آپ بڑے ذی علم لایق و فایق تھے عربی و فارسی میں آپ کا مثل و نظیر نہیں تھا اچھے استادوں سے تعلیم حاصل فرمائی تھی۔

آپ کے عہد میں پہلے مہاراجہ چندولال بہادر دیوان رہے اوس کے بعد کچھ دن راجہ رام بخش دیوانی کا کام انجام دیا اس کے بعد نواب سراج الملک بہادر مدار المہام ہوئے پھر کچھ دن کے لئے وہ ہٹادیئے گئے اور شمس الامرا بہادر وزارت کا کام کرنے لگے جب ان سے نہیں سنبھلا تو نواب سراج الملک بہادر دوبارہ وزیراعظم ہوئے ان کے انتقال کے بعد نواب مختار الملک بہادر کو اپنے چچا کی جگہ سرفرازی ہوئی۔

واحد خاں صاحب مرثیہ خواں مرحوم

یہ بلدہ حیدرآباد دکن کے بہت بڑے ذاکر تھے اور ذاکری میں کامل مہارت و اعلیٰ درجہ کی قابلیت رکھتے تھے۔ ان کے معلومات بھی بہت وسیع تھے اپنے ہمعصروں میں ان کا مثل نظیر نہ تھا ایک سوز کو سچائی قسم سے پڑھتے تھے ان کی عزت و وقعت بلدہ میں بہت تھی اور اطراف و اکناف حیدرآباد بلکہ تمام بلاد ہند میں ان کا نام نامی مشہور تھا۔ یہ بہت سلیس سلیس مرثیہ پڑھتے تھے مگر ان کے سلیس مرثیہ تیر و خنجر کا کام کرتے تھے ان کی مجالس میں زیادہ حضرات اہل سنت شوق سے شریک ہوتے تھے اور ان کا پڑھنا بہت پسند کرتے تھے اکثر اہل سنت موسیقی اور مرثیہ خوانی میں ان کے شاگرد تھے۔ ان کو بہت غصہ تھا اور غصے والے مشہور تھے۔ ان کے اہل و عیال ان سے بہت ڈرتے تھے یہ ہمیشہ جبیں بہ جبیں رہتے تھے اور بہت کم بات چیت کرتے تھے مگر ان کا کمال ایسا تھا کہ ہر شخص ان کا شیدا تھا اور دل سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔

اوائل زمانہ شباب میں یہ بہت بدگلو تھے مگر اس قدر محنت شاقہ کی کہ بیان سے باہر ہے وطن چھوڑا۔ بیرون ممالک میں رہے طرح طرح کی آفت و مصیبت جھیلی جب اتنا نام ہوا کہ قدیم لوگ اس وقت تک یاد کرتے ہیں کہ عجب ہستی تھی ایسے لوگ کہاں پیدا ہوتے ہیں بلکہ یکتائے روزگار ہوئے اور تمام بلاد ہند میں مشہور ہو گئے ان کا نام نامی سن کر ایک دفعہ نواب محمد غلام غوث خاں بہادر والی مدراس نے حیدرآباد سے دو مرثیہ خوانوں کو طلب فرمایا ایک واحد خاں صاحب دوسرے حسن صاحب مرثیہ خوان۔ مدراس جانے کے بعد نواب صاحب بڑی عزت و توقیر سے پیش آئے اور مجالس عزا مقرر کئے تمام شہر میں اعلان کیا گیا لوگ جوق جوق آنے لگے ہزارہا آدمی کا مجمع ہوا پہلا دن حسن صاحب کے لئے دوسرا دن واحد خاں صاحب کے لئے مقرر ہوا مگر پہلے دن حسن صاحب ذاکری کر نہ سکے کچھ رعب مجلس ہو گیا تو نواب صاحب نے یہ دیکھ کر واحد خاں صاحب کو بلوا کر پڑھوایا خوب مجلس ہوئی نواب صاحب بہت خوش ہوئے پھر دوسرے دن حسن صاحب نے ذاکری کی یہ بھی خوب مجلس ہوئی مگر واحد خاں صاحب کے نام کا سکہ جم گیا۔

نواب صاحب نے یاد فرما کر اپنا ایک قصیدہ مرحمت فرمایا کہ اس پر سوز رکھ کر پڑھو واحد خاں صاحب

نے ہر شعر ایک خاص طور پر رکھ کر پڑھا جس سے نواب صاحب اور علم موسیقی کے جاننے والوں نے خوب تعریف کی اور بہت خوش ہوئے۔ نواب صاحب نے چلتے وقت بہت انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔ اہل مدراس ان کے مرید خاص ہو گئے سیکڑوں آدمی شاگرد ہوئے ہر قسم کا سلوک مسلوک تحفہ و تحایف ساتھ کئے۔

ان کے شاگرد علاوہ حیدرآباد دکن و مدراس کے مچھلی بندر و بیگن پلی و ہندوستان میں کثرت سے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حیدرآباد میں بہت کم رہتے تھے ہمیشہ محرم و صفر کے بعد سفر اختیار کرتے تھے بہرحال تمام عمر انکی سیاحت میں گزری۔

حیدرآباد دکن کی طرز سوز خوانی کے موجد واحد خاں صاحب و حسن صاحب یہ دو تو بزرگوار ہیں انھوں نے بہ پاس خاطر علماء کرام اپنے طرز سوز خوانی کو بڑی حکمت سے بدل دیا اور ایک نئی صورت ایسی اختیار کی کہ جس کو علماء اکرام نے اپسند فرما کر سماعت فرمانے میں دریغ نہیں فرمایا موجودہ طرز کے سوز مرثیہ جو اس وقت ذاکرین حیدرآباد پڑھتے ہیں وہ تمام و کمال واحد خاں صاحب و حسن صاحب مرثیہ خوانان کے ایجاد کردہ ہیں انھوں نے ایک ایسا طریقہ نکالا کہ تمام بلاد حیدرآباد کے ذاکرین نے اسی کو رواج دیکر رونق دی۔

ان کی ذاکری کا عروج زمانہ سلطنت (غفراں منزل) یعنے نواب ناصرالدولہ رحمتہ اللہ علیہ تھا اور اسی زمانہ میں انتقال کئے ان کا مکان بمقام گولی گوڑہ قریب مسجد پتھر تھا وہاں سے میت لے جا کر تکیہ جان اللہ شاہ صاحب میں دفن کئے گئے ہزاروں آدمی میت کے ساتھ تھے جہاں قدیم سے ان کا حڈوا تھا مگر بعد طغیانی قبروں کا پتہ نہیں چلتا تمام قبور طغیانی میں نذر رودموسیٰ ہو گئے۔ قدیم سے یہ طرز تھا کہ آخر سال ماہ ذیحجہ میں مرثیہ خوانان بلدہ اپنی اپنی سالانہ مجلس کسی نہ کسی الادہ میں کرتے تھے اور اپنے کمالات اور نئے نئے مرثیہ اور نئے نئے سوز حاصل کر کے مومنین کو جمع کر کے سناتے اور تمام سوز خوانان و مرثیہ خوانان اوس کی داد دیتے تھے۔ چنانچہ ان کی مجلس سالانہ ۲۱ ذیحجہ کو بمقام نعل مبارک واقع پتھر گٹی ہوا کرتی تھی کثرت سے مجمع ہوتا تھا جس کا اہتمام سال بھر ہوتا تھا لوگ مدعو ہوتے تھے کھانے وغیرہ کا خاص انتظام کیا جاتا تھا اس قدر وعدے لئے جاتے تھے کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہوتے تھے

ان کے جد اعلے نواب نورالامرا بہادر مرحوم کے ساتھ دہلی سے آئے تھے ان کا اصلی وطن (دہانہ) بیان کیا جاتا ہے انکے آباء و اجداد کی کئی پشت حیدرآباد میں گزری۔ ان کے جد امجد کا نام (امام نواز خاں بہادر) تھا مہاراجہ راؤ رنبھا کی فوج کے سپہ سالار تھے مہاراجہ کا ان پر بہت بھروسہ اور اعتماد تھا اکثر معرکوں میں ساتھ رہے اور جہاں گئے خدا و عالم

کامیاب کیا چنانچہ اُن کو (خان بہادر) کا خطاب بھی حاصل ہوا تھا بڑی عزت و وقعت تھی اِن کے دو فرزند تھے ایک اسماعیل دین خاں صاحب دوسرے فتح علی خاں صاحب ان کا تعلق بھی مہاراجہ بہادر کے پاس سے تھا۔

اسماعیل دین خاں صاحب کو تین فرزند اور دو لڑکیاں تھیں بڑے فرزند واحد خاں صاحب اُون سے چھوٹے یسین خاں صاحب اون سے چھوٹے چاند خاں صاحب تھے آخر الذکر یہ دونو بھائی لاولد انتقال کئے۔

بڑی لڑکی کی شادی رستم علیخاں صاحب کے ساتھ ہوئی یہ نواب رزیڈنٹ بہادر حیدرآباد کے داروغہ تھے یہ اوس زمانے میں بہت مالدار سمجھے جاتے تھے اُن کی بھی دو لڑکیاں تھیں بڑی لڑکی کی شادی مرزا اعظم علی صاحب سے ہوئی اُون سے مرزا باقر علی صاحب مہتمم باغات مہاراجہ کشن پرشاد بہادر پیدا ہوے اب باقر علی صاحب کی اولاد کا سلسلہ مرزا مہدی علی صاحب سے جاری و قایم ہے۔

دوسری چھوٹی لڑکی ناکتخدا انتقال کی۔

فتح علی خاں صاحب کو ایک فرزند وزیر خاں صاحب تھے اُون سے ایک فرزند یسین خاں صاحب پیدا ہوا یہ بھی لاولد انتقال کئے۔

واحد خاں صاحب کی دو شادیاں ہوئیں پہلے بی بی مولوی سید جعفر حسین صاحب تحصیلدار علاقہ سرکار عالی کی بہن تھیں اُن سے جمال خاں صاحب مرثیہ خوان و یوسف خاں صاحب پیدا ہوے یوسف خاں صاحب لاولد انتقال کئے جمال خاں صاحب کا ذکر آیندہ تحریر کیا جاے گا۔ دوسری بی بی سے تراب خاں صاحب و فیض خاں صاحب اور ایک لڑکی پیدا ہوی۔ اس لڑکی کی شادی مراد علی خاں صاحب سوز خوان مرحوم سے ہوئی وہ بھی لاولد انتقال کی تراب خاں صاحب و فیض خاں صاحب کا حال آیندہ تفصیل سے تحریر کیا جاے گا۔

سمجھ میں آنے کے لئے شجرہ کی صورت خاندانی نام آیندہ صفحہ پر درج ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

محمدی بیگم مرحومہ
تراب خاں مرحوم
کاظم علی خاں مرحوم
نور علی خاں مرحوم
فدا علی خاں مرحوم
حسین علی خاں مرحوم
کنیز فاطمہ مرحومہ
محمدی بیگم صاحبہ
یاور خاں مرثیہ خواں
عباس علی خاں مرثیہ خواں
محمد علی خاں مرثیہ خواں
اختر بیگم
مرزا عابد علی
منی بیگم لاولد
منی بیگم لاولد
احمد حسین صاحب
بادشاہ بیگم صاحبہ
لاولد
چاند بیگم صاحبہ
واحد حسین صاحب

واحد خاں صاحب
لاولد
یوسف بیگم صاحبہ
لاولد
وزارت بیگم صاحبہ
لاولد
بی لالہ صاحبہ
لاولد
منی بیگم صاحبہ
لاولد
داروغہ
مرزا باقر علی صاحب
جمال خاں صاحب مرثیہ خواں
یوسف خاں صاحب
لاولد
فیض خاں صاحب مرثیہ خواں
تراب خاں صاحب مرثیہ خواں
ننھی بیگم
امیر بیگم صاحبہ
واحد خاں صاحب مرثیہ خواں
امامی بیگم صاحبہ
لاولد
مریم بیگم صاحبہ
یاسین خاں صاحب
لاولد
چاند خاں صاحب
لاولد
اسماعیل دین خاں صاحب
یاسین خاں صاحب
لاولد
وزیر خاں صاحب
فتح علیخاں صاحب

یہ حیدرآباد دکن کے منتخب اور اعلےٰ ذاکرین میں مشہور تھے اور فن ذاکری یعنے سوزخوانی میں کافی مہارت اور اعلےٰ قابلیت رکھتے تھے ان کے سوز مرثیہ آج تک مرثیہ خوانان حیدرآباد میں بہت زیادہ رائج ہیں ان کے شاگرد بلدہ میں اور اطراف واکناف بہت تھے منجملہ اون کے مومن علی صاحب مرثیہ خواں ساکن کال[illegible] وسید دلدار علی صاحب مرثیہ خواں خاص شاگردوں میں مشہور تھے۔

یہ بہت سنجیدہ عقلمند اور دور اندیش متین آدمی تھے نہایت متانت سے اپنی زندگی بسر کی کبھی کسی امیر کے پاس نہیں گئے اور نہ کبھی اپنی حاجت کسی سے ظاہر کی خود اہل فن واہل کمال انکے پاس روزانہ جمع ہوتے تھے اور اپنے فن ذاکری کے چرچے ہوا کرتے تھے۔

آخر سال ماہ ذی الحجہ میں مرثیہ خوانان سالانہ مجلس کرنے کا طریقہ قدیم سے مقرر تھا ہر مرثیہ خوان اپنی مجلس بڑے اہتمام سے کرتا تھا اور نیا مرثیہ اور نیا سوز ایجاد کرکے پڑھتا تھا اور اپنے ہمعصر ذاکرین کو جمع کرکے سناتا تھا علاوہ مرثیہ خوانان کے دوسرے حضرات بھی دُور دُور سے یہ مجالس سننے کے لئے اشتیاق کے ساتھ تشریف لاتے تھے۔

سال بھر اس مجلس کا انتظام کیا جاتا تھا اور ہر مرثیہ خوان اپنے اپنے کمال کا اظہار کرتا تھا۔ بہرحال انکی مجلس (۲۷ ذی الحجہ کو) دایرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں حضرت کی قبر پر ہوتی تھی۔ ایک سال کا اتفاق یہ ہے کہ انکے ایک شاگرد رشید سید دلدار علی صاحب مرثیہ خوان نے ان کا مرثیہ اور نیا سوز جو اس سال کے لئے یاد کیا گیا تھا پیش خوانی میں بیٹھ کر پڑھ دیا حسن صاحب کی پیشانی پر شکن تک نہ آئی۔ مرثیہ خوب پھلا پھولا خوب رقت ہوئی لوگوں نے حسن صاحب کی خوب تعریف کہ آپ کا کیا خوب شاگرد ہے اس کے بعد حسن صاحب کو لوگوں نے مجبور کیا کہ آپ بھی کچھ پڑھیں حسن صاحب نے کہا مجلس خوب ہوگئی میں پڑھا تو کیا اور میرا شاگرد پڑھا تو کیا ایک ہی بات ہے۔ بہرحال حسن صاحب نے نہیں پڑھا اور سید دلدار علی صاحب سے کہا کہ یہ جوانا مرگی کے چلے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کچھ دن بعد وہ نوجوان شباب کے عالم میں انتقال کیے۔

حسن صاحب کو کوئی اولاد ذکور نہیں تھی صرف ایک لڑکی تھی جس کی شادی سید اولیاں صاحب مرثیہ خوان سے ہوئی تھی بعین شباب کے عالم میں سید اولیاں صاحب کا انتقال ہوئے پر ان کی بی بی نے کربلائے معلی کو ہجرت کی مدت العمر وہیں رہیں اور وہیں انتقال کیا حسن صاحب کا انتقال حیدرآباد میں ہوا اور دائرہ حضرت میر مومن صاحب قدس سرہ میں دفن ہوئے۔

حسن صاحب کے بعد انکی مجلس سالانہ اون کے داماد سید اولیاں صاحب فرزند ولی صاحب مرثیہ خوان کرنے لگے جب اون کا بھی انتقال جوانی میں ہو گیا تو یہ مجلس سید ولی صاحب مرثیہ خوان کرنے لگے کہ یہ مجلس میرے فرزند کی یادگار ہے جب ان کا بھی انتقال ہو گیا تو کچھ دن درویش علی صاحب برادر ولی صاحب مرثیہ خوان کرنے لگے۔

سید ولی صاحب مرثیہ خواں مرحوم

یہ بہت سیدھا سیدھا مرثیہ پڑھتے تھے حیدرآباد کے مشہور مرثیہ خوانان میں ان کا شمار تھا امرائے بلدہ میں ان کی بڑی عزت و وقعت تھی بڑے بڑے لوگوں میں آمد ورفت تھی تمام مرثیہ خوانان اون کو استاد سمجھتے تھے سرکاری ملازم تھے مگر کے بھرے پورے تھے اس لئے اپنی زندگی نہایت شان وشوکت سے ضعیفی کے عالم تک بسر کی یہ اور ان کے چھوٹے بھائی سید غلام اصغر صاحب مرثیہ خوان دونوں مل کر گروہی مرثیہ خوانان کا کام انجام دیتے تھے مگر زیادہ حصہ انتظام سید غلام اصغر صاحب کے ذمہ تھا کبھی کبھی بعض مقامات پر بوجہ ضرورت یہ بھی شریک کار ہوجاتے تھے۔

یہ نہایت سنجیدہ دوراندیش باریک بین محتاط آدمی تھے اس کے علاوہ بہت سیر چشم بھی تھے۔ جب کبھی ان کے پاس کوئی تقریب مثل مجلس وغیرہ کے ہوتی تو مرثیہ خوانان کو بڑھواکر دوشالہ یا رومال اوڑھاتے تھے اور نذر بھی دیتے تھے مگر تراب خاں صاحب مرثیہ خوان سے بہ نسبت دوسرے مرثیہ خوانان کے زیادہ محبت کرتے تھے اور تراب خاں صاحب بھی اون کا بہت ادب اور پاس ولحاظ کرتے تھے بہرحال یہ بڑے وقعت کے آدمی تھے۔

ان کی سالانہ مجلس ۲۰ ذیحجہ کو درگاہ پنجہ شاہ ولایت میں ہوا کرتی تھی۔ یہ خود تا زندگی اوسی حالت ضعیفی میں نہایت متانت سے نیا مرثیہ پڑھتے تھے گویا ہر قمری سال میں یہ مرثیہ خوانوں کی آخری مجلس تھی اس مجلس کا بڑا انتظام کرتے تھے بہت سے آدمی علاوہ مرثیہ خوانوں کے مدعو ہوتے تھے تکلف سے کھانے کا انتظام کیا جاتا تھا اور اس مجلس کے لئے علاقہ صرف خاص مبارک سے سالانہ (ماہ عسہ ۱۲۵ یا صرف ما؎) بطور امداد سرکاری معمول بھی مقرر تھا مگر یہ اس سے زیادہ اپنی ذات سے بھی شریک کرتے تھے۔

حیدرآباد کے اکثر مرثیہ خوان ان کے شاگرد تھے اور جملہ مرثیہ خوانان ان کا سید غلام اصغر صاحب سے زیادہ ادب ولحاظ کرتے تھے ان کی بات بڑی وقعت کی سمجھی جاتی تھی۔

یہ دونو بھائی واحد خاں صاحب کے شاگرد تھے بعض اس کے خلاف بھی بیان کرتے ہیں العلم عنداللہ۔

ایک سال کا ذکر ہے کہ دنگل کوہ شریف میں حسب عادت گروہ مرثیہ خوانان فدا کری کرتے ہوئے قنادیل لیجا رہے تھے حضرت غفران مکان رحمۃ اللہ علیہ کوہ شریف پر باغ ابن صاحب [illegible] تھے۔ مرثیہ خوانی کی آواز سنکر ارشاد فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ نواب محبوب یار جنگ مرحوم نے عرض کیا کہ شاہ سرکار کی سلامتی کی ایک ایک قندیل کوہ شریف و کوہ قدم رسول و کوہ امام ضامن علیہ السلام پر مرثیہ خوانان چڑھا کر تین دن (۲۵ و ۲۶ و ۲۷) ربیع الاول کو مجلس و دنگل کرکے بعد ختم دنگل سرکار اور صاحبزادگان بلند اقبال و اہل ملک کے لئے دعا کرتے ہیں۔

یہہ سلسلہ زمانہ سلاطین قطب شاہیہ سے برابر جاری و قائم ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اچھا سب کو ٹہراؤ میں شریک ہوتا ہوں۔ بہرحال اپنی شرکت سے گروہ مرثیہ خوانان بلدہ کی عزت افزائی فرمائی اور حکم فرمایا کہ آج تو دنگل ہے انجام دیا جائے۔ اس کے بعد کوئی مرثیہ خوان بغیر میری اجازت کے نہ جائے میں سب کو سنونگا۔ بہرحال تینوں دنگل کے بعد سرکار نے سب مرثیہ خوانوں کو یاد فرمایا اور ایک ایک مرثیہ خوان کی ذاکری سماعت فرمائی۔ بعض مرثیہ خوانوں سے متعدد مرثیہ سنے اور سب کی تعریف فرماکر عزت افزائی فرمائی اور فرمایا کہ میں جب تک رخصت نہ کروں کوئی مرثیہ خوان یہاں سے نہ جائے۔ تمام مرثیہ خوان اپنے ذاتی مصارف برداشت کرکے قریب ایک ماہ یا اس سے زیادہ کوہ شریف پر مقیم رہے۔ سید ولی صاحب اور غلام اصغر صاحب روزانہ باریاب ہوتے تھے۔ سید ولی صاحب موقع محل کے طالب تھے اور شاہی آداب سے بھی واقف اور ان کی باتیں بھی نہایت متانت کی ہوتی تھیں۔ اگر کوئی بات دریافت فرمائی۔ اس کا جواب نہایت ادب سے عرض کیا۔ ورنہ خاموش رہے۔ اسی طرح روزانہ حاضر رہتے تھے مگر غلام اصغر صاحب زیادہ کوشاں تھے کہ جو کچھ بھی ہو جلد ہو۔ ہم کب تک یہاں رہیں۔ ہمارا نقصان ہو رہا ہے۔ مجالس جا رہے ہیں ہماری ذات سے کہاں تک کھائیں۔ ایک ایک سے ملتے تھے اور موقع کے طالب تھے۔ ان کا کوئی زور نہیں چلتا تھا۔ مجبور تھے اور ان ایام میں حضرت غفران مکان رحمۃ اللہ علیہ کو جناب سردار بیگم صاحبہ سے فرزند پیدا ہوا تھا۔ ہر روز عید اور ہر شب شب برات تھی۔ نہایت خوش و خرم تھے۔ خیر و خیرات بہت جاری تھی۔ ہزارہا غریب و فقیر عطیہ سلطانی سے مالامال ہو رہے تھے۔ مرثیہ خوانان کے متعلق خود بدولت کا خیال بہت اچھا تھا اور کئی مرتبہ ارشاد بھی فرماتے تھے کہ یہہ لوگ اگر ماہیں

ان کو عزت کے ساتھ رخصت کرنا چاہیے اور اکثر مرتبہ نواب محبوب یار جنگ مرحوم کے سامنے اظہار خیال بھی فرما چکے تھے کہ عنقریب ان کی رخصت کا انتظام کیا جائے اور اپنے دست مبارک سے سب کے نام بھی نوٹ فرمائے تھے مگر غلام اصغر صاحب کو انتہا کی جلدی تھی۔ کبھی کبھی یاد دہی بھی کرتے اور نواب محبوب یار جنگ مرحوم سے زیادہ اصرار تھا کہ آپ جلدی کوئی صورت نکالیں۔ نواب صاحب موصوف ہمیشہ تشفی دیتے تھے کہ انشاء اللہ دیر آید درست آید۔ جلدی نہ کرو میں بھی موقع کا طالب ہوں۔ سرکار نے وعدہ فرمایا ہے۔ موقع پر پھر عرض کرتا ہوں۔ اور یہی جواب نواب افسر الملک مرحوم نے بھی دیا۔ سید ولی صاحب ہر چند روکتے رہے مگر ایک دن غلام اصغر صاحب نے موقع پاکر عرض ہی کر دیا کہ سرکار ہم کو رخصت فرمائیں اور جو کچھ ہو مجھے ملے۔ میں سب کو تقسیم کر دوں گا۔ میں سب کا سر گروہ ہوں۔ سرکار نے ایک دفعہ سنا اور چپ ہو گئے اس کے بعد غلام اصغر صاحب نے وزیر صاحب فراش سے ملکر اور کچھ وعدہ وعید کرکے ایک درخواست پیش کر دی۔ اس وقت وزیر صاحب کی کمان بہت چڑھی ہوئی تھی۔ درخواست پر بھی یہی ارشاد فرمایا کہ ہاں مجھ کو ان لوگوں کا بہت خیال ہے۔ انشاء اللہ اس کے لئے انتظام کرتا ہوں۔ جب اس کو دس بارہ روز کا عرصہ ہوا تو ایک دن موقع پاکر غلام اصغر صاحب نے پھر عرض کیا۔ اب کیا تھا گستاخی کی پاداش میں وہاں سے نکال دئیے گئے۔ آنا جانا بند ہو گیا۔ تمام مرثیہ خوان کوہ شریف سے اسی طرح واپس ہو گئے بہر حال غلام اصغر صاحب کی جلد بازی نے خراب کیا ورنہ کچھ نہ کچھ ضرور لحاظ کیا جاتا۔ سید ولی صاحب کو اس قدر صدمہ اور رنج ہوا کہ بیان سے باہر مگر کیا کرتے۔ اس کے بعد وہ شہزادہ جو حضرت سردار بیگم صاحبہ سے تولد ہوا تھا اس کا بھی انتقال کوہ شریف پر ہی ہو گیا اور خود بدولت بھی کوہ شریف سے واپس بلدہ ہو گئے۔ سرکار کو اس بچہ کا بہت رنج ہوا۔

سید ولی صاحب کے ایک فرزند نامی سید اولیاں صاحب مرثیہ خوان تھے۔ ان کا عین شباب کے عالم میں انتقال ہو گیا ضعیف باپ کو جوان بیٹے کا صدمہ پناہ بخدا کیا کرتے جو مشیت ایزدی۔ بہر حال بہت بڑا صدمہ پہونچا۔ ان کے فرزند کا تفصیلی حال آیندہ ذکر کیا جائیگا۔ اس کے بعد ضعیفی کا عالم۔ پھر غلام اصغر صاحب چھوٹے بھائی بھی شہید ہوے۔ یہ غم بالائے غم ہوا۔ ان کا ذکر بھی آیندہ تفصیل کے ساتھ تحریر کیا جائیگا۔

بہر حال یہ دونوں صدمے اٹھانے کے بعد ضعیفی میں یہ بھی انتقال کئے۔ وقت انتقال ان کا سن غالبا

(۹۰) سال کا ہو گا رمیت میں تمام مرثیہ خوانان و مومنین کا کافی مجمع تھا۔ ایرانی گلی میں ان کا مکان ذاتی تھا وہیں انتقال کیئے۔ ان کی قبر دائرۂ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں واقع ہے۔

ان کا قد بہت بلند و بالا تھا۔ بالکل دبلے پتلے سنحی تھے۔ مگر رعب و داب ایسا تھا کہ لوگ ان سے بہت ڈرتے تھے۔ یہ قدیم وضع کے آدمی تھے۔ ان کا لباس بھی قدیم وضع کا تھا۔ ہمیشہ انگرکھا کلی دار پہنتے تھے اور شملہ چھینٹ کا پگڑی کی وضع کا باندھتے تھے۔ نہایت خوبصورت اور بلند حوصلہ کے آدمی تھے ان کے خیالات بھی بہت اچھے تھے۔ معمولی چیزوں سے ہمیشہ کنارہ کشی کرتے تھے۔ مالی حالت بھی اچھی تھی۔ درویش علی صاحب ان کے بعد مالک و قابض و متصرف ہوئے۔

سید غلام اصغر صاحب شہید مرثیہ خوان مرحوم

یہ حیدرآباد دکن کے مرثیہ خوانوں کے سرگروہ تھے۔ تمام بلدہ کے دنگل ان ہی کے اہتمام سے انجام پاتے تھے۔ اکثر امرائے بلدہ میں بہت آمد و رفت تھی اور بہت صاحب عزت و وقعت سمجھے جاتے تھے اور اکثر مرثیہ خوانوں کے استاد بھی تھے۔ لوگ ان کا بڑا لحاظ و پاس اور احترام کرتے تھے۔ سید ولی صاحب ان کے بڑے بھائی اور ان پر سرکاری منصب آبائی جاری تھا۔ گھر کے بھرے پورے اور صاحب دولت مشہور تھے بلدہ کے دنگل تین چار قسم کے ہوتے تھے۔ قسم اول سرکاری تھے اوس میں جو معمول ایصال ہوتا تھا اس کا دو ثلث مرثیہ خوانوں کو تقسیم کرتے تھے۔ بقیہ ایک ثلث سے سرگروہ صاحب فائدہ حاصل کرتے تھے۔

قسم دوم نواب مختار الملک مرحوم کے گھر کے تھے اس میں ذاکرین کو زیادہ منفعت تھی۔ یہاں کے دنگل صبح کے آٹھ نو بجے سے شروع ہوتے تھے اور رات کے آٹھ نو بجے ختم ہوتے تھے۔ تمام بلدہ کے ذاکرین کی خانگی ہوتی تھی خواہ مرثیہ خوان ہو یا سوز خوان یا حدیث خوان۔ جن جن کے نام درج فہرست ہوتے تھے وہ سب ذاکری کرتے تھے۔ ان کے علاوہ جو حضرات سفارشیں لاتے تھے وہ بھی سب پڑھائے جاتے تھے۔ قسم سوم امرائے بلدہ اور متوسط حضرات کے پاس کے ہوتے تھے جو معمولی نذر ذاکری ایصال ہوتا تھا اوس کو سرگروہ صاحب اپنے صوابدید پر حسب مراتب تقسیم کرتے تھے اور جو رقم باقی رہتی تھی وہ نذر قنادیل میں شریک کی جاتی۔

قسم چہارم عاشور خانہ جات و درگاہ جات و متفرق حضرات کے پاس سے تھے جو بہ نظر ثواب قربتاً الی اللہ پڑھے جاتے تھے۔ صرف نذر قنادیل حسب حوصلہ حاصل ہوتی تھی اور کہیں سے روٹی اور قورما بجائے نذر نوکری حاصل ہوتا تھا۔ ایسے دنگل بہت ہوتے تھے جن کی رقم جمع کیجا کر بعد انتظام قنادیل دنگل کو وہ شریف مرثیہ خوانان کو نوشتہ دنگل کو وہ شریف کے نام سے حسب مراتب تقسیم کی جاتی تھی جو اخراجات آمد و رفت [illegible]

بہرحال نواب مختار الملک مرحوم کے گھر کے دنگلوں کی کوئی تاریخ معین نہیں تھی۔ وہاں کا انتظام دنگل ہمیشہ غلام اصغر صاحب اپنی ذات سے کرتے تھے۔ اور خود وہیں رہتے تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک دن میں دو دنگل ہو جاتے تھے تو غلام اصغر صاحب خود نواب مختار الملک مرحوم کے گھر کے دنگل کا انتظام کرتے اور ولی صاحب مرثیہ خوان ان کے بڑے بھائی دوسرے دنگل کا انتظام کرتے تھے۔ اسطرح دونوں دنگل بخوبی انجام پاتے تھے۔

غلام اصغر صاحب پر حضرت زینت النساء بیگم صاحبہ والدہ نواب مختار الملک مرحوم کی بہت عنایت تھی۔ ہر طرح سلوک و مسلوک فرماتی تھیں اور جو سفارش یہ کرتے تھے وہ قبول فرماتی تھیں اس کے علاوہ بضمن دنگل وہاں کے زیادہ کاروباران سے متعلق تھے۔ اکثر مرثیہ خوانان نے اسی سبب سے ان کی شاگردی کا شرف حاصل کیا تھا کہ یہ اپنے شاگردوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔

یہ خود بہت کم مجالس پڑھتے تھے اور ان کے معلومات بھی زیادہ وسیع نہ تھے مگر خاص بات یہ تھی کہ ایک حکمت عملی سے نہایت رعب و داب کے ساتھ تمام مرثیہ خوانان کو لئے چل رہے تھے۔ کسی کو کوئی شکایت نہ ہوتی تھی۔ اگر شکایت بھی کیا تو اس کی مٹی خراب ہو جاتی تھی۔ [illegible] بہت زیادہ محبت رکھتے تھے۔ منجملہ ان کے تراب خاں صاحب و جمال خاں صاحب و مومن علی صاحب و حسین خاں صاحب وغیرہ تھے۔

یہ بہت دولت مند مشہور تھے۔ ان کا ایک بازو دار خواجہ مومن نامی تھا۔ اس پر ان کی بہت شفقت و عنایت تھی۔ وہ اور اس کی زوجہ دونوں گھر میں مثل ملازمین کے رہتے تھے۔ ان دونوں کی ایک دفعہ نیت خراب ہوئی۔ خواجہ مومن اپنی زوجہ کے مشورہ سے کچھ حیلے ہموار کرکے ایک دن نصف

شب میں آیا۔ پہلے سے وہ اپنی زوجہ کو مقرر کیا کہ میرے اشارہ پر دروازہ کھول دینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خواجہ مومن مع روہیلوں کے گھر میں داخل ہوا۔ غلام اصغر صاحب اور ان کی بیوی سو رہے تھے روہیلے تلواریں میان سے کھینچے کھڑے ہوئے اور خواجہ مومن اور اسکی زوجہ دونوں ملکر سامان جو جو نقد تھا جمع کر رہے تھے کہ اتنے میں غلام اصغر صاحب کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھا کہ کچھ نئے آدمی تلواریں کھینچے کھڑے ہیں دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ انہوں نے جواب نہیں دیا بلکہ ان پر ایک وار چلا دیا۔ ان کی بی بی بھی ہوشیار ہوئیں اور شور وغل مچانا شروع کیا۔ اب کیا تھا کہ ایک ہاتھ ان پر بھی چلایا گیا۔ دو تین ہاتھ غلام اصغر صاحب پر اور چلا کر سب کے سب فرار ہو گئے۔ پھر تو بلوہ ہو گیا کہ غلام اصغر صاحب مارے گئے۔ یہ واقعہ ۹ صفر ۱۳۱۲ھ کو واقع ہوا۔ پولیس آئی اور نواب اکبر جنگ کو توال کو خبر ہوئی۔ اور خود آئے اور حکم دیا کہ تمام مرثیہ خوان حاضر کئے جائیں۔ بہرحال سب آئے اور سب کا بیان لیا گیا۔ اس وقت اس گزر کے امین محمد جعفر صاحب اشجع تھے۔ انہوں نے بہت بڑا حصہ لیا مگر قاتل کا پتہ نہیں چلا تو آخر کار پھر حکم ہوا کہ تمام مرثیہ خوان حاضر کئے جائیں اور ان سے کارروائی ضابطہ کی جائے۔ یہ حکم سنکر تمام مرثیہ خوان پریشان ہو گئے۔ کہ دیکھئے کیا ہو۔ یہ زمانہ ماہ صفر کا تھا۔ مجالس کی کثرت اور مرثیہ خوانوں پر پولیس کا تشدد اور قاتلوں کا پتہ نہیں۔ افسران پولیس پریشان عجیب آفت کا سامنا تھا۔ ایک دن حسب عادت جس طرح روزانہ آتا تھا اسی طرح خواجہ مومن آکر پولیس کے تھانہ پر دریافت کیا کہ اب تک ہمارے استاد کے قاتل کا پتہ نہیں چلا۔ کیا غضب ہے۔ اشجع صاحب امین اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو شبہ ہوا۔ اس کو بلا کر ڈانٹے۔ پھر کیا تھا تمام کیفیت من وعن بیان کر دیا۔ تمام مرثیہ خوان یہ کیفیت سنکر خداوند عالم کا شکر ادا کئے کہ سر سے آفت ٹل گئی۔ اب اس کے ساتھ کارروائی ضابطہ ہونے لگی تمام قاتل گرفتار ہو گئے۔ سزائیں ہوئیں اور خواجہ مومن کالے پانی کو بھیجدیا گیا۔ اور وہیں جہنم واصل ہو گیا۔ غلام اصغر صاحب کی میت دائرہ حضرت مومن صاحب قبلہ میں دفن کی گئی اور مرحوم کی بی بی۔ زیر علاج رہکر تندرست ہوئیں اور اپنا بقیہ حصہ زندگی نواب خانخاناں بہادر کے محل میں بسر کیں۔

مومن علی صاحب مرثیہ خوان ساکن کارروان ان کی تا زندگی کفیل رہے۔ ماہوارات لاتے اور جو جو ضروریات ہوں بہم پہونچاتے تھے۔ اس منظمہ کے انتقال کے بعد ان کے عزیز واقارب اون کے مال

ہوے ۔ تراب علی صاحب یا اور کوئی عزیز شوہر کے طرف کے اون کے مال سے محروم رہے ۔کسی کو کچھ نہیں ملا ۔

غلام اصغر صاحب کے بعد اون کے قائم مقام مرثیہ خوانی تراب علی صاحب اون کے بھتیجے ہوے ۔ غلام اصغر صاحب کو کوئی اولاد نہیں ہوی مگر تراب علی صاحب اور مرحوم کی بی بی میں خاندانی جھگڑے کی وجہ سے صفائی نہیں تھی ۔ اس وجہ سے وہ اپنے کاروبار ہمیشہ مومن علی صاحب مرثیہ خوان کے ذریعہ جو ان کے شوہر کے شاگرد تھے ۔ سرانجام کرانی تھیں ۔

تراب علی صاحب بعد انتقال غلام اصغر صاحب اون کے خدمت سرگروہی مرثیہ خوانان پر حسب رائے و مشورہ مرثیہ خوانان مجبوراً فائز ہوے ۔ اوس کی مفصل کیفیت آئندہ تحریر کی جائیگی ۔ انتقال کے وقت ان کا سن غالباً (۷۵ یا ۸۰) سال کا ہوگا ۔

یہہ قدیم وضع و قطع کے آدمی تھے ۔ سر پر شملہ چھینٹ کا مثل پگڑی کے باندھتے تھے اور ہمیشہ انگرکھا پہنتے تھے ۔ پستہ قد نہایت خوبصورت تھے ۔ اور مرثیہ کے انتخاب میں خاص کمال رکھتے تھے

کریم صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہہ حیدرآباد دکن کے مرثیہ خوان تھے ۔ اکثر امرائے بلدہ میں ذاکری کرتے تھے اور زیادہ مقررہ مجالس اور ونگلوں میں پڑھتے تھے ۔ ۱۲ ربیع الاول کو درگاہ قدم رسولؐ میں بنام ونگل ایک مجلس کرتے تھے ۔ آخر میں کھڑے ہوکر ایک سلام جناب مرزا فصیح صاحب مرحوم کا (وادی السلام یہ جا کے سلام ہے) پڑھتے تھے ۔ کثرت سے مومنین کا مجمع ہوتا تھا ۔ قریب مغرب ونگل ختم ہوتا تھا ۔

یہ بیچارے سیدھے سادے مسلمان تھے اور نواب مختار الملک مرحوم کے دواخانہ یونانی کے دواساز بھی تھے وہاں سے ماہانہ ماہوار بھی مقرر تھی اور درگاہ قدم رسولؐ واقع بلدہ میں ان کا مکان تھا ۔ وہیں رہتے تھے ۔ ان کے ایک فرزند مدار صاحب نامی تھے وہ اپنے باپ کی زندگی تک ساتھ بازو میں پڑھتے تھے ۔ بعد ازاں علیحدہ پڑھنے لگے ۔ ان کا حال آئندہ تحریر ہوگا ۔

ان کا اپنے مکان میں ہی انتقال ہوا۔ دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن ہوئے۔ قدیم وضع و قطع کے آدمی تھے۔ سر پر پگڑی باندھتے تھے اور چوبغلہ پہنتے تھے اور دو قروی رومال کاندھے پر ڈالتے تھے مالی حالت اچھی تھی۔ ان کا سن وقت انتقال (۷۰ یا ۸۰) سال کا ہوگا۔

حاجی محمد خاں صاحب مرثیہ خواں مرحوم

یہ ہندوستان کے رہنے والے تھے لیکن حیدرآباد میں شباب کے زمانہ میں آئے اور بہت ضعیفی کے زمانہ میں انتقال کئے۔ ان کا سن وقت انتقال غالباً ایک سو یا اس سے زیادہ ہوگا۔ اس سن میں ذاکری کرتے تھے۔ جہاں ذاکری ہو بڑی زحمت سے برابر آتے اور مرثیہ خوانی کرتے تھے آواز بہت کانپتی تھی۔ ہاتھ پیر میں اس قدر رعشہ تھا کہ قابو میں نہیں رہتے تھے۔ مشکل سے ہاتھ میں مرثیہ تھام کر پڑھتے تھے۔ چلنا پھرنا تو ایک بڑی تکلیف کا باعث تھا مگر اعتقاد ایسا تھا کبھی کوئی ذاکری ناغہ نہیں کیا۔ لوگ منع کرتے تو کہتے کہ میں اپنی قبر کیلئے سامان درست کرتا ہوں۔ یہ دواسازی کا کام کرتے تھے۔ ان کی دوکان یونانی ادویہ کی حویلی قدیم کے کونہ پر مشہور تھی لیکن عجیب دیندار تھے کہ صبح سے شام تک ذکر خدا و رسولؐ میں زبان جاری رہتی تھی اور ہمیشہ مرثیہ بینی کرتے رہتے تھے۔ اپنی زندگی اس میں لبریز اور ان کے پاس مرثیوں کا بہت ذخیرہ تھا۔ ان کے انتقال کے بعد تمام مرثیہ ابراہیم علی صاحب مرثیہ خواں نے حاصل کر لئے۔

یہ حج بیت اللہ اور زیارت آئمہ ہدیٰؑ سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ نماز اور روزہ کے بہت پابند تھے واحد خاں صاحب اور حسن صاحب کی ذاکری کے بڑے مداح تھے اور بڑے خوش اعتقاد عابد و زاہد بلند ہمت دیانتدار باخدا پرہیزگار مومن کامل تھے۔ اور کوئی اولاد نہ تھی۔ باقی حالات دستیاب نہیں ہوئے دائرہ میر مومن صاحب قبلہ میں دفن ہوئے۔

خادم علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہہ بلدہ کے مشہور مرثیہ خوان تھے۔ ان کا انتخاب کیا ہوا مرثیہ مشہور اور زیادہ مقبول سمجھا جاتا تھا۔ ان کو مرثیوں کا بہت شوق تھا۔ جہاں مرثیہ ہوتا تھا بڑی کوشش اور محنت سے بازر کثیر صرف کرکے حاصل کرتے تھے اور بڑی جانفشانی سے انتخاب کرتے تھے۔ اکثر مرثیہ خوان انہی سے مرثیہ حاصل کرتے تھے اور امراء بلدہ میں ان کی بڑی وقعت تھی۔ ان کو کوئی اولاد نہ تھی۔ ایک ان کے بازو دار نامی سید حسین صاحب نہایت شریف اور نجیب آدمی تھے۔ ان کے تین لڑکے اور ایک لڑکی جملہ اولاد کو خادم علی صاحب نے اپنی آغوش میں لیکر پرورش کیا تھا جن کے نام نامی یہ ہیں۔

بڑے سید ولدار علی صاحب اون سے چھوٹے سید زینت علی صاحب اون سے چھوٹے سید علی صاحب ان سے چھوٹی ایک لڑکی تھی۔ یہ تینوں حضرات بھی اچھے خاصے مرثیہ خوان تھے۔ ان کا حال آیندہ تحریر کیا جائے گا۔

خادم علی صاحب کی زندگی میں یہ تینوں صاحبین کا انتقال ہوگیا۔ ۲۸ ذیحجہ کو ان کی سالانہ مجلس اور ہر ماہ میں ماہانہ مجلس اپنے مکان میں مثل دیگر مرثیہ خوانوں کے کرتے تھے۔ ان کی سالانہ مجلس میں بڑا مجمع ہوتا تھا لوگ نیا مرثیہ سننے کے لئے دور دور سے آتے تھے۔ ان کی مجلس سب سے مشہور تھی۔ بڑی جانفشانی سے مرثیہ خوانی کرتے تھے گو ضعیف تھے مگر معلوم ہوتا تھا کہ ایک نوجوان مجلس پڑھ رہا ہے۔ ان کے انتقال کے بعد یہ مجلس مجاور حسین صاحب ان کے داماد اپنی زندگی تک برابر کرتے رہے۔ سید دلدار علی صاحب کو بصلہ ذاکری سرکار علاقہ صرف خاص مبارک سے ماہانہ (ـــ۵) منصب جاری تھا ان کے انتقال کے بعد وہ منصب خادم علی صاحب کا جاری ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد مجاور حسین صاحب پر اجراء ہوا۔ اب ان کی اولاد میں جاری ہے۔ مجاور حسین صاحب نزار حسین صاحب کے فرزند تھے۔ نزار حسین صاحب نواب تہور جنگ بہادر کے پاس کے داروغہ تھے

خادم علی صاحب کا ضعیفی کے عالم میں انتقال ہوا۔ ان کی تجہیز و تکفین مجاور حسین صاحب نے کی۔ اور دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں قریب دروازہ قبرستان ان کی قبر ہے۔ ان کی زندگی کے

مالک مجاور حسین صاحب ہوئے۔

ان کے پاس مراثی کا بہت بڑا ذخیرہ تھا اوس میں سے اکثر مرثیہ کاظم علی صاحب مرثیہ خوان اور بابر ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان نے مجاور حسین صاحب سے حاصل کیئے بقیہ مراثی تلف ہوگئے۔

خادم علی صاحب مرثیہ خوان کے خاندانی حالات درست نہیں ہوئے بہر حال یہ بہت قدیم آدمی تھے اپنی زندگی نہایت آن بان سے گزاری وقت انتقال ان کا سن غالباً ۸۰ یا ۹۰ سال کا ہوگا۔ بڑے سیر چشم سخی بامروت آدمی تھے ان کی باتوں میں لوگوں کو ایک خاص لطف حاصل ہوتا تھا۔ مرثیہ خوانی میں بہت ریاض کیا تھا اور وقت انتقال تک برابر مشق کرتے تھے بڑے خوش نصیب آدمی تھے اسی سبب سے ان کا نام بہت مشہور تھا۔

مرزا عباس صاحب سوزخوان شہید مرحوم

یہ لکھنو کے باشندے تھے مگر حیدر آباد میں چند سال سے مقیم تھے ہر قسم کی ذاکری کرتے تھے مثلاً سوزخوانی وحدیث خوانی اور ممبر پر مرثیہ بڑی متانت سے تحت اللفظ پڑھتے تھے ان کا طرز سوزخوانی ہندوستان کے طریقہ پر تھا۔ بہت اچھے معلومات تھے اور فن سوزخوانی میں کامل مانے جاتے تھے۔ اکثر امرائے بلدہ میں آمد و رفت تھی خصوصاً مہاراجہ چندولال بہادر مدار المہام سرکار عالی کے پاس پتنگ بازی اور مشاعرہ کے وقت زیادہ یاد ہوتی تھی۔ مہاراجہ بہادر بہت چاہتے تھے اون کے بعد راجہ رام بخش صاحب کی بھی عنایت رہی علاوہ انعام واکرام کے پانچ ہزار روپیہ سالانہ اور ماہانہ چار سو روپیہ کی آمدنی وماہوار مقرر تھی اور مصاحب خاص تھے ان کا مکان بھی روبروے دیوڑھی مہاراجہ بہادر واقع شاہ علی بنڈہ تھا جو آج تک کوچہ مرزا عباس شہید کے نام سے مشہور رہے ہمیشہ اہل علم واہل فن واہل کمال جو ہندوستان سے آتے تھے ان ہی کے پاس رہتے تھے اور ان ہی کے ذریعہ مہاراجہ بہادر کے دربار میں باریاب ہوتے تھے یہ بڑے مہمان نواز تھے۔ مسافروں کو اپنے پاس رکھکر ہر طرح کی خاطر و مدارات اور ان کے ساتھ سلوک

مسلوک کرتے تھے۔ بہر حال ان کے پاس اکثر اہل فن و اہل علم کی صحبت گرم رہتی تھی اور اس میں اکثر اہل
سنت بھی آجاتے تھے اور ہمیشہ علم کا چرچہ رہتا تھا اور مذہبی تذکرے ہوا کرتے تھے۔ گھر بیٹھے لوگ آ آکر سوال
کرتے اور بحث و مباحثہ کرتے تھے اور ان سے تشفی بخش جواب پاتے تو خاموش ہو جاتے۔ اسی سبب سے لوگ حسد
کرنے لگے اور ان کے جان کے دشمن ہو گئے اور ان کے شہید کرانے کی کوشش کی لیکن جب اپنی کوششوں
میں ناکامیاب ہوئے تو مذہبی جھگڑا کی آڑ میں ان کے قتل کی تدبیر سوچنے لگے۔ ان کے پاس عاشور
خانہ بھی تھا برابر چالیس دن تک عزاداری ہوتی تھی مجالس کثرت سے ہوتے تھے اکثر دوسرے لوگ بھی
مجالس میں آکر طرح طرح کے فساد برپا کرنا چاہتے اور لڑائی پر آمادہ ہوتے اور ان کو نہایت اخلاق و
محبت سے سمجھایا کرتے تھے مگر ان کے دل میں شرارت تھی آخر کار آپس میں مشورہ کرکے ۱۰ یا ۱۹ محرم ۱۲۹۶ھ
کو کثرت سے لوگ آمادہ فساد ہوئے گھر میں گھس گئے اور ہر طرف سے شور و غوغا مچا دیا ادھر سے بھی بکثرت
شیعہ جمع ہوئے اور ادھر ہزاروں کی تعداد میں سنی آگئے حیدرآباد میں سنی و شیعہ کا بہت بڑا جھگڑا ہوا
اہل سنت نے گھر میں گھس کر ان کے عزیز و اقارب کو گرفتار کر لیا اور ان کے اہل و عیال کو بے پردہ کر دیا اور
گھر جلا دیا مال و اسباب لوٹ لیا اور تاراج کر دیا بہر حال طرح طرح کی تکلیفیں دیں اور اذیت پہنچائی آخر کار
مکہ مسجد میں ان کا سر جدا کیا گیا اور اس وقت انھوں نے بڑی ثابت قدمی سے اپنی جان کو اہلبیتؑ پر قربان اور
فدا کر دیا۔ ایسے ثابت قدم تھے کہ زبان پر فضائل و مناقب اہلبیتؑ جاری تھے اور مذہب حقہ کی ہدایت
کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی۔

نواب ناصر الدولہ بہادر نے نواب سراج الملک بہادر و نواب طالب الدولہ بہادر کو طلب فرما کر ارشاد
فرمایا کہ دیکھو جہاں تک ہو سکے جلد اس فساد کو فرو کرو آپس میں مسلمانوں کو لڑنے نہ دو مسلمان تمام بھائی بھائی
ہیں یہ دونوں حضرات نے عرض کیا کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا سرکار ہر طرح سے اطمینان رکھیں۔ نواب طالب الدولہ
بہادر کوتوال تھے بہت بڑا انتظام فرمایا ورنہ بہت مشکل کا سامنا ہو گیا تھا کیونکہ اس وقت علی آباد اور مغل پورہ
اور شاہ علی بنڈہ میں کثرت سے شیعہ آباد تھے اور یہ محلے شیعوں کے مشہور تھے خصوصاً مغل پورہ میں اہل ایران
کی اتنی کثرت تھی کہ بیان سے باہر۔ اہل ایران بالکل آمادہ پیکار ہو چکے تھے مگر نواب طالب الدولہ بہادر کوتوال
نے فساد کو فرو کیا اور نواب سراج الملک بہادر مدار المہام نے خود بنفس نفیس تشفی دلاسا دے کر ایسے احکام

جاری فرمائے کہ امن و امان میں کوئی خرابی نہ ہونے پائے۔ آخر کار بڑے ہنگامہ کے بعد امن و امان قائم ہوا
سینکڑوں اشخاص جانوں سے مارے گئے بڑی حکمت عملی اور ایک خاص پالیسی سے فساد کو فرو کیا ورنہ سلطنت
میں بہت بڑا ہنگامہ ہو چکا تھا مگر اس فساد کا اثر مجالس و دنگل وغیرہ اور علم و تعزیوں کے اوٹھانے پر زیادہ ہوا اور
زبردست نگرانی ہو گئی ایک زمانہ تک علانیہ کوئی مجلس یا دنگل نہیں کر سکتا تھا بعد میں رفتہ رفتہ اجازت بعض
خاص صورتوں میں دی جانے لگی اور زیر نگرانی سرکار شیعہ اپنے مذہبی رسوم مخفی طور پر ادا کرنے لگے بعد چند سال
کے ظاہر مجالس و دنگل ہونے لگے مگر سرکاری انتظام خاص طور پر رہتا تھا کہ کوئی بد انتظامی نہ ہونے پائے اور
کہیں دنگہ و فساد نہ ہو جائے جب یہ بھی زمانہ گزر گیا تو پھر امن و امان سے ہر شخص اپنے مذہبی رسوم باطمینان
تمام ادا کرنے لگا۔

بہرحال شیعوں نے مرزا عباس صاحب شہید کی لاش بڑی عزت اور وقعت کے ساتھ لاکر دائرہ
حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں عقب دائرہ نواب سالار جنگ بہادر جو چوکونی چبوترہ ہے وہاں دفن کیا
ان کے دیگر عزیز و اقارب کی قبریں بھی وہیں ہیں جو اس وقت مرزا عباس صاحب شہید کے ہڈواڑے کے نام
سے مشہور ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک زمانے تک مرزا عباس صاحب شہید کا عرس ماہ شعبان میں نہایت
اہتمام اور تکلف سے ہوتا تھا مگر اب بہت دن سے موقوف ہے۔ ان کی اولاد کا حال من و عن معلوم نہیں ہوا
مگر جس قدر حاصل ہوا وہ حسب ذیل ہے۔ مرزا عباس صاحب شہید کے چار فرزند تھے جن کے نام نامی حسب ذیل
ہیں۔

مرزا رستم علی صاحب و مرزا ہادی علی صاحب و مرزا مہدی علی صاحب چوتھے فرزند کا نام معلوم نہیں
ہو سکا تین بیٹے باپ کے ساتھ شہید ہوئے ان کا بھی سر مکہ مسجد میں کاٹا گیا مگر مرزا مہدی علی صاحب کا سن
اس وقت بہت کم تھا یعنے (۱۷) سال کا تھا یہ بہت زخمی ہو گئے تھے۔ بہرحال جو اہل و عیال بچ رہے تھے
ان کی حفاظت کی اور سلطنت کی جانب سے بھی کافی نگرانی ہوتی رہی اور اسباب خورد و نوش ہر طرح
مہیا کیا جاتا تھا اور نواب طالب الدولہ بہادر کوتوال خود بہ نفس نفیس جویائے حال رہتے تھے مرزا مہدی
صاحب کے بھی چار فرزند تھے جن کے نام یہ ہیں مرزا احمد علی صاحب و مرزا محمد حسین صاحب مرزا عابد علی صاحب و مرزا محمد حسن صاحب
دو بھائی حیدرآباد میں نواب تہور جنگ بہادر مرحوم کے پاس رہے اون پر نواب صاحب مرحوم کی بہت

عنایت تھی اس ادارے میں پاتے تھے اور سلوک وسلوک ہوتا رہتا تھا جب نواب صاحب کی آمدنی بیگن پلی باقی رہا تو نواب صاحب خود پریشان ہو گئے اوس وقت مولوی سید سرفراز حسین صاحب معتمد نواب سالار جنگ بہادر تھے اور نواب صاحب کا اسٹیٹ واگزاشت ہو گیا تو مولوی سرفراز حسین صاحب نے سفارش کر کے ایسٹیٹ سے ان دو نو بھائیوں کے نام یومیہ مقرر کروایا جو اس وقت تک جاری ہے۔

اب ان سب کی اولاد بمقام ریاست بڑودہ حکیم مولوی میر کاظم علی صاحب (جو مشہور و معروف حکیم تھے) کے یہاں رہتی ہے۔

مرزا عباس صاحب شہید کے ایک چھوٹے بھائی تھے اون کا نام مرزا فدا حسین صاحب تھا اون کو بھی چار فرزند اور چار لڑکیاں تھیں دو فرزند جو حیدرآباد میں رہے ایک سلطان مرزا صاحب تھے دوسرے کا نام معلوم نہیں دو فرزند جو کربلائے معلیٰ کو چلے گئے تھے ان میں سے ایک کا نام مرزا احمد صاحب تھا اور دوسرے کا نام معلوم نہیں وہ دونو وہیں انتقال کیے اب اُن کی اولاد وہیں ہے سلطان مرزا صاحب کی دو بہنیں اس وقت لکھنؤ میں موجود ہیں اور دو بہنوں کا انتقال ہو گیا سلطان مرزا صاحب حیدرآباد میں مقیم رہے یہ بھی عمر بھر مرثیہ خوانی کرتے تھے اور پارچہ کی تجارت سے زندگی بسر کرتے تھے آخر میں بہت مالدار ہو گئے تھے اور اپنی لڑکی کی شادی ابراہیم علی صاحب مرثیہ خواں کے فرزند فیاض علی صاحب کے ساتھ کر دی اون کا بھی انتقال ہو گیا اب سلطان مرزا صاحب کی نواسی اور ابراہیم علی صاحب کی پوتی اور فیاض علی صاحب کی دختر موجود ہے اس لئے دائرہ کا چبوترہ جس پر مرزا عباس صاحب شہید مرحوم کا ہدواڑہ ہے اب وہ ابراہیم علی صاحب کے قبضہ و تصرف میں ہے۔

مہدی خانم صاحبہ والدہ سلطان مرزا صاحب مرحوم کو بہ صلہ ذاکری علاقہ پائیگاہ نواب سر آسماں جاہ بہادر سے ماہانہ ماہوار مقرر تھی ان کے انتقال کے بعد وہ ماہوار سلطان مرزا صاحب کی لڑکی پر اجرا ہوئی اور اون کی زندگی تک ایصال ہوتی رہی اب معلوم نہیں اون کی دختر کے نام اجرا ہے یا نہیں۔

سلطان مرزا صاحب مرحوم کی جو کچھ پونجی تھی اوسکی مالک اونکی دختر ہوئی اب سلطان مرزا صاحب مرحوم کا عاشورخانہ بلحاظ قدامت نواب میر رحمت علیخان بہادر جاگیردار نبیرۂ نواب سلطان جنگ مرحوم اپنے ذاتی مصارف سے آباد کرتے ہیں اور بدرجۂ علم تک ہر روز عزاداری کرتے ہیں

عہد
حضرت مغفرت مکان رحمتہ اللہ علیہ
نواب افضل الدولہ بہادر آصف جاہ خامس
سنہ ۱۲۷۳ھ
تا
سنہ ۱۲۸۵ھ

فہرست

عہد آصف جاہ خامس صفحہ (۷۱)

نمبر		صفحہ	نمبر		صفحہ
۱	وزیر علی صاحب مرثیہ خوان	۷۲	۱۲	میر محمد علی صاحب	۹۶
۲	سید عباس صاحب	۷۶	۱۳	سید دلدار علی صاحب	۹۷
۳	میر اسد علی صاحب	۷۹	۱۴	سید زینت علی صاحب	۹۷
۴	حاجی مرتضیٰ حسین صاحب	۸۱	۱۵	سید علی صاحب	۹۸
۵	میر ضامن علی صاحب	۸۲	۱۶	مدار صاحب	۹۸
۶	تراب خاں صاحب	۸۳	۱۷	سید احمد حسین صاحب	۹۹
۷	جمال خاں صاحب	۸۹	۱۸	مومن علی صاحب	۱۰۰
۸	فیض خاں صاحب	۹۱	۱۹	غلام علی صاحب	۱۰۱
۹	حسین خاں صاحب	۹۲	۲۰	مرزا حیدر بیگ صاحب	۱۰۳
۱۰	عظمت علی صاحب	۹۴	۲۱	محمد خیر اللہ صاحب	۱۰۴
۱۱	حسین علی صاحب	۹۵	۲۲	مومن علی صاحب	۱۰۵

گھڑو خانصاحب سوز خوان
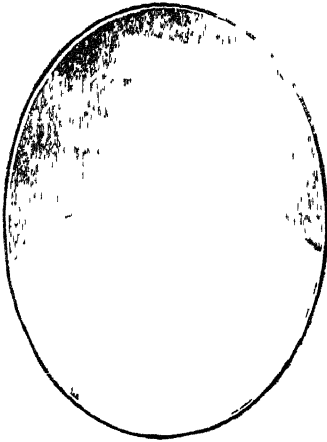
خادم حسین خانصاحب سوزخوا
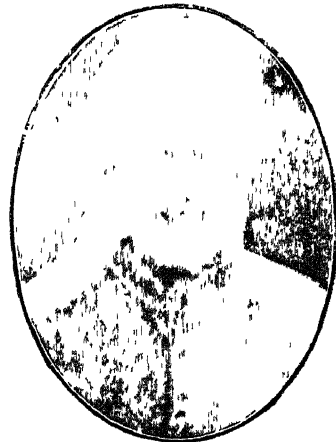
مراد علی خانصاحب سوزخوان

سید باقر حسین صاحب سوز خوان

مدھار صاحب مرثیہ خوان

عہد آصف جاہ خامس

آپ کے عہد سلطنت میں تمام شہر کی عزاداری حسب حال قائم و جاری رہی جو امور مذہبی سابق
مقرر تھے وہ بدستور حسب عادت اوسیطرح جاری رہے تبرکات میں نواب مختار الملک بہادر چونکہ مدا
تھے بہت احتیاط سے کام کرتے تھے۔

سلطنت کی جانب سے جو معمولات و نذر و نیازات متعلقہ صرف خاص مبارک و دیوانی سے ہو
تھیں وہ بھی بدستور جاری رہیں اس کے علاوہ حسب عادت دہم محرم کو لنگر نکلتا تھا اوس کے ضمن میں
مبارک پرمتہ زنانہ خود بدولت برآمد ہوتے تھے یہاں رنگ اور مختلف تماشے وغیرہ جو مہیا رہتے تھے
حسب عادت جاری رہے۔

وزیر علی صاحب مرثیہ خوان کی زیادہ باریابی رہتی تھی ان پر بہت عنایت خسروی تھی اکثر عر
معروضہ میں یہ زیادہ حصہ لیتے تھے اور امور خیریہ مثل نذر و نیازات وغیرہ میں یہ بہت دخیل تھے بہرحال
بڑی عزت تھی اور زیادہ رسوخ تھا اور اکثر حضرات کو ان سے بہت فائدہ پہنچا۔

خود بدولت کی طبیعت کا رجحان زیادہ تر فقرا کی جانب مائل تھا اس سبب سے آپ کے عہد میں
زیادہ تر باریاب ہوتے رہے اور فقرا کے لئے بڑے بڑے ماہواریں وظیفہ جاری ہوئیں بلکہ اکثر فقرا
جاگیرات بھی عطا ہوئے جو اس وقت تک اون کی اولاد میں باقی ہیں۔

آپ کے دل میں ولائے آل رسول بھی تھی محرم یا غیر محرم کے موقعہ پر اکثر مرثیہ خوان کی بھی باریابی
رہی اون کی ذاکری سن کر نواب مختار الملک بہادر کے پاس روانہ فرماتے تھے کہ ان کے لئے جو مناسب
کریں نواب صاحب اون کی عزت افزائی و قدر دانی حسب حوصلہ فرماتے تھے بعض کو ماہوار اجرا فرما
کو خدمت سے سرفراز فرمایا۔

آپ کے عہد ہمایوں میں صرف نواب مختار الملک بہادر وزیر اعظم رہے آپ اپنے انتظام ملک میں
روزگار ثابت ہوئے بلکہ تمام بلاد اسلام میں آپ کا نام نامی مشہور ہوگیا آپ کے عہد میں جو مرثیہ خوان

کرتے تھے ان سے کے حالات کچھ کچھ تفصیل کے ساتھ تحریر کیے جاتے ہیں۔

وزیر علی صاحب مرثیہ خواں مرحوم

[illegible] پیدائش ۱۳ رجب المرجب ۱۲۳۲ھ کو ہوئی یہ مچھلی بندر کے باشندے اور ایک شریف سپاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اپنی تنگ دستی و عسرت سے عاجز آکر حیدرآباد دکن آئے اور میر حسین صاحب بخشی (جن کا سلسلہ میر سید حسن استرآبادی وکیل مطلق سلطان قلی قطب الملک سے ملتا ہے) کے یہاں ٹھیرے وزیر علی صاحب فطرتاً غریب طبیعت اور خوش گلو واقع تھے۔ ایک روز کا اتفاق ہے کہ حضرت مغفرت مکان نواب افضل الدولہ بہادر اعلے اللہ مقامہ افضل برآمدہ پر رونق افروز تھے وزیر علی صاحب راستہ سے خوش الحانی میں اپنا عرض حال کرتے ہوئے گزرے وزیر علی صاحب کی یہ آواز حضرت مغفرت مکان کو بہت پسند آئی مرحوم اعتماد نواز خاں کو حکم ہوا کہ فوراً اس شخص کو حاضر کرو وزیر علی صاحب حاضر کیے گئے دریافت فرمایا گیا کہ تو کون ہے اور کیا کام کرتا ہے اوس وقت وزیر علی صاحب نے عرض حال کرتے ہوئے عرض کیا کہ فدوی مرثیہ خوانی کرتا ہے حکم ہوا کہ مرثیہ سنایا جائے وزیر علی صاحب تھوڑی دیر کی مہلت طلب کرکے گھر گئے اور واپس اپنے ہمراہ سید علی صاحب و شجاعت علی صاحب مرثیہ خوانان مدراس کو لے کر حاضر ہوئے سب نے مرثیہ سنائے اور وزیر علی صاحب نے یہ مرثیہ پڑھا (جب خواب میں حاکم کو پیمبر نظر آئے) یہ مرثیہ سماعت فرمانے کے بعد وزیر علی صاحب کو حکم ہوا کہ ڈیوڑھی مبارک میں ہی رہیں چنانچہ اس کے بعد سے وزیر علی صاحب کو چوبیس گھنٹوں کی باریابی کا شرف حاصل رہتا تھا اور اکثر و بیشتر پیشی مبارک میں مجالس پڑھا کرتے تھے علاوہ مجالس کے اکثر نذر و نیاز اور مذہبی امور ان ہی کے ذریعہ ادا ہوا کرتے تھے۔ وزیر علی صاحب کی ایک منٹ کی جدائی بھی حضرت مغفرت مکان کو ناگوار تھی اس کے بعد سے آئے دن عطایائے جہاں پناہی سے متعز و ممتاز ہوتے رہے اور ہر مشکل سے مشکل کام میں وقت اور محل کے لحاظ سے خلق اللہ کے لئے معروضہ کرکے کامیابی حاصل کرتے تھے اس لئے ہر دل عزیز ہوگئے تھے ان کے زمانہ میں اکثر و بیشتر حاجتمندوں کو فائدہ پہنچا کرتا تھا چنانچہ دفتر

سیاہہ دیوانخانہ مبارک میں ان کے واقعات موجود ہیں۔

اس کے بعد حضرت مغفرت مکان اعلیٰ اللہ مقامہ کے ارشاد سے اچھے میر حسین صاحب بخشی کی لڑکی گوہر بیگم ان سے بیاہی گئیں۔ وزیر علی صاحب کا انتقال غرۂ محرم ۱۲۸۰ھ میں ہوا یہ لاولد فوت ہوئے تھے بتاریخ ۹ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ روز چہار شنبہ باہتمام مرو بہ خدمت گزار خاں پہرہ اول محمد حیات چوبدار کے ذریعہ حکم ہوا کہ ان کی پوری جائداد وغیرہ ضبط شدہ ان کے خسر میر حسین صاحب بخشی کے نام بحال کر دی جائے۔

وزیر علی صاحب کے انتقال کے بعد کچھ عرصہ تک ان کے خاندان میں مرثیہ خوانی ہوتی رہی ان کا مکان عالی شان امیرانہ معہ طویلہ وغیرہ محلہ دار الشفاء متصل عبادت خانہ واقع تھا۔ بلکہ اوس گلی کا نام کوچہ وزیر علی مرثیہ خوان اب تک مشہور ہے اب اوس مکان میں ایک صاحب زادی صاحب شاہی خاندان کے رہتے ہیں ان کا خاندانی قبرستان یعنی ہڈ واڑ دایرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں واقع ہے مگر وزیر علی صاحب کی قبر حسب فرمان شاہی قریب درگاہ اوجالے شاہ صاحب بنائی گئی اور اب تک عود و گل کے لئے سرکاری ماہوار علاقہ صرف خاص مبارک سے جاری ہے ان کے والد کا نام محمد خیراتی صاحب تھا وہ فوجی ملازم تھے اور مچھلی بندر کے رہنے والے تھے ان کے چار فرزند اور تین لڑکیاں تھیں۔

۱۔ بڑے فرزند محمد زماں صاحب تھے لاولد انتقال کئے

۲۔ ان سے چھوٹے قادر علی صاحب تھے ان کے تین فرزند تھے بڑے فرزند خیرات علی صاحب کو ایک لڑکا حسین علی صاحب تھا وہ لاولد انتقال کیا۔ دوسرے فرزند محمد سالار صاحب تھے وہ بھی لاولد انتقال کئے تیسرے فرزند قمر علی صاحب تھے ان کے دو فرزند اور ایک لڑکی تھی۔ بڑے فرزند مراد علی صاحب لاولد تھے چھوٹے فرزند خادم علی صاحب تھے یہ بھی مرثیہ خوان تھے اور حدیث بھی پڑھتے تھے خادم علی صاحب کو ایک فرزند مومن علی صاحب تھے وہ بھی لاولد انتقال کیے اور ایک لڑکی تھی اوس کے حالات بدست نہیں ہوے۔

ہلال محرم یعنی شمشیر ماتم کو خادم علی صاحب نے بہت محنت سے طبع کروایا مگر افسوس کہ صحت کا

خیال نہیں رکھا۔ اور ایک ان کی ہمشیرہ تھیں جن کی شادی [illegible] کی وجہ سے ایک شخص سے کر دی گئی اون کی اولاد کا سلسلہ جاری ہے۔

۳ ان سے چھوٹے دلاور علی صاحب تھے یہ زیرکوہ قدم رسول دفن ہوئے۔ ان کے ایک فرزند کاظم علی صاحب تھے وہ بھی لاولد انتقال کیے

۴ سب سے چھوٹے وزیر علی صاحب مرثیہ خوان تھے ان کے حالات مفصل اوپر تحریر ہو چکے ہیں۔

(۱) بڑی لڑکی حاجی مرتضیٰ حسین صاحب مرثیہ خوان کی بی بی تھیں۔ ان کے حالات آگے آئیں گے۔

(۲) دوسری لڑکی زوجہ محمد اسحاق صاحب تھیں ان کو مرثیہ خوانی سے کچھ تعلق نہیں تھا۔ اس لیے اس کے حالات نہیں تحریر کیے گئے۔

(۳) تیسری لڑکی زوجہ میاں خاں صاحب تھیں ان کو دو فرزند تھے ایک محمد یعقوب صاحب لاولد گزرے دوسرے محمد سالار صاحب یہ جوانی میں مرثیہ خوانی کرتے تھے مگر ضعیفی کے عالم میں آنکھوں سے کم دکھنے کی وجہ سے مجبور ہو گئے تھے بہت ضعیفی میں انتقال کیے ان کے فرزند محمد اسماعیل صاحب محکمہ صفائی بلدیہ میں ملازم تھے ان کی بی بی میر مومن علی صاحب مرثیہ خوان کی ہمشیرہ زادی تھیں ان کا بھی انتقال ہو گیا یہ بھی لاولد تھے۔

مومنین کے سمجھ میں آنے کے لیے خاندانی شجرہ دیدیا گیا ہے وزیر علی صاحب کے تفصیلی حالات کتب و تواریخ میں درج ہیں صرف مرثیہ خوانی کی وجہ سے اس کتاب میں مجملی ذکر کیا گیا ہے۔
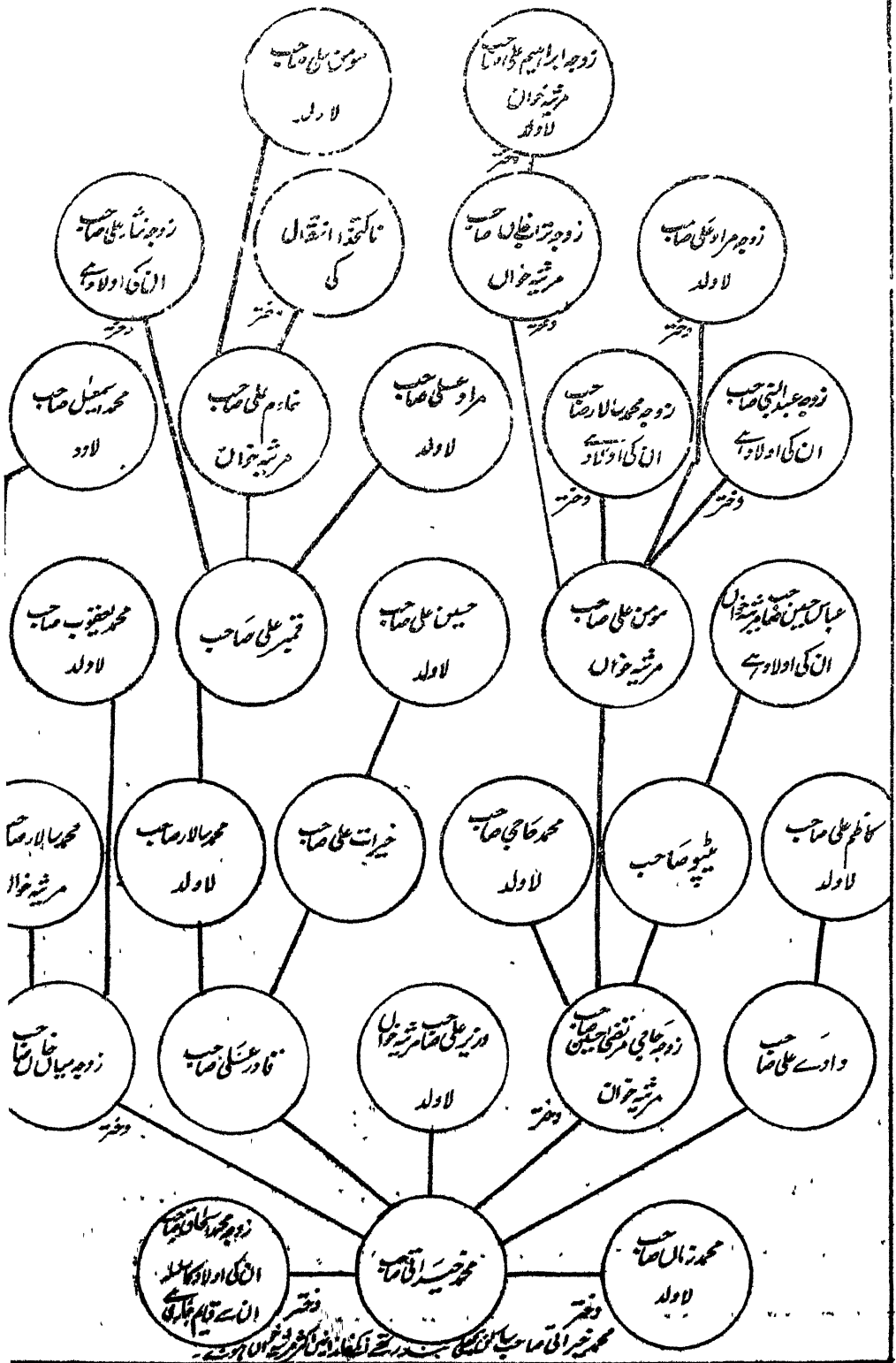
سید عباس صاحب مرحوم

یہ مدراس کے مشہور مرثیہ خوان تھے اور جوانی میں اعلیٰ درجہ کی مرثیہ خوانی کرتے تھے ان کی آواز بہت اچھی تھی نہایت خوش گلو تھے پہلے اپنے والد سید مہتر علی صاحب موسوی مرثیہ خوان سے تعلیم ذاکری حاصل کی اس کے بعد جب واحد خاں صاحب مرثیہ خوان حسب طلب نواب صاحب مدراس کو حیدرآباد سے گئے تو اس وقت ان کے والد نے واحد خاں صاحب مرثیہ خوان کا شاگرد کروایا اسی سلسلہ میں متعدد اہل مدراس واحد خاں صاحب مرثیہ خوان کے شاگرد ہوئے۔

سید عباس صاحب و سید شجاعت علی صاحب یہ دونوں بھائی لکھے پڑھے بہت قابل و لائق تھے جب مدراس سے حیدرآباد میں آئے تو وہ زمانہ اوائل عہد سلطنت نواب افضل الدولہ بہادر کا تھا کسی ذریعہ سے سرکار تک رسائی ہوئی سرکار نے ان سے کچھ سوز و سلام و مرثیہ وغیرہ سماعت فرمائے اور عزت افزائی فرما کے احوال دریافت فرمایا۔

پھر نواب مختار الملک بہادر مدار المہام کے پاس روانہ کیا کہ ان کی ذاکری تم بھی سنو یہ بہت اچھے مرثیہ خوان ہیں۔

حسب الحکم سرکار نواب صاحب نے بھی سنا نواب صاحب کے پاس اس وقت سید عبدالوہاب صاحب داروغہ باورچی خانہ تھے یہ بڑے نیک آدمی اور عاشق حسین اور مرزا دبیر صاحب مرحوم کے شاگرد اور اچھے شاعر بھی تھے انھوں نے بہت کچھ سعی و کوشش فرما کے سید عباس صاحب و شجاعت علی صاحب کے نام ماہوار منصب جاری کروائی یہ دونوں بھائی نواب صاحب کے سلام کو برابر حاضر ہوتے رہے۔ اس کے بعد ان کو سرکاری خدمت بھی سرفراز ہوئی۔

سید شجاعت علی صاحب ترقی کرتے کرتے تعلقداری کی خدمت پر فائز ہوئے اس کے بعد وظیفہ ہو گیا یہ بڑے نیک آدمی تھے اور نیک نامی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی ان کو بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی ان کی تجہیز و تکفین وغیرہ سب ان کے بھائی سید عباس صاحب نے کی غالباً انتقال کے وقت ان کا سن (۹۰ یا ۹۵)

سال کا ہوگا۔

سید عباس صاحب کی بلدۂ حیدرآباد میں بڑی وقعت تھی اور ان کے بہت بڑے اثرات تھے آخر میں مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر پیشکار سرکار عالی کے مصاحب خاص ہوگئے تھے مہاراجہ بہادر کا ان پر بہت اعتماد و بھروسہ تھا ہزاروں آدمیوں کو ان سے بہت کچھ فائدہ پہونچا ہر شخص کے ساتھ سخنے قدمے درمے حاضر تھے لوگ اب تک مرحوم کو اچھے الفاظ میں یاد کرتے ہیں۔

مدراس میں قدیم سے ۷ محرم کو حضرت قاسم علیہ السلام کے نام کے علم کی ایک سواری بڑے تزک و احتشام سے شہر میں نکلتی ہے اور بڑی دھوم سے وہ علم مبارک اٹھایا جاتا ہے جس کا انتظام گورنمنٹ خود کرتی ہے راستہ پر دو طرفہ باقاعدہ فوج کا انتظام رہتا ہے اور پولیس کی علیحدہ جابجا پہرہ بندی رہتی ہے جو لوگ سیاہ پوشش اور سر برہنہ ہوں ان کو اندر حلقہ میں جانے دیتے ہیں بہرحال سید عباس صاحب اوسی کی تتبع کرکے اپنے مکان میں بھی حضرت قاسم علیہ السلام کا علم مبارک بڑے اہتمام سے اٹھانے لگے پہلے مہندی لاتے ہیں پھر علم مبارک اوٹھانے میں خوب سینہ زنی ہوتی ہے اب یہ (۷ محرم) کی مجلس مقبول اور یادگار ہوگئی ہزارہا آدمی مردانہ و زنانہ کا بڑا کثیر مجمع رہتا ہے بڑے اعتقاد سے لوگ شریک مجلس ہوتے ہیں بلکہ حیدرآباد کی یادگار مجالس میں اس مجلس کا شمار ہے عباس صاحب ساتویں والے یا عباس صاحب مہندی والے اسی مجلس کی بدولت مشہور ہوگئے تھے بلکہ اب تک مشہور ہیں۔ سید عباس صاحب ہمیشہ اپنے عاشورخانہ کی مجلس میں تراب خاں صاحب و جمال خاں صاحب و فیض خاں صاحب مرثیہ خواں یہ تینوں بھائیوں کو اپنی زندگی تک برابر پڑھاتے رہے اور کہتے تھے کہ ان کا حق میرے پر بہت کچھ ہے یہ میرے استاد زادے ہیں ان کے بعد ان کی اولاد کو بھی پڑھاتے رہے اور بچھو خاں صاحب و چھوٹو خاں صاحب و پیارے خاں صاحب مرثیہ خوان ان کو بھی برابر پڑھاتے تھے علاوہ نذر ذاکری کے ہر طرح سلوک و سلوک کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ میرے اوستاد زادے ہیں اور ان کے پاس جب کبھی کوئی تقریب خوشی و غمی ہوتی ضرور جاتے اور شریک ہوکر حتی الامکان فائدہ پہونچاتے تھے ہر سال اپنے عاشورخانہ کی اخیر مجلس میں کسی نہ کسی کو دوشالہ اڑہاتے تھے دل کے بڑے فیاض تھے مثلاً کسی سے کبھی ایک سلام یا مرثیہ کی فرمایش کردی تو اس کے ضمن میں کچھ نہ کچھ سلوک کردیا بہرحال اسی طریقہ سے بہت سلوک کرتے تھے اور اس کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے مولوی سید سجاد علی صاحب تعلقدار بھی حسل اپنے

باپ کے ہر سال ایک نمبر دائمی ہوا کرتے تھے بہر حال صاحب مرثیہ خوان کو مرحمت فرماتے تھے۔ بہر حال ان کے اسماءات واعد خاں صاحب مرثیہ خوان کی اولاد بہت ہیں۔

عباس صاحب کی دو بی بیاں تھیں ان سے متعدد اولاد پیدا ہوئی بڑی بی بی دختر حسب حسین صاحب متوسلم نواب سردار جنگ بہادر نواب والاجاہی تھیں ان سے سید سجاد علی صاحب متعدد پیدا ہوئے اور سید سجاد علی صاحب کی بی بی سید جعفر حسین صاحب مرثیہ خوان برادر حقیقی عباس صاحب کی دختر تھیں۔ سید سجاد علی صاحب کی ابھی متعدد اولاد ہے اور سب خوش حال بڑی بڑی خدمتوں پر مامور ہے دوسری چھوٹی بی بی مولوی سید غلام نبی اللہ احمد صاحب کی صاحبزادی صاحبہ تھیں ان سے دو فرزند پیدا ہوئے بڑے سید تراب علی صاحب ناظم ٹپہ سرکار عالی چھوٹے فرزند نواب مہدی نواز جنگ بہادر ناظم بلدیہ ہیں ان کی شادی نواب سر عقیل جنگ بہادر صدر المہام کی صاحبزادی صاحبہ سے ہوئی اور صاحب اولاد ہیں۔ اور چھ لڑکیاں مختلف البطن تھیں وہ سب صاحب اولاد اور خوش و خرم ہیں۔

ان کے والد سید قمبر علی صاحب مرثیہ خوان مشہور تھے اور ان کی مرثیہ خوانی مدراس میں بہت مشہور تھی اور تراب علی خاں بہادر سپاہ دار جنگ اشرف الدولہ نواب والاجاہی کے مصاحب خاص تھے اور بڑے نقشہ اور چھوٹے نقشہ میں نواب صاحب کے جملہ مجالس پڑھتے تھے نواب صاحب بڑی عزت کرتے تھے اور خود ان کی ذاکری سننے کے لئے تشریف لاتے تھے سالانہ و ماہانہ معقول نذرانہ مقرر تھا۔

سید قمبر علی صاحب مرثیہ خوان کو چار فرزند اور تین لڑکیاں دو بی بیوں سے تھیں ایک بی بی سے سید جعفر حسین صاحب مرثیہ خوان اور سید عباس حسین صاحب مرثیہ خوان اور سید شجاعت علی صاحب تھے دوسری بی بی سے میر حسین علی صاحب مرثیہ خوان یہ مصاحب نواب عابد علی خاں صاحب بہادر نواب والا جاہی تھے اور تین بہنیں انکی حقیقی تھیں اور پانچ فرزند تھے یہ سب کے سب خوش حال اور اپنے گھر کے بھرے پورے تھے۔ بہر حال سید عباس صاحب کے خاندان میں چار مرثیہ خوانان اعلے درجہ کے ذاکر مشہور و معروف گزرے ہیں۔

عباس صاحب بہت خوش نصیب تھے خداوند عالم نے بہ تصدق امام حسین علیہ السلام ان کو بہت خوش حال رکھا اور وہ اپنی زندگی اچھے طریقے سے بسر کئے جس وقت ان کا انتقال ہوا اس وقت انکا سن غالباً ایک سو سال

سے کچھ کم یا زیادہ ہوگا انھوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنی تجہیز و تکفین کا سامان سب خود مہیا و درست کر لیا تھا و نیز حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں وہ نمونہ کیفیت ہو گئی ان کے ہمراہ کثرت سے عزیز و اقارب دوست و احباب و مومنین شریک تھے۔

سید عباس صاحب کے اس وقت تمام عزیز و اقارب اولاد سب کے سب بڑی بڑی خدمتوں پر مامور ہیں اور سب اپنے گھر کے بھرے پورے خوش حال ہیں۔ سید عباس صاحب کو جس وقت خداوند عالم نے صاحب ثروت فرمایا تو یہ ذاکری اپنی خوش اعتقادی سے ترک نہیں فرمائے اپنے گھر میں اعتقاداً ذاکری کرتے تھے۔ اسی سبب سے ان کا حال ذاکرین کے احوال میں تحریر کیا گیا

میر اسد علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ پروردہ مغل صاحب بی بی تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مغل صاحب بی بی نے ان کو مثل اپنی اولاد کے بڑے ناز و نعم سے پرورش کیا تھا ہزارہا روپیہ ان کی تعلیم و تربیت میں صرف کیا تھا۔ بڑے بڑے اوستاد ماہر فن علم موسیقی کے ذریعہ سے تعلیم دلوائی تھی۔ ان کو بچپن سے مرثیہ خوانی کا زیادہ شوق تھا صرف ماہ محرم و صفر میں اپنے گھر کے عاشور خانہ میں مرثیہ خوانی کرتے تھے یا کسی کے اصرار پر کسی کے الاوہ میں نذری مجلس بغیر نذر کے پڑھتے تھے ان کے سننے کے لئے دور دور سے ہزارہا آدمی اشتیاق کے ساتھ چلے آتے تھے یہ اپنے فن میں کامل اور بے مثل تھے اور حیدرآباد دکن میں ان کی مرثیہ خوانی کا بہت شہرہ تھا۔ جب یہ خبر بادشاہ وقت نواب افضل الدولہ بہادر کے گوش گزار ہوئی تو ان کی ذاکری سننے کا بیحد اشتیاق ہوا بذریعہ نواب مختار الملک بہادر وزیر اعظم یاد فرمایا نواب صاحب نے مغل صاحب بی بی کے پاس کہلا بھیجا کہ میر اسد علی صاحب کی ذاکری سننے کے لئے سرکار نے یاد فرمایا ہے حسب الحکم میر اسد علی صاحب جب حاضر دربار ہوئے تو بہت عزت کی گئی اور حکم ہوا کہ اچھا بیٹھو اور اچھے اچھے سوز سناؤ اور عمدہ عمدہ مرثیہ پڑھو پھر کیا تھا میر اسد علی صاحب نے خوب

سوز سنائے اور مرثیہ بھی پڑھتے تو نواب افضل الدولہ بہادر بہت خوش ہوئے جب نذر ذاکری کا حکم فرمائے تو یہ عرض ہمہ تن پیش کیجیے کہ غلام ذاکری کرنے کے لئے ہمیشہ حاضر ہے مگر نذر ذاکری کی ضرورت نہیں سرکار جس وقت یاد فرمائیں غلام ذاکری کرنے کے لئے حاضر ہوتا ہے یہ جو کچھ عزت ہے سرکار کی دی ہوئی ہے جب یہ واقعہ مغل صاحب بی بی نے سنا نہایت خوش ہوئیں اور ان کے لاڈ پیار پہلے سے بھی زیادہ ہونے لگے اور بڑی تعریف و توصیف کیں مگر نواب افضل الدولہ بہادر نے بذریعہ چوبداران دو ہزار روپیہ مغل صاحب بی بی کے پاس روانہ فرمایا جو قبول کرنا پڑا۔

مغل صاحب بی بی بہت مالدار صاحب معاش ذی اقتدار نیک بخت بڑی خوش اعتقاد مومنہ کاملہ عاشق امام حسین علیہ السلام بی بی تھیں اور عزاداری امام مظلوم میں ہر سال اپنے حوصلہ سے زیادہ حصہ لیتی تھیں اور بہت کچھ اپنا مال مجالس میں صرف کرتی تھیں۔ ان کے بعد ان کی جملہ املاک کے مالک نواب مختار الملک بہادر ہوئے اور مغل صاحب بی بی نے اپنے متعلقین و وابستہ کو نواب صاحب کے سپرد کیا ان کے پورے حالات نہیں ملے۔ نواب صاحب کو مغل صاحب بی بی سے قرابت بھی تھی۔

بہر حال میر اسد علی صاحب اعلےٰ درجہ کے مرثیہ خوان تھے خوب خوب ذاکری کرتے تھے۔ سوائے اپنے گھر کے اور کہیں مجلس پڑھنے کا بہت کم اتفاق ہوتا تھا۔ ان کے بازووار بھی متعدد تھے سب کے سب خوش گلو بلند آواز تھے اس کے ساتھ ساتھ ان کی بھی تعلیم ذاکری بہت اچھی طرح ہوئی تھی میر اسد علی صاحب جب مجلس شروع کرتے تھے تو قریب دو ڈھائی گھنٹہ برابر پڑھتے تھے ان کا مرثیہ بھی کوئی (۶۰ یا ۷۰ یا ۸۰) بند سے کم نہیں ہوتا تھا اور مجلس میں جب تک خوب رقت نہ ہوتی تھی اوس وقت تک مرثیہ ختم نہیں کرتے تھے بعض اوقات مجلس میں رقت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ اکثر لوگ روتے روتے بے ہوش ہو جاتے تھے خود بھی بہت باکی تھے ان کے بازووار بھی بجائے خود ہر شخص ایک مرثیہ خوان تھا اون کو اکثر ونگلوں میں علیحدہ بھی مجلس پڑھنے کا اتفاق ہوتا تھا۔

میر اسد علی صاحب خود مرثیہ خوانان بلدہ کی بڑی عزت و توقیر کرتے تھے جب مغل صاحب بی بی کے پاس ونگل ہوتا تھا تو یہ خود اپنی ذات سے ذاکرین کے لئے اہتمام کرتے تھے ہر ذاکر کو اوس کی حیثیت سے نذر ذاکری گزرانی جاتی اور ذاکرین کی بڑی آؤ بھگت کرتے تھے اور بے حد اون سب کے ممنون

مشاعرہ ہوتے تھے علاوہ ازیں ذاکری کے بانی کسی مرثیہ خوان کو جس کے مرثیہ پر رقت اچھی ہوتی دوشالہ
یا شالی رومال انعام دیتے تھے اور اوس وقت یہ دستور تھا کہ مجلس میں دوشالہ یا شالی رومال اوڑھانے کا قاعدہ
تھا نواب مختار الملک بہادر نے مجلس مرثیہ خوانی کے بعد میر اسد علی صاحب کے لئے خدمت تحصیلداری
پر تقرر فرمایا یہ کچھ روز وہاں جا کے ملازمت کئے بعد ازاں ملازمت میں مقام مستقر سے علیل ہو کر بلدہ واپس
ہوگئے علاج وغیرہ ہوتا رہا مگر صحت حاصل نہیں ہوئی ... صاحب بابا کی ڈیوڑھی واقع چار مینار
میں (۴۳) سال کے سن میں انتقال کیا اون کو کوئی اولاد نہیں تھی باقی حالات خاندانی دستیاب نہیں

حاجی مرتضیٰ حسین صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ مچھلی بندر کے مشہور مرثیہ خوان تھے اور منتخب ذاکرین میں ان کا شمار تھا جب واحد خاں صاحب
واحد خاں صاحب مرثیہ خوان مچھلی بندر گئے یہ وہاں اونکے شاگرد ہوئے اور خوب محنت کی تو ان
کی مرثیہ خوانی اول سے زیادہ رنگین ہوگئی ان سے وزیر علی صاحب مرثیہ خوان کی بڑی ہمشیرہ بیاہی گئی
تھیں وزیر علی صاحب نے ان کو مچھلی بندر سے بلوا کے شاہی دربار میں پیش کیا تو صرف ایک دفعہ ایک
سلام سنے اور بلحاظ وزیر علی صاحب مرثیہ خوان اون کے بہنوئی ہونے کی وجہ سے اون کے نام ماہ
جاری و مقرر فرمائی وہ ماہوار اب تک علاقہ صرف خاص مبارک سے ان کے خاندان میں جاری ہے

یہ حج بیت اللہ الحرام و زیارت حضرت خیر الانام سے اور حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام سے بھی مشرف
ہوئے تھے اوس وقت حج و زیارت سے مشرف ہونا کارے دارد کا مضمون تھا بڑے بڑے
تکلیف کا سامنا ہوتا تھا اور اخراجات بھی زیادہ ہوتے تھے کئی مہینے سفر میں رہنا پڑتا تھا تراب خاں
مرثیہ خوان سے انھیں خاص محبت اور نہایت خلوص تھا۔ ان کے والد حاجی محمد صاحب صوبہ دار فوج
ملازم علاقہ گورنمنٹ سرکار عظمت مدار تھے۔ ان کی بی بی وزیر علی صاحب مرثیہ خوان کی بڑی ہمشیرہ نجف
کربلائے معلٰی جاتے ہوئے یا واپسی میں بمقام مسقط انتقال ہوگیا اور وہیں دفن کی گئیں ۔

مرحوم کے بطن سے تین فرزند تھے بڑے محمد حاجی صاحب لاولد انتقال کئے ان سے چھوٹے محمد چھپو صاحب ان کو ایک لڑکا عباس حسین صاحب نامی تھا یہی مرثیہ خوانی کرتا تھا اور تراب خاں صاحب کا شاگرد تھا سب سے چھوٹے مومن علی صاحب مرثیہ خوان تھے یہ سب اپنے ہڈواڑہ واقع دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن ہوئے۔

ان کا لباس وضع قطع بالکل قدیم مچھلی بندر کی تھی اور ان کا سن بھی غالباً (۶۵ یا ۷۰) سال کا ہوگا بہت نیک آدمی تھے نماز اور روزہ کے بہت پابند تھے زیادہ لکھے پڑھے نہیں تھے مگر سمجھدار عقلمند دور اندیش تھے انکے کلام کی بہت قدر تھی شاعر بھی سمجھے جاتے تھے اور مرثیہ خوان بھی شمار اور باوقعت سمجھے جاتے تھے۔

یہ مچھلی بندر کے مشہور مرثیہ خوان تھے حیدرآباد میں وزیر علی صاحب مرثیہ خوان کے زمانے میں آئے تھے اور انھوں نے ہی کوشش کر کے سرکاری ماہوار علاقہ صرف خاص مبارک سے بہ صلۂ ذاکری ان پر اجرا کروائی تھی ان کے باقی حالات کا پتہ نہیں چلتا اور نہ ان کے زمانے میں کوئی خاص بات قابل تحریر ہدست ہوئی۔ ان کا انتقال حیدرآباد میں ہی ہوا ان کے دو فرزند تھے ایک میر عباس علی صاحب مرثیہ خوان دوسرے میر حیدر علی صاحب مرثیہ خوان۔

میر عباس علی صاحب مرثیہ خوان اپنے والد کی جگہ بہ صلۂ ذاکری ملازم سرکار مقرر ہوئے اور تازندگی ماہوار پاتے رہے باقی حالات ان کے بھی ہدست نہیں ہوئے تراب خاں صاحب مرثیہ خوان کی زندگی میں انکا انتقال ہوا ان کی تجہیز و تکفین ان کے چھوٹے بھائی میر حیدر علی صاحب مرثیہ خوان نے کی تمام مرثیہ خوان شریک جنازہ ہوئے۔

میر حیدر علی صاحب مرثیہ خوان بھی ذاکری کرتے تھے اور تراب خاں صاحب مرثیہ خوان کے شاگردوں میں ان کا شمار تھا مگر چنداں مشہور نہ تھے اکثر زنانی مجالس یا دنگل میں مرثیہ خوانی کرتے تھے

یا کسی کے معاوضہ میں پڑھنے کے لئے جاتے تھے۔ بہرحال ان کی مالی حالت اچھی نہیں تھی سرکاری ماہوار بھی ان پر اجرا نہیں ہوئی پریشانی کے عالم میں عمر بسر کی ان کا مکان بیرون دیبڑپورہ شاہ صاحب تھا انتقال ہوا اور دمیں کے دائرہ میں دفن ہوئے ہر دو کنبائی کو کوئی اولاد نہ تھی غالباً وقت انتقال ان کا سن (۴۵ یا ۵۰) سال ہوگا کوئی عزیز و رفیق ان کا بھی لاہور میں نہ تھا دوست احباب اور مرثیہ خوانان نے ان کی تجہیز و تکفین کی خداوند عالم مرحومین کے درجات عالی کرے۔

یہ واحد خاں صاحب مرثیہ خوان کے منجھلے فرزند تھے ان کی ذاکری حیدرآباد میں بہت مشہور رہی اور یہ منتخب ذاکروں میں تھے اپنے ہمعصر ذاکرین میں ان کا مثل و نظیر نہیں تھا زمانہ طفلی میں ان کے والد کا انتقال ہونے سے انھوں نے حیدرآباد کے ذاکرین کے علاوہ ہندوستان کے بھی سوز خوانوں سے تعلیم حاصل کی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اوائل سن سے جوانی تک یہ جب زیر تعلیم تھے اپنے استادوں کی بہت خدمت کی ہمیشہ گھر کا کام کاج مثل نوکروں کے انجام دیا اور استادوں کے پاؤں دبائے حتیٰ کہ کھانا بھی پکایا اور ان کی دعائیں لیں جب خداوند عالم نے اتنا نوازا کہ یہ اپنے زمانہ کے فرد فرید ہوئے۔ کچھ دن وا... صاحب و غلام اصغر صاحب سے بھی سیکھتے رہے خادم حسین خاں صاحب سوز خوان سے ج... اعلیٰ درجہ کے دہرپتے اور اپنے فن میں یکتائے روزگار تھے بہت سے سوز حاصل کئے اور عابد عل... صاحب سوز خوان لکھنوی سے بھی کچھ سوز وغیرہ حاصل کئے اس پر ہمیشہ ولی صاحب اور غلام اص... صاحب دوسروں سے سوز خوانی حاصل کرنے کو منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تم ہمارے شہر کے مشہور اور سربرآوردہ ذاکر ہو ایسا نہ کرو۔ اس پر وہ جواب میں یہ کہتے تھے کہ جس کے پاس جو چیز اچھی ہے ضرور حاصل کرنا چاہیئے، بہرحال ولی صاحب ان کو بہت چاہتے تھے اور ہمیشہ کہتے تھے کہ تراب خاں صاحب حیدرآباد کے مرثیہ خوانوں میں بے مثل ذاکر ہیں ان کی عادت تھی کہ مجلس میں جب اچھی طر...

مجمع ہو جاتا تو خود آ کر لوگوں کو متوجہ کرنے کہ ذرا توجہ سے ان کی ذاکری سماعت فرمائیں ۔ واحد خاں صاحب کے فرزند رشید ہیں ان کا مثل حیدرآباد میں نہیں ہے اب کیا تھا لوگ ہمہ تن متوجہ ہو جاتے تھے اور ان کی ذاکری حاصل دنگل ہی بازی تھی ۔ پھر کسی کا چراغ مشکل سے جلتا تھا ۔ یہ والی صاحب و غلام حضرت صاحب کا بہت ادب کرتے تھے اور انتہائی اطاعت اور فرمانبرداری کی جو بیان سے باہر ہے ۔

ایک دفعہ ماہ محرم میں والی صاحب بغرض زیارت کربلائے معلّیٰ گئے ہوئے تھے تراب خاں صاحب نے اپنے مجالس کے علاوہ ان کے مجالس بھی پڑھ کر نذر ذاکری جو کچھ حاصل ہوئی تھی ان کی واپسی پر ان کے سامنے پیش کردی اور نذر مجالس مسجد نواب فیاض الملک مرحوم بھی پیش کیا اس پر والی صاحب نے ہزار ہا دعائیں دیں اور یہ کہا کہ یہ نذر جو نواب فیاض الملک کی ضرورت کا ہے ۔ جب میں یہاں رہتا تھا خود حاصل کر لیتا تھا اس سال میں نہیں تھا وہاں کی نذر تم خود لیلو مگر تراب خاں صاحب نہیں لئے اس پر والی صاحب نے کہا یہ بات بہت مشکل ہے جب سے تراب خاں صاحب مسجد فیاض الملک مرحوم میں مجالس پڑھتے ہیں ہر سال وہاں کی نذر ذاکری ان کی میں خود حاصل کر لیتا تھا اس سال نہیں تھا وہ خود حاصل کر کے مجھ کو پہونچائے اور نہ کبھی انھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ مسجد کی نذر ذاکری نہیں ملی یہ حوصلہ معمولی مرثیہ خوان کا نہیں ہے ان کی ذاکری خصوصیت کے ساتھ حضرات اہل سنت بھی بہت پسند کرتے تھے اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ یہ بہت سلیس سلیس مرثیہ پڑھتے تھے اور اسی طرح کی ذاکری میں ان کے مجالس بہت کامیاب رہتے تھے دربار و زندان کے حال کے مرثیہ بہت کم پڑھتے تھے بعض مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ان کے پہلے کے ایک ذاکر نے دربار یا زندان کا حال پڑھا اور انھوں نے بعد میں وہی سلیس سلیس مرثیہ پڑھنا شروع کر دیا سامعین متوجہ ہو گئے ایسی مجلس ہوئی کہ بیان سے باہر ۔ اس کی مجلس میں کثرت سے اہل سنت شریک ہوتے تھے اور گھروں میں مجلس کر کے پڑھاتے تھے چنانچہ نواب فیاض الملک مرحوم تو ان کی ذاکری کے عاشق تھے اکثر اپنے پاس بلا بلا کر مجلس سنتے تھے اور اپنے گھر میں محرم کو دنگل کرتے تھے جس میں تمام بلدہ کے مرثیہ خوان ذاکری کرتے تھے اس کے علاوہ یکم محرم سے ۱۰ محرم تک مسجد کالی کمان میں روزانہ مجلس وعظ

پُر سوز تھی مولوی صاحب کے بعد ان کی ذاکری سونے میں سہاگے کا کام کرتی تھی متعدد اشخاص بے حال ہو کر بے خود ہو جاتے تھے اور اپنا لباس اسی حالت بے خودی میں مرحمت کر دیتے تھے نواب اکرام جنگ مرحوم و نواب واثم جنگ مرحوم و نواب جعفر حسین خاں صاحب مرحوم اور ان کی پارٹی کے اکثر حضرات تو ہمیشہ بلا بلا کر ان کی مرثیہ خوانی سنتے تھے بالخصوص حضرت آغا داؤد صاحب جو نواب فیاض الملک مرحوم کے پیر و مرشد اور حضرت محمد حسین صاحب کے خلیفہ و جانشین تھے وہ بھی ان کی ذاکری بہت پسند فرماتے تھے اکثر مرتبہ نواب فیاض الملک مرحوم کے دولت خانہ میں جو محرم کو دنگل ہوتا تھا اور مجلس میں اکثر مرثیوں کی فرمائش کر کے سنتے تھے اور بہت تعریف فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ نواب صاحب مغفور نے نواب بشیر الدولہ سر آسمان جاہ بہادر سے جو امرائے نامدار اور امیر کبیر تھے ان کا ذکر کیا اور تعریف فرمائی نواب صاحب نے بھی اشتیاق ظاہر فرمایا تو نواب فیاض الملک مرحوم اپنے ساتھ لے کر گئے نواب صاحب اور دیگر امرا کرسیوں پر تشریف رکھتے تھے۔ فرمایا اچھا شروع کرو تراب خاں صاحب نے عرض کیا کہ سرکار یہ نبیؐ کے نواسے کا ذکر ہے سرکار اور دیگر حضرات اور تمام امرا کرسیوں پر نعلین پہنے تشریف فرما ہیں اور میں نبیؐ کے نواسے کا حال ایسی حالت میں عرض کروں اس کے لئے تو خاص مجلس اور خاص فرش وغیرہ کی ضرورت ہے سرکار مجھے معاف فرمائیں نواب صاحب نے ارشاد فرمایا کہ بالکل صحیح و درست ہے بے شک بے شک ایسا ہی ہونا چاہیئے حکم فرمایا کہ جلد دوسرے مقام پر فوراً فرش بچھایا جائے جب فرش تیار ہو گیا تو نواب صاحب معہ اشراف کے تشریف لائے اور مودبانہ تشریف رکھے پھر فرمایا کہ اب شروع کرو۔ تراب خاں صاحب نے کچھ سوز و سلام ایک مرتبہ بالکل سلیس پڑھے جس سے تمام حضرات روتے روتے قریب تھا کہ بیہوش ہو جائیں۔ بہر حال بہت رقت ہوئی نواب صاحب نے بہت تعریف و توصیف فرمائی اور فیاض الملک مرحوم سے ارشاد فرمایا کہ تم جیسی تعریف کرتے تھے یہ ویسے ہی ہیں بہر حال بہت کچھ صلہ مرحمت فرمایا اور رخصت کیا ان کے پاس مرثیوں کا بے حد ذخیرہ تھا کچھ تو وراثتاً حاصل ہوئے تھے اور کچھ آپ نے خود جمع کیا تھا اور زیادہ حصہ مراثی نواب سلیمان جاہ بہادر مرحوم کے پاس سے دستیاب ہوا تھا ان کے واقعات یہ ہیں کہ نواب صاحب کو مرثیہ بہت شوق تھا ہزارہا روپیہ خرچ کر کے مراثی کا ذخیرہ جمع فرمایا تھا اور آپ خود بھی مرثیہ خوانی فرماتے

تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دو دو سو بند کا مرثیہ لیکر مرثیہ خوانی کرتے تھے بہر حال نواب صاحب مرثیوں کے بڑے شوقین تھے۔ کثیر تعداد میں مراثی جمع فرمایا تھا وہ سب کے سب تراب خاں صاحب نے بڑی محنت و جانفشانی سے حاصل کیے تھے۔

ان کی امرائے شیعہ میں بھی بہت عزت و وقعت تھی نواب خانخانان بہادر مرحوم جب سنتے تھے اشرفیاں اور دوشالہ اور شیروانیاں سرفراز فرماتے تھے اور معمول ذاکری بھی جو مقرر تھا مرحمت ہوتا تھا اور نواب صاحب کے پاس کے پروردہ خادمایں ان کی شاگرد تھیں اور نواب مشیر الملک مرحوم اور ان کا محل خود بھی ان کو بے حد چاہتا تھا اور انکے پاس کی بھی خادائیں شاگرد تھیں اور محل نواب مکرم الدولہ مرحومہ اور محل نواب بہرام الدولہ مرحومہ کے خادمایں بھی شاگرد تھیں ان مقامات سے ان کو بہت بافت اور معقول فائدہ تھا تراب خاں صاحب کے انتقال کے بعد ان جملہ امرائے نامدار نے ان کی اولاد و متعلقین کیساتھ بھی وہی طریقہ سلوک و مسلوک جاری رکھا برابر پرورش کرتے رہے اور ماہواریں جاری رکھیں۔

ان کے شاگرد بھی بہت تھے بوجہ طوالت ان کے نام تحریر نہیں کئے گئے آیندہ ان کے حالات میں اپنے اپنے مقام پر تحریر کیئے جائیں گے۔

انھوں نے اپنی زندگی میں بہت سیاحت کی علاوہ ہندوستان کے کربلائے معلّٰی اور دیگر مقامات پر بطور سیر و سیاحت و زیارت معہ احباب و متعلقین دو دو چار چار ماہ کا سفر کیا اور لکھنو کو کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہوا وہاں بھی جاکر اپنی ذاکری لوگوں کو سنائی اور ان کی ذاکری سنی لکھنو میں عابد علی خاں صاحب سوزخوان کے مکان میں مہمان رہے۔ اکثر دوست احباب ان سے بہت خوش رہتے تھے ان کے انتقال کے بعد ہمیشہ یاد کرتے تھے بلکہ بعض حضرات اب تک یاد کرتے ہیں۔

یہ اپنے عزیز و اقارب کے علاوہ ہمیشہ سادات رفیع الدرجات کی بہت خدمت کرتے رہے اور اکثر بیواؤں کے ساتھ سلوک و مسلوک کرتے تھے ان کے انتقال کے بعد یہ حالات منکشف ہوئے۔ تراب خاں صاحب کی مالی حالت بہت اچھی تھی تمام خاندان کی پرورش ان کے ذمہ تھی گھر کے بھرے پورے اور مہمان نواز تھے اکثر لوگ بلاد بعیدہ کے ہمیشہ مہمان رہتے تھے مکانات وغیرہ متعدد تھے اور گھر کی زینت

بہت اچھی تھی سواری کے لئے گھر پر گھوڑا گاڑی تھی جس وقت انتقال ہوا تمام مال و اسباب، اون کی والدہ کے قبضہ میں تھا۔

ان کے والد کی مجلس سالانہ ۲۱ ذی الحجہ کو نعل مبارک میں ہوتی تھی دونو بھائیوں کو وقت پورا نہیں ملتا تھا جب یہ پڑھتے تھے تو جمال خاں صاحب ناخوش رہتے تھے اس لئے یہ اپنی سالانہ مجلس درگاہ حضرت عباسؑ میں ۲۲ ذی الحجہ کو منعقد کرنے لگے تمام سال لوگوں سے مجلس کا وعدہ لیتے تھے اور مجلس کے واسطے تخت ہوتی تھی اور لوگ مدعو ہوتے تھے برابر دن کے دو ڈھائی بجے تک کھانے کا انتظام رہتا تھا درگاہ میں اتنا ہجوم ہوتا تھا کہ بیان سے باہر مجلس کا تبرک جناب میر عاشق علی صاحب اپنی ذات سے تقسیم کرتے تھے تمام خاں صاحب اس کے معاوضہ میں اون کی جملہ مجالس عاشورہ بغیر نذر ذاکری پڑھتے تھے۔

ایک سال کا ذکر ہے کہ " دوزخ سے جب آزاد کیا حُر کو خدا نے " یہ مرثیہ دستیاب ہونے پر ایک نیا سوز جو اس وقت رائج ہے رکھ کر اپنی مجلس میں پڑھنا چاہا چند مرثیہ خوان مانع ہوئے کہ یہ مرثیہ قبل ازیں محمد خیر اللہ صاحب اپنی مجلس سالانہ میں پڑھ چکے ہیں تو جواب دیا کہ اون کی مجلس اور ہے اور میری مجلس اور بہرحال وہی مرثیہ پڑھا گیا بہت کامیاب مجلس ہوئی کثرت سے لوگ جمع تھے سب کی زبان پر یہی جاری تھا کہ کیا مرثیہ اور کیا پڑھا ہے کیا سوز ہے۔

بہرحال ان کی ذاکری میں چند مرثیہ ایسے تھے کہ ہمیشہ حضرات اونہی کی فرمایش کرتے کہ وہ مرثیہ پڑھو منجملہ اون کے چند مرثیوں کے چند مطلع حسب ذیل ہیں (جب زایران شاہ غریب الوطن پھرے) (جب مر گئے ہفتاد و دو تن راہ خدا میں) (رخصت ہے وطن سے شہ آوارہ وطن کی) (بتیج فاطمہؑ کے جو دلارے تھے)

انھوں نے متعدد عقد کیئے اور ان سے اکثر اولاد ہوئی مگر اون کے بعد ایک لڑکا یاور خاں صاحب اور تین لڑکیاں اور ایک ہمشیرہ زادی جس کے ماں باپ نہ ہونے کی وجہ سے خود پرورش کرکے اون کی شادی مراد علی خاں صاحب سوزخوان کے ساتھ اپنی زندگی میں کردی تھی باقی رہے۔

۱۔ بڑی لڑکی کی شادی پتھرو خاں صاحب مرثیہ خوان کے ساتھ ہوئی ان کا ذکر پتھرو خاں صاحب کے حالات میں آئندہ تحریر ہوگا۔

۲۔ دوسری لڑکی ابراهیم علی خاں صاحب مرثیہ خوان کی بی بی تھیں ان کا بھی حال آئندہ ذکر

کیا جائے گا۔

۳- تیسری لڑکی غلام حیدر صاحب کو بیاہی تھیں یہ داروغہ پھول باغ علاقہ مہاراجہ کشن پرشاد صاحب بہادر تھے یہ بھی لاولد انتقال کی یادر خاں صاحب کا بھی ذکر آئندہ اپنے مقام پر پیش کیا جائے گا۔

بقیہ خاندانی حالات دادے خاں صاحب کی کیفیت میں مفصل تحریر ہو چکے ہیں ملاحظہ فرمائیں ان کا انتقال ۱۲ ماہ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ میں واقع گول بنگلہ اپنے مکان میں ہوا وقت انتقال انکا سن تخمیناً (۵۰ یا ۵۵) سال کا ہو گا۔ ان کی میت میں تمام مرثیہ خوان و بازو دار و مومنین دوست و احباب حتیٰ کہ الامراء بھی شریک تھے۔ ان کی قبر تکیہ جان اللہ شاہ صاحب قریب پل افضل گنج ان کے بزرگوں میں بنائی گئی مگر طغیانی رود موسیٰ ۱۳۲۶ھ میں تمام قبور بہہ گئیں اب پتہ بھی نہیں ہے۔ بنانے کا ارادہ کیا تو جناب مولانا مولوی عبد الکریم صاحب مجتہد اعلی اللہ مقامہ نے منع فرمایا جو اس وقت حضرت غفران مکان کے مہمان تھے۔

ان کے اخلاق و عادات بہت وسیع تھے جس کی وجہ آج تک لوگ اچھے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور مرثیہ خوانان اور بازو داروں کے تو ہر دلعزیز تھے ان کا لباس بالکل قدیم وضع و قطع کا تھا انگرکا زیادہ پہنتے تھے اور شیروانی بہت کم سر پر شملہ کبھی بغدادی پٹکہ باندھتے تھے اور کاندھے پر رومال دو فردی رہتا تھا اور کبھی دو شالہ بھی اوڑھتے تھے۔

تراب خاں صاحب کے انتقال کے بعد مومن علی صاحب مرثیہ خوان ساکن کاروان نے ان کے گھر کو بہت سنبھالا تمام آمدنی خود وصول کر کے لاتے اور بعد وضعات بازوداران نصف حصہ چھیترو خاں صاحب و چھوٹو خاں صاحب کو اور نصف حصہ والدۂ تراب خاں صاحب کے سپرد کرتے اور بازار سے جملہ سامان خورد و نوش و پارچہ وغیرہ لا کے مہیا کرتے تھے۔ اس کے صلہ میں مراد علی خاں صاحب نے جناب بڑی صاحبزادی صاحبہ محل مکرم الدولہ مرحوم کے پاس سفارش کر کے تراب خاں صاحب کی جگہ خادماؤں کی تعلیم ذاکری کے لئے مقرر کروایا جہاں تازیست مقرر رہے۔

جمال خاں صاحب مرثیہ خواں مرحوم

یہ واحد جمال صاحب کے بڑے فرزند اور حیدرآباد کے مشہور و معروف اور منتخب ذاکر تھے ان کی آواز بہت اچھی تھی اور حافظہ خداداد تھا اور ہمیشہ زبانی ذاکری کرتے تھے تمام عمر کبھی بھی بغیر دیکھ کر نہیں پڑھا جس مرثیہ یا سلام کی فرمایش کی گئی فوری سنا دیا قرآن شریف بھی اسی طرح حفظ تھا ایک دفعہ نواب خانخانان بہادر کے پاس بڑے مجالس ہو رہے تھے ایک مجلس میں جناب میر انیس صاحب مرحوم اپنا نیا مرثیہ پڑھ رہے تھے یہ بھی اوس مجلس میں شریک تھے تمام مرثیہ من و عن سن لیا اور اپنے پڑھنے کے موافق منتخب بھی کر لیا۔ نواب صاحب موصوف کے پاس ہر پنجشنبہ کو مجلس ہوتی تھی اور متعدد جماعتیں پڑھتی تھیں اتفاق یہ ہوا کہ انھیں ایام میں پنجشنبہ آیا یہ پڑھنے کے لئے گئے نواب صاحب نے مجلس میں میر انیس صاحب کو بھی بلوایا کہ ہمارے حیدرآباد کے مرثیہ خوانان کی ذاکری بھی سنو۔ بہر حال کئی ذاکر پڑھنے کے بعد ان کی باری آئی یہ تکیہ پر بیٹھتے ہی میر انیس صاحب کا نیا مرثیہ پڑھنے لگے میر انیس صاحب کو حیرت ہوئی کہ یہ مرثیہ میں ایک دفعہ لکھنؤ میں پڑھا دوسری دفعہ حیدرآباد میں ان کے پاس کہاں سے آیا آخر کار دریافت کیا کہ یہ مرثیہ تمہارے پاس کیسے آیا جواب دیا کہ حضور نے پڑھا تھا میں نے سن لیا اور یاد کر لیا۔ میر انیس صاحب کو بہت تعجب ہوا اور بولے کہ عجیب خداداد حافظہ ہے پھر اپنے پاس بلا کر بہت تعریف کی اور نواب صاحب سے فرمایا کہ ایسے لوگ دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ غلام اصغر صاحب مرثیہ خواں اپنی سالانہ مجلس کا نیا مرثیہ ربط یعنے مشق کر رہے تھے ٹھیک دوپہر کا وقت تھا کہ یہ اون سے ملاقات کے لئے گئے۔ اور دروازہ کے باہر کھڑے رہ کر تمام مرثیہ سن لیا اور نواب مشیر الملک مرحوم کے پاس ہر پنجشنبہ کو بعد مغرب مجلس ہوا کرتی تھی متعدد جماعتیں پڑھتی تھیں یہ وہاں جا کر وہ مرثیہ پڑھنا شروع کیے غلام اصغر صاحب بھی موجود تھے ان کو بہت رنج ہوا کہ میرا نیا مرثیہ پڑھا گیا۔ اس کے بعد جب تک وہ زندہ رہے اپنا نیا مرثیہ جب ربط یعنے مشق کرتے تو چار آدمی چار طرف کھڑا کرتے کہ جمال

صاحب آتے ہی فوراً اطلاع دو بہرحال ان کا حافظہ خداداد تھا ایسا شخص حیدرآباد کے مرثیہ خوانوں میں نہیں گزرا۔

اپنے والد کے انتقال کے بعد ۲۱ ذیحجہ کو نعل مبارک میں سالانہ مجلس کرتے تھے پہلے تراب خاں صاحب پڑھتے تھے جب زیادہ وقت ہوجاتا تو یہ خفا ہوجایا کرتے کہ مجھ کو وقت نہیں رہا آخرکار تراب خاں صاحب نے اس جھگڑے کو پاک کر دیا اور اپنی مجلس ۲۲ ذیحجہ کو درگاہ حضرت عباس علیہ السلام میں کرنے لگے اس کا مفصل ذکر اون کے حالات میں بیان ہوچکا ہے۔ بہرحال ۲۱ ذیحجہ کی سالانہ مجلس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے اُن کے آخر زمانے میں ان کے ہاتھ پاؤں بوجہ مرض شل ہوگئے تھے مجالس میں جانا آنا بھی بہت مشکل ہوگیا تھا بعض بعض مقامات پر ڈولی میں بیٹھ کر جاتے اور ذاکری کرتے تھے ان کی ذاکری نہ چلنے کی وجہ سے ان کے ماموں سید جعفر حسین صاحب تحصیلدار علاقہ سرکار عالی جو اپنی بیٹی بھی ان کو دی تھی بہت مدد کرتے تھے اس کے علاوہ ان کے بھائی تراب خاں صاحب مرثیہ خوان ان کے ہمیشہ کفیل رہتے تھے جب ان کا انتقال ۱۳۱۱ھ میں ہوا تو تراب خاں صاحب نے ہی ان کی تجہیز و تکفین کی ان کا مکان بیرون یاقوت پورہ واقع تھا۔ اور اون کا ہڈرا بیرون پل افضل گنج تکیہ جان اللہ شاہ صاحب میں تھا وہیں دفن کیئے گئے تمام مرثیہ خوانان اور اہل محلہ و مومنین شریک جنازہ تھے تراب خاں صاحب نے بڑی عزت کی ساتھ انتظام میت و سوم و دہم و چہلم کیا اور بیوہ اور یتیموں کی پرورش کرتے رہے اور بچوں کو اپنے پاس لے جاکر رکھا تعلیم و تربیت میں زیادہ حصہ لیا ان کے متعدد بچے تھے سب کا انتقال ان کے سامنے ہوا ان کے بعد صرف دو فرزند ایک لڑکی باقی رہی بڑے فرزند جعفر خاں صاحب مرثیہ خوان اور چھوٹے فرزند چھوٹو خاں صاحب مرثیہ خوان تھے ان کے حالات آئندہ تحریر کیے جائیں گے۔

ان کی لڑکی کی شادی سید حیدر حسین صاحب برادر زادہ سید جعفر حسین صاحب تحصیلدار سے ہوئی ان کو دو فرزند اور ایک لڑکی ہوئی بڑے فرزند سید احمد حسین صاحب اور چھوٹے فرزند سید واجد حسین صاحب ہیں اب ان کی اولاد کا سلسلہ ان سے جاری و قائم ہے اور لڑکی نا کتخدا انتقال کی۔

جب اُن کے والد کا انتقال ہوا تو کمسن تھے نواب کرار جنگ مرحوم اور اُن کے محل میں اور حضرت

زینت النساء بیگم صاحبہ والدہ نواب مختار الملک مرحوم نے زیادہ حصہ پایا تھا تو ترقی جو ایسے حال رہتے تھے
اور ان سب کا ذکر بھی تو بگذاشت نہیں فرمایا۔
ان کا لباس قدیم وضع و قطع کا تھا ہمیشہ بطمانیت مزاج رہتے تھے آخر سن ان کا غالباً ۱۰۰ یا ۹۵
سال کا ہوگا۔

فیض خاں صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ احمد خاں صاحب مرثیہ خوان کے چھوٹے فرزند تھے شباب کے زمانے میں نہایت خوش گلو تھے ان کی آواز خداداد تھی جس مجلس میں ذاکری کرتے تھے لوگ بے حد ان سے خوش ہوتے تھے نواب خانخاناں بہادر تو ہمیشہ ان کے گلے کے بوسہ لیتے تھے اور یہ نواب صاحب کے پاس ہی زیادہ رہتے تھے نواب صاحب ان کو بہت چاہتے تھے اور نواب کرار جنگ مرحوم کا بھی یہی حال تھا بہت محبت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ہمارے گھر کی جماعتیں ہیں تا زندگی سلوک و ملوک کرتے رہے۔

ان کو لکھنا پڑھنا بہت کم آتا تھا مرثیہ یاد کر کے پڑھتے تھے مگر مرثیہ خوانی میں ان کا مثل و نظیر نہیں تھا اپنی زندگی احتیاط سے بسر نہیں کی کچھ دن بعد مرض صرع میں مبتلا ہو گئے مرثیہ خوانی وغیرہ سب جاتی رہی اب نہ ان کا وہ گلا ہی رہا نہ وہ ذاکری رہی اور نہ وہ آواز۔ جہاں مجلس میں جاتے تھے صرع کا دورہ ہو جاتا تو لوگ گاڑی وغیرہ میں سوار کر کے مکان پر لا کر پہونچاتے تھے آخر کار گھر سے نکلنا ہی بہت کم کر دیا آمدنی ذاکری میں بہت فرق آ گیا مگر ان کے بڑے بھائی تراب خاں صاحب مرثیہ خوان ہمیشہ ان کے اور ان کی بی بی کے کفیل رہے بعد انتقال تراب خاں صاحب یہ زیادہ پریشان ہو گئے ان کی والدہ ہر طرح ان کی نگران و کفیل رہیں بہر حال تراب خاں صاحب کے انتقال کے بعد پانچ چھ مہینے کے اندر ۹ رجب ۱۳۱۳ھ کو مکان مراد علی خاں صاحب سوز خوان واقع کالی مسجد قریب الاوہ بی بی ان کا بھی انتقال ہو گیا والدہ تراب خاں صاحب نے بذریعہ مومن علی صاحب و مراد علی صاحب

جملہ امور تجہیز و تکفین کا انتظام کردیا۔ ان کی والدہ ان کی بی بی وغیرہ کی کفیل رہیں تھوڑے دن بعد بی بی کا بھی انتقال ہو گیا مرد و قبر تجہیز روشن دل شاہ صاحب واقع بنگلہ ڈاکٹر بینی صاحب میں واقع ہے ان کی بہت کچھ اولاد ہوئی تھی مگر ماں باپ کے سامنے ہی انتقال کر گئی ایک لڑکی نے کر پرورش کیا تھا اس کی شادی اون کی والدہ نے اپنی زندگی میں کردی جو صاحب اولاد موجود ہے ان کی تفصیل خانہ کیفیت واحد خاں صاحب مرثیہ خواں کے حالات میں تحریر ہے غالباً وقت انتقال ان کا سن (۴۵) سال کا ہوگا۔

حسین خاں صاحب مرثیہ خواں مرحوم

یہ بلدہ کے مشہور مرثیہ خواں تھے فن سوز خوانی میں کامل مہارت رکھتے تھے اپنے زمانے کے سرآوردہ مرثیہ خوانان میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ اور غلام اصغر صاحب کے شاگردوں میں مشہور تھے حالانکہ ان کے معلومات بہت وسیع تھے لیکن صرف مرثیہ خوانی کی حد تک اور ونگلوں میں شریک ہونے کی خاطر شاگرد ہوتے تھے ان کا گلا نہایت اچھا اور قابو میں تھا گو آواز چھوٹی سی تھی مگر اچھی تھی اور گلے میں سکت بہت تھی مجلس کو قابو میں لانا اون کا اختیاری فعل تھا ضعیفی کے عالم میں آواز بے قابو ہوگئی تھی اس سبب سے بہت کم مرثیہ خوانی کرتے تھے ان کے چھوٹے فرزند ابراہیم علی خاں صاحب اون کے مقامات مقررہ پر ذاکری کرنے جایا کرتے تھے جن کا ذکر آئندہ اپنے مقام پر آئے گا۔

حسین خاں صاحب کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اول قوالی کرتے تھے اور موسیقی کے فن میں اعلیٰ درجہ کی معلومات رکھتے تھے۔ ان کا پہلا نام حسین بخش تھا لیکن اپنے اعتقاد سے قوالی ترک کر کے مرثیہ خوانی کرنے لگے اور حسین خاں کے نام سے مشہور ہوگئے ان کا مکان گھانسی میاں صاحب کے بازار میں روبروئے موجودہ ہائی کورٹ واقع تھا جس وقت رود موسیٰ کی طغیانی غرہ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ کو شب میں ہوئی تو انھوں نے مکان چھوڑ کر روبروئے مکان ایک عاشور خانہ تھا وہاں پناہ لی اور

مرثیوں کا لبتہ اپنے سینہ سے لگائے رہے۔ عاشور خانہ میں ہزاروں کا مجمع تھا پانی حد سے گزر گیا تھا تمام لوگ حیران و پریشاں تھے لیکن یہ اتنے ثابت قدم تھے کہ کچھ ہراساں نہیں ہوئے اور زبان پر یہ کلمہ جاری تھا کہ میں امام حسین علیہ السلام کا غلام ہوں اور ان کے عاشور خانہ میں ہوں وہی حضرت مجھے بچالیں گے۔ بہرحال یہ رود موسیٰ کے نذر ہوئے لاش ہرچند تلاش کی گئی مگر پتہ نہیں ملا۔ بقیہ متعلقین کو خدا و ند عالم کے فضل و کرم سے نجات حاصل ہوئی جن کی تفصیل یہ ہے ایک بی بی اور ایک دختر اور ایک بڑے فرزند قاسم علی خاں صاحب۔

اس طغیانی کا اثر تمام شہر پر ہوا ہزارہا آدمی بہہ گئے اور ہزارہا آدمی اوس کے فضل سے بچ گئے اس وقت مرحوم کے چھوٹے فرزند ابراہیم علیخاں صاحب کہیں بغرض سیر و تفریح بیرون بلدہ گئے ہوئے تھے طغیانی کا حال سن کر پریشان واپس آئے تو معلوم ہوا کہ اون کے والد رود موسیٰ میں بہہ گئے۔

حسین خاں صاحب کے انتقال کے بعد اون کے بڑے فرزند قاسم علیخاں صاحب کچھ دن زندہ رہے ان کی آواز اچھی نہیں تھی اس لئے وہ مرثیہ خوانی کرنے سے قاصر رہے لیکن کبھی کبھی تبرکاً و اعتقاداً ذاکری کر لیتے تھے اور اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ مجالس پڑھتے تھے مگر اس کو وہ اچھا نہیں سمجھے اس لئے فن حکمت میں محنت شاقہ کرکے اور امتحان دے کر کافی تجربہ اور لیاقت حاصل کی حکمت بھی اچھی طرح چل رہی تھی کہ اون کا بھی انتقال ہو گیا غالباً وقت انتقال ان کا سن (۳۵ یا ۴۰) سال کا ہوگا ان کے انتقال کا اثر اون کے والدہ اور ہمشیر پر بہت زیادہ ہوا اور انھیں کے رنج و ملال میں والدہ کا بھی انتقال ہو گیا اسی زمانے میں ہمشیر کی شادی ہوئی وہ بھی چند ہفتے زندہ رہ کر انتقال کیں صرف ابراہیم علیخاں صاحب چھوٹے فرزند باقی رہے حسین خاں صاحب اپنے خاندان میں پہلے مرثیہ خواں ہوئے غالباً انتقال کے وقت ان کا سن (۸۵ یا ۹۰) سال کا ہوگا۔

یہ بڑے خوش اعتقاد اور مذہب کے جوشیلے اور اپنے فن کے کامل منصف مزاج اور صاف گو تھے ان کے خاندانی حالات بدست نہیں ہوئے اور نہ ان کے شاگردوں کا حال معلوم ہو سکا مگر مشہور یہ ہے کہ بہت تعداد میں تھے۔

مرحوم کو نواب کرار جنگ مرحوم کے گھر سے خاص تعلق تھا اون کے تمام خاندان میں یہی ذاکری کرتے

تھے۔ [illegible] حضرت [illegible] بیگم صاحبہ والدہ [illegible]
سالار جنگ [illegible] نواب صاحب کی سلامتی کا نذر [illegible]
[illegible] صاحب [illegible] رہا اور مرحوم اپنی زندگی تک اچھی طرح انجام دیتے رہے۔
[illegible] خان صاحب کی سالانہ مجلس (۲۴ ذی الحجہ) کو درگاہ پنجہ شاہ ولایت میں ہوتی تھی اور
[illegible] اہتمام کرکے اپنے کمال کا اظہار کرتے تھے مگر آخر زمانے میں ان کے چھوٹے فرزند ابراہیم
علی خان صاحب پہلے پڑھتے تھے اور خود بعد بنظر ثواب و اعتقاد و تبرکاً کچھ پڑھ لیتے تھے۔

یہ زمرۂ نوابیہ فرقہ سلیمانیہ سے تھے ان کی ذاکری بہت شہور تھی اور بہت اچھی طرح مرثیہ خوانی کرتے تھے صاحب کمال مانے جاتے تھے اون کے استاد منور علی صاحب مرثیہ خوان تھے یہ بھی زمرہ نوابیہ فرقہ سلیمانیہ سے تھے اور منور علی صاحب اپنے فن ذاکری میں لاجواب و بے مثل مشہور تھے۔

عظمت علی صاحب علاوہ ذاکری کے تجارت بھی کرتے تھے ان کی ایک بہت بڑی دوکان مالا بازار میں واقع تھی روزانہ ہزارہا روپیہ کا معاملہ طے ہوتا تھا۔ مگر یہ نذر ذاکری کی آمدنی امور خیر میں صرف کرتے تھے اور آمدنی تجارت سے زندگی بسر ہوتی تھی۔ ان کی اولاد میں صرف ایک لڑکی تھی وہی ان کی مالک ہوئی لاکھ روپیہ کی جائیداد ان کے وقت انتقال قبضہ میں تھی اور ہزارہا نقد روپیہ بھی جمع تھا وہ سب کی مالک لڑکی ہوئی نواب کرار جنگ مرحوم کے پاس یہ زمرۂ ذاکرین میں ملازم تھے نواب صاحب کی ان پر بہت عنایت تھی۔

وقت انتقال ان کا سن (۷۵ یا ۸۰) کا ہوگا اور ان کے شاگرد بھی بہت سے تھے منجملہ ان کے شجاعت علی صاحب و حسین علی صاحب و غلام علی صاحب مرثیہ خوان زیادہ مشہور ہیں۔

یہ بھی زمرۂ بوہرہ امیر فرقہ سلیمانیہ سے تھے۔ ان کے والد امجد علی صاحب سوداگر اسپاں تھے ان کے تین فرزند تھے بڑے حسین علی صاحب اون سے چھوٹے غلام علی صاحب اون سے چھوٹے غلام قاسم صاحب بڑے دو بھائی لاولد تھے غلام قاسم صاحب کو ایک لڑکا تھا وہی اپنے خاندان کا مالک ہوا اون کا نام حسین علی صاحب تھا یہ تینوں بھائی عظمت علی صاحب مرثیہ خوان کے شاگرد تھے حسین علی کی ذاکری مشہور تھی غلام علی صاحب و غلام قاسم صاحب حسین علی صاحب کے ساتھ بازوداری کرتے تھے اور غلام علی صاحب علاوہ بازو پڑھنے کے علحدہ بھی پڑھتے تھے مگر غلام قاسم صاحب ہر دو بھائی کی بازوداری کرتے تھے یہ تینوں بھائیوں میں بہت اتفاق و محبت تھی۔ اون کے والد کا انکو بہت کچھ مال ملا مکانات کے کرایہ کی آمدنی معقول وصول ہوتی تھی حسین علی صاحب علاوہ ذاکری کے سرکاری ملازم تھے بہرحال ان کی مالی حالت بہت اچھی تھی۔

ان کی چار بہنیں تھیں جن کی شادی بھائیوں نے کردی ایک بہن شجاعت علی صاحب مرثیہ خوان کو دی گئی تھی باقی کا حال معلوم نہیں۔ ان کا سن غالباً (۷۰ یا ۷۵) سال کا ہوگا۔ دوسرے بھائی ان سے دس پانچ سال کے چھوٹے ہوں گے۔

حسین علی صاحب نے عظمت علی صاحب کے بعد غلام اصغر صاحب مرثیہ خوان کی شاگردی کی۔ اور اکثر غلام اصغر صاحب کے مکان پر رہتے تھے اور ان کی بدلیاں ہمیشہ پڑھتے تھے۔ غلام اصغر صاحب بھی ان سے بہت محبت رکھتے تھے۔

میر محمد علی صاحب سوز خوان لکھنوی

یہ بہت بڑے مشہور معروف اور صاحب کمال سوز خوان تھے۔ آواز بہت بلند تھی اور نہایت خوش گلو تھے۔ ایک دفعہ کا اتفاق ہے کہ حکیم میر محمد علی خاں صاحب جاگیردار کے دولت خانہ واقع کوچہ گرو ناتھ پیچھے شاہ ولایت متصل مکان حکیم شفائی خاں صاحب مرحوم میں مجلس تھی اور یہ ذاکری کرتے تھے سامنے سانچ کے ۲ مردہنگ رکھے ہوئے تھے اور روشنی جل رہی تھی ایک سوز پڑھتے پڑھتے ایک دفعہ جو تان لی اور گلا پھرایا فوراً ایک مردہنگ چٹ سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک دفعہ بادشاہی عاشور خانہ میں شب اربعین ونگل ہو رہا تھا اور یہ ذاکری کرتے تھے لوگ بیرون دیوڑھی سے پڑھنے کی آواز سن کے کہتے تھے کہ میر محمد علی صاحب سوز خوانی کرتے ہیں۔

بیرون چاند گھاٹ نواب میر وزیر علی خاں بہادر ایک جاگیردار رہتے تھے ان کے پاس سواری علم مبارک بڑی دھوم سے اٹھتی تھی یہ سواری کے سامنے پڑھتے تھے ان کی ذاکری بہت مشہور تھی۔ اندرون دریچہ تا تا لیں رہتے تھے ان کا دستر خوان بہت وسیع تھا۔ اکثر حضرات روزانہ دو پہر میں ہم طعام رہتے تھے ہم پیشہ حضرات بھی کبھی کبھی شریک ہو جاتے تھے اور دن بھر فن ذاکری کے پیچھے رہتے تھے۔

ان کے خاندان میں اکثر سوز خوان ہوئے ہیں۔ ان کے خاندانی حالات بدست نہیں ہوئے مگر ان کے دو فرزند تھے بڑے میر سکندر علی صاحب عرف ذاکر علی خاں صاحب اور چھوٹے میر ممتاز علی صاحب۔

میر ذاکر علی صاحب سوز خواں بھی مثل اپنے باپ کے بہت خوش گلو صاحب کمال تھے انکی ذاکری بھی بعد انتقال میر محمد علی خاں صاحب خوب چلی لوگ خواہش سے سنتے تھے میر ممتاز علی صاحب بھی مثل اپنے والد اور بھائی کے نہایت خوش گلو اور بلند آواز تھے مگر آوارہ صحبت نے ان کو پریشان کر دیا تھا پریشانی کے حال میں انتقال کیا اب ان کے

خاندان میں کوئی نہیں یہ ہردو بھائی لاولد تھے۔ انکے قبور دائرہ حضرت میر مومن صاحب میں ہیں۔

سیّد لدار علی صاحب مرثیہ خوان

یہ بلدہ کے اعلےٰ ذاکرین میں تھے ان کے والد سید حسین صاحب بازوودار خادم علی صاحب تھے مگر خادم علی صاحب مرثیہ خوان نے ان کو پرورش کیا اور اولاد نہ رہنے کی وجہ اپنا بیٹا بنا لیا تھا ان کی تعلیم و تربیت خادم علی صاحب کے ذریعہ سے ہوئی یہ حسن صاحب مرثیہ خوان کے شاگرد رشید تھے گلا خدا داد تھا۔ بلا کے ذہین بھی تھے۔ ان کی ذاکری امرائے بلدہ خواہش سے سنتے تھے جس ونگل میں یہ مجلس پڑھتے لوگ سننے کے لئے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے بہرحال اچھی عزو وقعت سے اپنی زندگی بسر کی یہ صلہ ذاکری علاقہ صرف خاص مبارک سے ماہانہ (سے) منصب بھی جاری تھا۔ مگر اپنے استاد کی بددعا سے جوانامرگ انتقال کئے ان کی ماہوار منصب خادم علی صاحب نے کوشش بلیغ کر کے اپنے نام پر اجرا کروائی مرحوم خادم علی صاحب کے پاس رہتے تھے کوئی اولاد نہ تھی جب ان کا انتقال ہوا ان کی تجہیز و تکفین بھی خادم علی صاحب نے کی۔ دائرہ حضرت میر مومن صاحب قدس سرہٗ میں دفن ہوئے ان کے خاندان میں اکثر ذاکرین گزرے ہیں باقی تفصیلی حالات ہمدست نہیں ہوئے کچھ حالات خادم علی صاحب کے واقعات میں تحریر ہیں۔

سیّد زینت علی صاحب مرثیہ خوان

یہ حیدرآباد کے نامور ذاکرین میں تھے ان کے بھی والد سید حسین صاحب تھے مگر خادم علی صاحب

مرثیہ خوان نے ان کو بھی اپنا فرزند کر کے پالا تھا ان کی تعلیم و تربیت بھی خادم علی صاحب نے کرائی تھی بہت اچھے پڑھنے والوں میں تھے اکثر لوگ ان کو زینت دنگل کے نام سے موسوم کرتے تھے ان کی ذاکری کو بھی لوگ خواہش سے سنتے تھے یہ صاحب عزت و وقعت تھے ان کی بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی اپنے باپ یعنے خادم علی صاحب کے سامنے نوجوان انتقال کیئے دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن ہوے ۔

اوائل سن میں بازوداری اپنے باپ کے ساتھ کرتے تھے بازوداری کرتے کرتے بہت جلد ترقی کر کے علیحدہ خوب معرکے کے مجالس پڑھنے لگے اور اپنے زمانے میں منتخب مرثیہ خوان ہوے ۔

سید علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ حیدرآباد کے ذاکر تھے ان کے بھی والد سید حسین صاحب تھے لیکن خادم علی صاحب مرثیہ خوان نے پرورش کیا تھا یہ بھی خادم علی صاحب کے بیٹے ہوتے تھے ان کی بھی تعلیم و تربیت خادم علی صاحب نے ہی کروائی تھی یہ زیادہ اپنے بھائیوں کے اور باپ یعنے خادم علی صاحب کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے اور علحدہ بھی دنگلوں میں پڑھتے تھے اور دیگر مجالس میں بہت کم پڑھنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ ان کی ذاکری میں کوئی خاص بات نہیں تھی ان کا بھی عین جوانی میں خادم علی صاحب کے سامنے انتقال ہوا اور دائرہ حضرت میر مومن صاحب میں دفن ہوے ۔

مدار صاحب مرثیہ خوان

ان کے والد کا نام کریم صاحب تھا یہ بچارے سیدھے سادھے مرثیہ خوان تھے اور

درگاہ قدم رسول میں اپنے والد کے مکان میں آجا رہتے تھے اور نواب سالار جنگ بہادر کے دواخانہ
میں اپنے باپ کی جگہ ملازم تھے یہ ۱۹ ربیع الاول کو شل اپنے باپ کے درگاہ قدم رسول میں آ مجلس
کرتے تھے اور مرزا فصیح صاحب کا مشہور سلام مربع "اے وادی السلام یہ جائے سلام ہے" پڑھتے تھے
آپ کی ذاکری میں کوئی خاص بات نہیں تھی ان کو ایک لڑکی تھی اس کی شادی ابراہیم علی صاحب
مرثیہ خوان کے ساتھ کردی تھی ان کا بھی انتقال اپنے باپ کے اوسی مکان میں ہوا دائرہ حضرت میر مومن
صاحب قبلہ میں دفن ہوے ان کی جگہ ان کی بی بی نے اپنے بھائی کے لڑکے محمد علی صاحب کو مقرر
کرادیا محمد علی صاحب ان کے قایم مقام ہوکے اون کے جملہ مجالس وغیرہ یہی پڑھنے لگے۔ ان کا حال
آیندہ ذکر کیا جائے گا۔

سید احمد حسین صاحب سوز خوان

ان کے والد سید تجمل حسین صاحب لکھنوی تھے یہ ممبر پر مرثیہ خوانی کرتے تھے مگر سید احمد حسین
صاحب سوز خوانی وحدیث خوانی وداستان گوئی بھی بہت اچھی کرتے تھے ان کا اصلی وطن لکھنو تھا
مگر حیدرآباد میں بہت عرصہ سے مقیم تھے علمی لیاقت بھی بہت اچھی تھی اور بہت قابل شخص تھے اکثر امرا میں
آمد ورفت تھی مجالس میں جیسی ضرورت دیکھتے تھے موقعہ محل کے لحاظ سے ذاکری کرتے تھے ان کو مرزا
دبیر صاحب کی شاگردی کا بھی شرف حاصل تھا داستان گوئی تو ان کا خاص فن تھا ان کا نسبی سلسلہ حضرت
امام علی نقی علیہ السلام کے صاحبزادہ حضرت سید محمد صاحب سے ملتا ہے۔ ان کا سن قریب (۷۰ یا ۸۰)
سال کا ہوگا کچھ دن کی علالت کے بعد انتقال کیا تو ان کے بڑے صاحبزادے سید مصطفی حسین صاحب
نے تجہیز وتکفین کا سامان فراہم کرکے دائرہ روشن دولہ صاحب میں دفن کیا۔ یہ بہت اچھے آدمی تھے
نماز اور روزوں کے بہت پابند تھے اور بہت خوش اخلاق بھی تھے مرحوم اپنے دوست احباب میں
بوجہ اپنے کمال کے بہت عزیز تھے حج بیت اللہ الحرام وزیارت ائمہ معصومین علیہم السلام سے متعدد مرتبہ

مشتہر ہوئے تھے اور کربلا نے معلیٰ میں زیادہ حصہ عمر کا گزرا زبان عربی و فارسی سے خوب واقف تھے اور لہجے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ اہل زبان ہیں۔ ان کی دو بی بیاں تھیں بڑی بی بی سے سید مصطفےٰ حسین صاحب مرثیہ خوان پیدا ہوئے ان کا حال آئندہ تحریر کیا جائے گا۔

چھوٹی بی بی سے دو فرزند ہوئے بڑے فرزند سید منور حسین صاحب اور چھوٹے فرزند سید عباس حسین صاحب۔ سید منور حسین صاحب ہمیشہ اپنے بھائی سید مصطفےٰ حسین صاحب کے ساتھ بازو میں پڑھتے ہیں اور علیحدہ بھی بہت کم پڑھتے ہیں اور دنگلوں میں ذاکری کرتے ہیں ان کے حالات کوئی قابل ذکر نہیں ہیں۔

سید عباس حسین صاحب یہ بہت قابل شخص تھے اور دفتر نواب خانخانان بہادر میں ملازم تھے ان کی شادی بھی ہوئی تھی کہ عین جوانی اور عالم شباب میں لقمہ اجل ہو گئے ان کے مرنے کا ان کے متعلقین کو بہت صدمہ ہوا ان کے بڑے بھائی سید مصطفےٰ حسین صاحب مرثیہ خوان نے ان کی تجہیز و تکفین کی غالباً وقت انتقال ان کا سن (۲۵ یا ۲۶) سال ہوگا

یہ حاجی مرتضیٰ حسین صاحب مرثیہ خوان کے فرزند وزیر علی صاحب مرثیہ خوان کے بھانجے اور اچھے مرثیہ خوان تھے ان کے ماں باپ کا تعلق مچھلی بندر سے تھا ان پر ان کے والد کی ماہوار جو بہ صلہ ذاکری جاری ہوئی تھی اجراء و بحال رہی پہلے اپنے والد سے تعلیم ذاکری حاصل کی۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو تراب خاں صاحب مرثیہ خوان کے شاگرد ہوئے بہت محنت سے تعلیم حاصل کی اور بہت اچھے ذاکر مشہور تھے جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی ماہوار ان کی زوجہ پر جاری ہوئی بشرط پرورش چار دختران۔

مومن علی صاحب نے دو شادیاں کی تھیں پہلی بی بی کا مذہب امامیہ تھا اون سے دو

لڑکیاں ہوئیں ایک کی شادی مراد علی صاحب نبیرہ وزیر علی صاحب مرثیہ خوان سے ہوئی اور دوسری لڑکی کی تراب خاں صاحب مرثیہ خوان سے۔ اور جو بی بی مذہب حنفیہ رکھتی تھی اون سے بھی دو لڑکیاں ہوئیں جن کی والدہ نے اپنے مذہب والوں کے ساتھ شادی کردی ان کا مفصل حال معلوم نہیں مگر ایک لڑکی کے شوہر کا نام محمد سالار صاحب تھا یہ ڈاکٹری کرتے تھے اور دوسری لڑکی کے شوہر کا نام عبدالنبی تھا ان کے باقی حالات بدست نہیں ہوئے۔

مومن علی صاحب کے دو بھائی اور تھے ایک کا نام محمد حاجی صاحب تھا وہ لاولد انتقال کیے دوسرے بھائی محمد شیخو صاحب تھے انکو ایک لڑکا عباس حسین صاحب نامی تھا یہ بھی مرثیہ خوان تھے ان کے حالات آیندہ تحریر ہوں گے۔

بہر حال مومن علی صاحب کی زندگی اچھی گزری جب انتقال ہوا تو آپ کی قبر دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں جہاں وزیر علی صاحب مرثیہ خوان کا ہڈوارہ ہے بنائی گئی اُن کے خاندان میں کثرت سے مرثیہ خوان ہوئے ہیں۔

میر غلام علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ بہاڑی غلام علی کے نام سے مشہور راور بلدہ کے قدیم ذاکروں میں تھے کوہ شریف پر مکان ذاتی تھا وہیں زیادہ رہتے تھے۔ محرم وصفر میں دنگل و سالانہ و ماہواری مجالس پڑھتے کوہ شریف سے بلدہ آیا کرتے تھے اور کوہ شریف کے مجالس عموماً یہی پڑھا کرتے تھے طبیعت میں بہت غربت اور انکساری تھی پستہ قد اور بہت لحیم و شحیم سیاہ فام آدمی تھے سر پر ہمیشہ سبز عمامہ باندھتے تھے اور سفید انگرکھا پہنا کرتے تھے کبیرالسن اور کثیرالعیال تھے۔ قانع ایسے تھے کہ جو کچھ نذر ذاکری کی آمدنی ہوتی اسی میں سال بھر گزر اوقات اپنی بسر کرتے تھے ان کو تین فرزند تھے جو بقید حیات موجود ہیں۔ بڑے فرزند کا نام میر لیاقت علی صاحب یہ گاؤں پر تجارت کرتے ہیں دوسرے فرزند سید جعفر علی صاحب جو

چند دن سے بلدہ ست لاتے ہیں تیسرے فرزند میر باقر علی صاحب ہیں جو اکثر مجالس میں پڑھا کرتے ہیں اور مسلوب الحواس ہیں اور درگاہ قدم رسول ہی میں رہتے ہیں اور بہت واجب الرحم ہیں

میر غلام علی صاحب کا تعلق کوہ شریف پہ ننہیالی تھا۔ میر غلام علی صاحب کے نانا میر نثار علی صاحب مرحوم درگاہ حضرت عباس علیہ السلام واقع تیم باوڑہ کے متولی تھے۔ اسی سبب سے غلام علی صاحب مرحوم کے والد کوہ شریف کی سکونت اختیار کیے تھے نثار علی صاحب کے انتقال کے بعد یکے بعد دیگرے اسی خاندان میں تولیت چلہ درگاہ حضرت عباس علیہ السلام واقع تیم باوڑہ چلی آرہی ہے۔ آخر متولی میر غلام علی صاحب کے ماموں زاد بھائی میر ہمت علی صاحب مرحوم اس درگاہ کے متولی رہے اوس زمانے میں اس درگاہ کی کافی آمدنی تھی علاوہ خانگی نذر و نیازات کے سرکاری معمولات بھی بہت کچھ تھے۔

میر غلام علی صاحب مرحوم سے ہمت علی صاحب معقول سلوک کیا کرتے تھے۔ ہمت علی صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد مرحوم کی تین لڑکیاں اور ایک بی بی مسماۃ سلطان بی تھیں سلطان بی صاحبہ بولایت اپنی دختران درگاہ کی خدمت تولیت کو انجام دیتی رہیں اوس زمانہ میں بھی اس درگاہ کی معقول آمدنی تھی۔ اس مسماۃ کی ذات سے بھی غلام علی صاحب مرحوم کو بہت فائدہ تھا ان کے بعد ان کی بیوہ کو بھی بہت کچھ فائدہ تھا علاوہ خانگی نذر و نیازات کے سرکاری معمولات بھی مقرر تھے۔ چنانچہ حضرت غفران مکان رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں صرف خاص مبارک سے سالانہ مبلغ سا ٹھ روپیہ معمول ملا کرتا تھا اور اس معمول کی اجرائی سلطان بی صاحبہ کے نام تھی۔ اور ایک تنخواہ ماہانہ تحصیل شمال بیڑچل سے مبلغ (۲ روپیہ) زمانہ قدیم سے مقرر تھی۔ جس کو ہمت علی صاحب کے انتقال کے بعد ان کی بی بی سلطان بی صاحبہ مرحومہ نے غلام علی صاحب مرحوم کی والدہ کے نام بغرض پرورش اپنی رضامندی سے اجرا کروائی تھی۔ اون کے انتقال کے بعد یہ تنخواہ غلام علی صاحب کی بیوی کے نام اجرا ہوئی۔ ان کے انتقال کے بعد غلام علی صاحب مرحوم کے لڑکوں کی غفلت و لاپرواہی نے اس تنخواہ کو اجرا نہ کروایا جواب تک برآئندہ ہے۔

سلطان بی صاحبہ مرحومہ کے انتقال کے بعد ان کی تین لڑکیاں تھیں بڑی لڑکی کا انتقال ہو گیا

اب ان کی چار لڑکیاں ہیں جن کے منجملہ ایک بڑی لڑکی جن کے شوہر عبداللہ اور رضا صاحب صوفی جو دفتر میشر تو لوفی میں نائب منتظم ہیں چھوٹی لڑکی اپنے شوہر کے پاس سکندر آباد میں مقیم ہے جن کے شوہر کا نام احمد خاں ہے اور منٹ میں کام کرتے ہیں منجھلی لڑکی مولوی میر فیاض علی صاحب منصبدار نبیرہ حاجی میر روشن علی صاحب مرحوم کی بی بی ہیں جو اپنے والدین کے بعد چلہ حضرت عباس علیہ السلام کی مجاوری و متولی کے کام انجام دیرہی ہیں اور درگاہ مبارک کی قابض و متصرف بھی ہیں۔ چوتھی لڑکی کا حال معلوم نہیں ہوا مولوی میر فیاض علی صاحب ماہ شعبان کے پہلے پنجشنبہ کو بہت اہتمام او تکلف سے جشن ولادت باسعادت حضرت عباس علیہ السلام کرتے ہیں مومنین و زائرین کوہ شریف و دیگر حضرات کے لئے بھی کھانے کا بہت اچھا انتظام کرتے ہیں کھانے کے بعد جشن ہوتا ہے۔ کہ حضرات کو قصیدہ خوانی کرنے کا بھی شرف حاصل ہوتا ہے۔

مرزا حمید بیگ صاحب مرثیہ خوان مرحوم

ان کے والد کا نام مرزا نگین بیگ صاحب تھا یہ بہت اچھے مرثیہ خوان تھے۔ اکثر مجالس اور دنگلوں میں زیادہ پڑھتے تھے جب یہ مرثیہ مجلس میں پڑھتے تھے دوسرے مرثیہ خوان ان کو دھوکہ ہوتا تھا کہ اس بند پر مرثیہ ضرور ختم کر دیں گے مگر وہ اسی طرح سے پورا مرثیہ پڑھکر تمام کرتے تھے یہ بہت شریف اور خوش مزاج غریب طبیعت کے آدمی تھے مزاج میں بہت انکساری تھی ان کا لباس اور وضع قطع قدیم آدمیوں کی سی تھی اُن کی ذاکری میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں تھی اِن کی مالی حالت بھی متوسط تھی اِن کا مکان ذاتی بیرون دریچہ بانا تھا وہیں ان کا انتقال ہوا ان کی بی بی نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا ان کی ایک بی بی شادی والی اور ایک نواسی تھی۔ ان کی بی بی بہت پریشانی کے عالم میں انتقال کیں اور اون کی نواسی کی نسبت سید مصطفےٰ حسین صاحب مرثیہ خوان سے مقرر ہوئی تھی اور سید مصطفےٰ حسین صاحب نواسے داماد حمید بیگ صاحب مشہور ہوگئے تھے اور مرحوم کے مجالس و دنگلوں میں پڑھ کر نصف حصہ خود حاصل کرتے

تھے اور بقیہ نصف حصہ مرحوم کی بیوی، نواسی کی پرورش کے لئے ایک زمانہ تک دیتے رہے۔

مرحوم کی مجلس سالانہ تب بہ قاعدہ مرثیہ خوانان (۲۰ ذی الحجہ) کو الاوہ بی بی میں ہوتی تھی مرحوم کے بعد یہ مجلس سید مصطفےٰ حسین صاحب کرنے لگے سید مصطفےٰ حسین صاحب یہ مجلس کرنا چھوڑ دیئے تو چھیدو خاں صاحب مرثیہ خوان حسب اجازت مصطفےٰ حسین صاحب یہ مجالس اپنی زندگی تک کرتے رہے مرحوم نماز اور روزے کے پابند تھے ان کے خاندانی حالات دستیاب نہیں ہوئے۔

۴ — محمد خیر اللہ صاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ بہت اچھے مرثیہ خوان تھے ان کا ایک واقعہ یہ مشہور ہے کہ "جب نوجوان پسر شہ دین سے جدا ہوا" اس مرثیہ کے چار مصرعہ تو اچھے پڑھے جاتے تھے مگر ٹیپ کے دو مصرعوں کی نشست اچھی نہیں تھی اس لئے یہ سوز بہت کم پڑھا جاتا تھا تو محمد خیر اللہ صاحب نے ٹیپ بدل دی جو اس وقت پڑھی جاتی ہے گویا اور ایک سوز میں جو عیب تھا وہ بالکل جاتا رہا جب وہ سوز بہت اچھا اور ٹھیک ہو گیا تو سب لوگ پڑھنے لگے۔

جناب مولوی علی نقی صاحب قبلہ سے بہت روابط تھے اور مولوی صاحب کی ان کے حال پر بہت عنایت تھی اپنی زندگی بہت آن بان سے بسر کی سالانہ مجالس بہت کم پڑھتے تھے زیادہ مجالس زنانی اور دو تکلوں میں ان کی ذاکری ہوتی تھی۔

ان کی سالانہ مجلس (۲۳ ذی الحجہ) کو درگاہ حضرت عباس علیہ السلام میں ہوتی تھی ان کی زندگی میں ہی یہ مجلس ابراہیم علی صاحب کرنے لگے محمد خیر اللہ صاحب کو ایک لڑکا ہوا جن کا نام ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان ہے ان کے حالات آئندہ تحریر کیے جائیں گے۔

یہ بہت قدیم وضع و قطع کے آدمی تھے ان کے لباس سے بھی ان کی قدامت ظاہر تھی علاوہ مرثیہ خوانی کے یہ صنعت و حرفت میں اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتے تھے اور راوتا و مشہور تھے طرز کے علم میں

بہت عمدہ بولتے تھے اور اس کے سوا طرح طرح کے عمدہ عمدہ کام جانتے تھے اس فن میں لوگ اکثر ان کے
شاگرد تھے اور کام کرتے کرتے وہ بھی استاد ہو گئے تھے اور استاد کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔ ان کا جب
انتقال ہوا تو انکی تجہیز و تکفین اون کے عزیز محمد ابراہیم علی صاحب نے کیا اور درگاہ حضرت نعمت اللہ
شاہ صاحب میں دفن کیے گئے ان کا ایک مکان [illegible] واقع محلہ [illegible] میں رہتے تھے وقت
انتقال ان کا سن [illegible] سال کا ہوگا یہ ایک مرتبہ کربلائے معلی کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے
تھے ان کے قویٰ بہت اچھے تھے مرتے دم تک کسی کے محتاج نہیں ہوئے اپنی محنت و مشقت سے زندگی
بسر کرتے رہے۔

ان کے اخلاق بہت اچھے تھے لوگوں سے نہایت کشادہ پیشانی سے ملتے تھے باقی حالات خاندانی
ہمدست نہیں ہوئے۔

یہ بہت اچھے مرثیہ خوان تھے ضعیفی میں مثل جوانوں کے مجلس پڑھتے تھے آواز بھی بہت اچھی پاٹ دار
تھی گلا قابو میں تھا اور سکت بھی بہت اچھی تھی۔ پہلے یہ حسن صاحب مرثیہ خوان کے شاگرد ہوئے
اوسکے بعد سید غلام اصغر صاحب مرثیہ خواں کے شاگرد ہوئے۔ بلدہ کے مشہور مرثیہ خوانان میں انکا شمار تھا
گلے میں ایک بات تھی اور شوق تھا محنت کرنے سے اچھا پڑھنے لگے حسن صاحب اپنے بدلیاں زیادہ
انہی سے پڑھایا کرتے تھے جب اونکا انتقال ہوگیا تو غلام اصغر صاحب کے شاگرد ہوئے تو وہ بھی
بدلیاں پڑھانے لگے پھر تو اچھے خاصے مرثیہ خوان ہو گئے۔ بڑے بڑے معرکہ کی مجالس پڑھتے
رہے اور بڑے بڑے مرثیہ خواں کے ساتھ چوٹ پوٹ کے مجالس پڑھا کئے۔

ایک دفعہ دنگل کوہ شریف کے موقع پر حضرت غفران مکاں رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بھی ذاکری
کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا جسکا ذکر دلی صاحب مرثیہ خوان کے حالات میں تحریر کیا گیا ہے۔

آخر زمانے میں سید باقر حسین صاحب سوز خوان سے بھی متعدد سوز حاصل کئے اور یہہ اکثر اپنی مجالس میں سوز زیادہ پڑھنے کے عادی تھے بعد انتقال تراب خانصاحب مرثیہ خواں انکا اور ابراہیم خانصاحب کا زیادہ عروج ہوا تراب خانصاحب کے بعد اونکی جگہ پر ڈیوڑھی نواب مشیر الملک بہادر اور نواب خانخانان بہادر اور محل نواب اکرم الدولہ بہادر کی خادماؤنکی تعلیم کیلئے مقرر ہوئے مگر حضرت امیر النساء بیگم صاحبہ محل نواب مشیر الملک بہادر او محل نواب سہراب جنگ بہادر کی انپر زیادہ عنایت تھی یہ یہہ دو نو ڈیوڑیوں میں یہہ اور انکے فرزند غلام حسین صاحب مرثیہ خواں بہ حیثیت خانگی متعدد کے کام کرتے تھے جملہ کاروبار خرید و فروخت مقدمات کی پیروی اور خانہ زادونکی تعلیم و تربیت ان سے متعلق تھی۔

ماہ رمضان المبارک میں ایام عزا کی مجالس اچھی طرح پڑھنے کے بعد علیل ہو گئے اور یکم شوال ۱۳۳۰ھ کو عین عید الفطر کے روز اپنے مکان واقع کاروان میں انتقال کیا جب نواب خانخانان بہادر کو انکے انتقال کی اطلاع ملی تو اخراجات تجہیز و تکفین مرحمت فرماکر جناب مولوی حاجی عبد الرسول صاحب قبلہ عرف منا جانصاحب کو اور اپنے داروغہ سید فتح علیصاحب کو انتظام کے لئے روانہ فرمایا۔

مولوی صاحب قبلہ نے بہ مصلحت وقت کاروان سے انکی میت شہر لاکر دائرہ حضرت نعمت اللہ شاہ صاحب واقع بیرون دبیر پورہ متصل بنگلہ بینی صاحب میں دفن کا انتظام فرمایا۔ بقیہ تقاریب سوم و دہم و چہلم کے مجالس بنجہ شاہ ولایت میں منعقد کئے گئے مرحوم کو ایک فرزند غلام حسین صاحب اور ایک بی بی تھیں۔ مرحوم کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا ہمیشہ مرثیہ یاد کر کے پڑھتے تھے۔ مگر ایسے ذہین اور صاحب تجربہ و رائے تھے کہ لکھنے پڑھنے والے انکے مقابل میں ہمیشہ ناکام رہتے تھے مرثیہ خوانان کے آپس کے مقدمات کے فیصلے اکثر انہی کی رائے سے تصفیہ پاتے تھے اور انکے فیصلہ کو تمام مرثیہ خوانان تسلیم بھی کر لیتے تھے۔

مرحوم کی مجلس سالانہ ۲۷ ذیحجہ کو درگاہ قدم رسول اللہ میں مقرر تھی پہلے اپنے فرزند غلام حسین صاحب کو پڑھاتے تھے پھر خود پڑھتے تھے انکی مجلس کی کوئی خاص بات نہیں ہے سالانہ باپ اور بیٹے نئے مرثیہ پڑھتے تھے کثرت سے مومنین جمع ہوتے تھے اور جناب قبلہ و کعبہ ضرور تشریف لاتے تھے۔

عہد
حضرت غفران مکاں رحمۃ اللہ علیہ
نواب میر محبوب علی خان بہادر آصف جاہ سادس
سنہ ۱۲۸۵ھ
تا
سنہ ۱۳۲۹ھ

فہرست

(نمبر)		(صفحہ)
(۱)	عہد حضرت آصف جاہ سادس	(۱۰۹)
(۲)	تراب علی خاں صاحب سرگروہ مرثیہ خواناں	(۱۱۱)
(۳)	خادم حسین صاحب سوز خوان	(۱۱۵)
(۴)	مراد علی خاں صاحب " "	(۱۱۷)
(۵)	حیدر علی صاحب مرثیہ "	(۱۲۱)
(۶)	شجاعت علی صاحب " "	(۱۲۱)
(۷)	یعقوب علی صاحب " "	(۱۲۲)
(۸)	مرزائی صاحب " "	(۱۲۴)
(۹)	حیدر مرزا صاحب سوز "	(۱۲۵)
(۱۰)	صفدر مرزا صاحب " "	(۱۲۶)
(۱۱)	سید آل حسن صاحب " "	(۱۲۷)
(۱۲)	سید تفضل حسین صاحب " "	(۱۲۸)
(۱۳)	سید باقر حسین صاحب " "	(۱۳۰)
(۱۴)	اچھے خاں صاحب سوز خواں	(۱۳۱)
(۱۵)	سید محمد عباس صاحب مرحوم " "	(۱۳۲)
(۱۶)	گھڑو خاں صاحب " "	(۱۳۴)
(۱۷)	سید میر ولی صاحب " "	(۱۳۵)
(۱۸)	فدا حسین صاحب مرثیہ "	(۱۳۵)
(۱۹)	عباس حسین صاحب " "	(۱۳۵)
(۲۰)	سید عباس حسین صاحب مرحوم " "	(۱۳۶)
(۲۱)	سید تصدق حسین صاحب سوز "	(۱۳۶)
(۲۲)	سید تصدق حسین صاحب سوز خوان خرد	(۱۳۷)
(۲۳)	عباس علی خاں صاحب " "	(۱۳۸)
(۲۴)	چھیرو خاں صاحب مرثیہ خواں	(۱۳۹)
(۲۵)	چھوٹو خاں صاحب " "	(۱۴۱)
(۲۶)	کاظم علی صاحب " "	(۱۴۳)
(۲۷)	ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان	(۱۴۶)

غلام تقی خانصاحب عرف چھوٹو خانصاحب
مرثیہ خوان

کاظم علی صاحب مرثیہ خوان

محمد خیر اللہ صاحب مرثیہ خوان
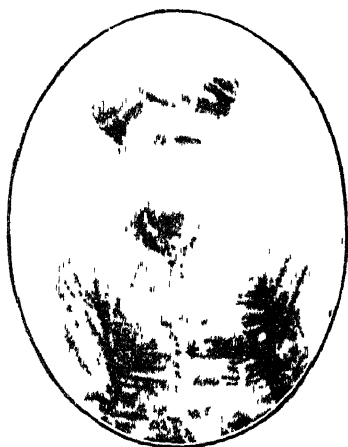
ابراھیم علی خانصاحب مرثیہ خوان
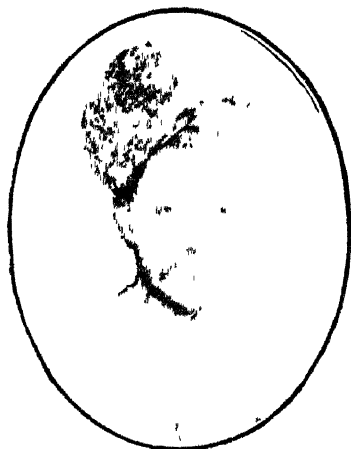
شیر علی خانصاحب عرف پتھرو خانصا
مرثیہ خوان

عہدِ آصف جاہ سادس

آپ کے عہدِ سلطنت میں عزاداری امام حسین علیہ السلام کے لئے کوئی امور مانع نہیں تھے ہر شخص بآزادی مراسم مذہب باطمینان تمام انجام دیتا تھا بلکہ خود بدولت بھی کبھی کبھی شریک مجالس ہوتے تھے اور علمائے مذہب امامیہ کی بڑی عزت فرماتے اور تعظیم و تکریم سے پیش آتے تھے اسی طرح شعرائے مرثیہ گو و ذاکرین کی بھی عزت فرماتے تھے اور خود بھی اعتقاداً مدح آل رسول فرماتے ہر سال سلام و رباعیاں تصنیف ہوتے اور مجالس میں پڑھے جاتے۔

جس طرح مدح گوئی فرماتے اوسی طرح عزاداری میں بھی بہت بڑا حصہ لیتے تھے سلطنت نے عزاداری کے لئے ہزارہا روپیہ سالانہ معمولات عاشورخانہ و تعزیوں کے لئے علاقہ صرف خاص مبارک اور دیوانی سے جاری و مقرر تھا۔

اس کے علاوہ خود بدولت (۵ محرم سے ۱۲ محرم تک) پنج محلہ میں معہ محلات برآمد رہتے تھے اکثر علموں کی زیارت فرماتے۔ غربا و محتاجین کو ہزارہا روپیہ تقسیم فرماتے

عشرہ محرم میں کوئی ایک تاریخ تمام شہر کے بڑے بڑے عاشورخانوں میں معہ محلات تشریف لے جاتے تھے نذر و نیازات سے مجاورین فیض یاب ہوتے۔ کئی دفعہ مرزا فیاض علی خاں صاحب مرحوم کے پاس مجالس میں تشریف لے گئے۔ وہاں اچھے صاحب سوزخوانی کرتے تھے اور ممبر پہ مرزا اوج صاحب فرزند مرزا دبیر صاحب مرثیہ پڑھتے تھے اکثر فرمایش فرما کر مرثیہ سماعت فرماتے اور تعریف سے عزت افزائی فرماتے۔

اسی طرح مجالس نواب بہرام الدولہ مرحوم میں بھی اکثر روزانہ تا اربعین دس پندرہ مجالس میں تشریف لے جاتے تھے نواب صاحب کے پاس مختلف سوزخوانوں نے ذاکری کی ہے سب کے آخر مجھو صاحب سوزخوان مقرر ہوئے جو تا حال ذاکری کر رہے ہیں اور ممبر پر رشید صاحب مرحوم سے پہلے اپنا کلام ہر روز نیا سلام و رباعیاں پڑھواتے پھر ان کا کلام سماعت فرما کر بہت تعریف سے مالا مال فرماتے اور

جس وقت مصائب امام شروع ہوتے اس قدر گریہ و بکا فرماتے کہ متعدد دستیاں آنسو سے تر ہو جاتی تھیں اور ہمیشہ عادت تھی کہ نہایت ادب سے دوزانو تا ختم مجلس تشریف رکھتے تھے کبھی کبھی مسجد اثنا عشری کی طرف جو شیعوں کا قدیم محلہ اور حویلی قدیم سے بالکل متصل ہے صبح یا سہ پہر میں نواب نیس نواز جنگ مرحوم کے پاس سواری آتی تو محلہ میں رونق افروزی فرماتے تھے اوس محلہ میں شیعوں کے گھر زیادہ تھے کسی نہ کسی مکان میں اکثر مجالس ہوا کرتی تھیں کبھی مجلس کے وقت اگر سواری آتی تو دریافت فرما کر شریک مجلس ہوتے ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ عبد اللہ خاں صاحب مرحوم کے مکان میں مجلس ہو رہی تھی اور مولوی سید مصطفےٰ حسین صاحب مرحوم حدیث خوان پڑھ رہے تھے کہ یکایک سواری آ گئی اور بہت دیر تک کھڑے رہ کر مجلس سماعت فرماتے رہے مولوی صاحب نے متعدد مرتبہ عرض کیا کہ سرکار اب ختم کروں ارشاد فرمایا کہ اور پڑھو یہاں تک کوئی ڈیڑھ دو گھنٹے برابر کھڑے رہ کر سنتے رہے اور اس قدر گریہ و بکا فرمایا کہ بہت سی دستیاں تر بتر ہو گئیں ۔ اسی طرح اکثر مجالس میں شریک او بہت گریہ و بکا فرماتے تھے اور با ادب تشریف رکھتے تھے ۔

ایک سال حضرت غفران مکان رحمتہ اللہ علیہ کوہ شریف پر تشریف فرما تھے اور وہ زمانہ دنگل کوہ شریف کا تھا ۔ مرثیہ خوانان تناول سلامتی مبارک حسب عادت دنگل کوہ شریف کے روز مرثیہ پڑھتے ہوئے لیجاتے تھے حب خود بدولت نے مرثیہ خوانی کی آواز سنی ارشاد فرمایا کہ یہ کیا ہے نواب محبوب یار جنگ مرحوم نے عرض کیا کہ سرکار کے سلامتی کی قندیل مرثیہ خوانان ہر سال ہر سہ کوہ شریف پر چڑھا کے قدیم سے سرکار کے لئے اور صاحبزادوں کے اور ملک کے لئے دعا کرتے ہیں حکم فرمایا کہ اچھا ٹھہرا دمیں بھی شریک ہوتا ہوں چنانچہ شرکت فرما کے مرثیہ خوانان کی عزت افزائی و ذاکر نوازی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس وقت مرثیہ خوانان قندیل لیجائیں پھر میں تمام مرثیہ خوانان کی ذاکری سنوں گا ۔ بہر حال سب کو سن کر بہت تعریف فرمائی اور اکثر مرثیہ خوانان سے سلام و مرثیوں کی بھی فرمایش فرمائی اسی طرح کئی روز تک سب کی ذاکری برابر سماعت فرماتے رہے جس کا مفصل حال سید ولی صاحب مرثیہ خوان مرحوم کے حالات میں تحریر ہے ۔

آپ کے عہد میں اول نواب مختار الملک مرحوم اون کے بعد راجہ نریندر پرشاد صاحب بہادر

اور ان کے بعد نواب ناصر علیخاں بہادر اور کچھ عرصہ بعد نواب آسمان جاہ بہادر ان کے بعد نواب وقار الامرا بہادر اور ان کے بعد مہاراجہ کشن پرشاد بہادر خدمت مدار المہامی کو اپنے حسن انتظام سے بہت اچھی طرح انجام دیتے۔ کوئی امر خلاف عزاداری ظہور میں نہیں آیا۔

آپ کے عہد کے مرثیہ خوانان کے مجملی و تفصیلی حالات تحریر کیے جاتے ہیں۔

تراب علی صاحب سرگروہ مرثیہ خوانان

یہ سیدھے سادھے اچھے مرثیہ خوان تھے اور اپنے چچا غلام اصغر صاحب مرحوم سرگروہ مرثیہ خوانان کے قائم مقام ہوئے اور ان کے مقامات ذاکری پر ایک دو جگہ مقرر بھی ہوئے۔ یہ مجلس کے وقت بہت پریشان ہوتے اور گھبراتے تھے۔

بہرحال غلام اصغر صاحب کے انتقال کے بعد مرثیہ خوانان میں اختلاف ہوا کہ اب سرگروہ کس کو کس کو کرنا چاہیے۔ ولی صاحب مرثیہ خوان اپنی ضعیفی کی وجہ سے خود سبکدوش ہو گئے بعض حضرات نے مدار صاحب مرثیہ خوان کو انتخاب کیا کہ یہ قدیم آدمی ہیں بعض حضرات نے مومن علی صاحب کو انتخاب کیا ابھی یہ مسئلہ زیر غور تھا جب تراب علی صاحب نے یہ دیکھا تو مراد علیخاں صاحب سوز خوان کے پاس آکر اپنی خواہش ظاہر کی آپ حضرت بڑی صاحبزادی صاحبہ یعنی محل نواب مکرم الدولہ سے سفارش فرمائیں کہ تراب علی بہ نسبت دوسروں کے زیادہ مستحق ہے۔ بہرحال بیگم صاحبہ کی خدمت میں سرگروہی کا مسئلہ پیش ہوا تو بیگم صاحبہ نے ارشاد فرمایا کہ سرگروہ مرثیہ خوانان کا مرثیہ خوانان کو اختیار ہے مگر ہماری دیوڑھی کے دنگل تراب علی صاحب کے ذریعہ سے ہوا کریں گے پھر کیا تھا تمام مرثیہ خوانان نے تراب علی صاحب کی سرگروہی کو تسلیم کر لیا اور تراب علی صاحب ہی سرگروہ مرثیہ خوانان مقرر ہوئے۔

تراب علی صاحب نے اپنے چچا کا طریقہ اختیار نہیں کیا بلکہ جو رقم بنام دنگل ملتی تھی دو ثلث تقسیم کرتے تھے ایک ثلث اپنی جانب کرتے تھے لوگوں کو اس کا علم بھی نہیں تھا کہ کہاں سے کیا مقرر ہے اور کیا ملتا ہے

بہت سے مقامات اور ذکروں کی رقم اون کی زندگی تک معلوم نہیں ہوئی اور مرثیہ خوانان نے اس
[illegible] اون کے زمانے میں مرثیہ خوانان کا بہت نقصان ہوتا رہا تو نکلوں کی
نذر [illegible] جیت کے آپس میں تقسیم کرتے تھے مگر سربراہ وہ مرثیہ خوانان کو دوسروں سے زیادہ نذر
دیتے تھے کہ پردہ فاش نہ ہو جائے ایک بار کبھی کوئی مرثیہ خوانان سر اوٹھاتا تو کچھ زیادہ دے دیا کرتے یا لیا
کرتے تھے اور دوسروں کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی تھی ان کے انتقال کے بعد یہ تمام حالات کا انکشاف
ہوا بہرحال مرثیہ خوانان کے بہت سے حقوق اون کی گردن پر باقی رہے۔

ایک سال ہمارے اعلیحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ نے بھی
محرم ۱۳۳۴ھ کو ایک مجلس کنگ کوٹھی مبارک میں منعقد فرمائی تھی اور تراب علی صاحب سرگروہ
مرثیہ خوانان کے ذریعے سے پانچ جماعت کی دعوت ہوئی تھی تو تراب علی صاحب نے اپنے ہمراہ
ابراہیم علی صاحب و کاظم علی صاحب و غلام حسین صاحب و ابراہیم علی خاں صاحب کو لے گئے
صرف ایک ایک سلام سوز خوانان کو اور دولہ صاحب عروج کو مرثیہ پڑھنے کا حکم ہوا تھا یہ کنگ کوٹھی
مبارک میں پہلی مجلس تھی۔

تراب علی صاحب مرنے سے کچھ دن پہلے بوجہ مرض طاعون کوہ شریف پر آکے مقیم ہوئے
تھے ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو اون کی ایک خوش دامن صاحبہ کا مرض طاعون سے انتقال ہوا اور
تراب علی صاحب علیل تھے اون کے بڑے داماد نے یاور خاں صاحب کے پاس آکر یہ بیان
کیا کہ تراب علی صاحب کی حالت اچھی نہیں ہے اور شب میں اون کی ساس کا انتقال ہو گیا اون کی
تجہیز و تکفین کے لئے کیا جائے میں اون کے مذہب سے واقف نہیں ہوں اوس وقت یاور خاں
صاحب نے کہا کہ یہاں غسل وغیرہ کا انتظام ہو جائے گا آپ بلدہ سے سامان لاکر یہاں دفن کر دیجئے
چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب میت تیار ہو گئی تو نماز کے لئے اکثر علماء سے عرض کیا گیا مگر کوئی نماز میت کے
لئے نہیں آئے عذر کرتے رہے اوس وقت اون کے داماد مسجد بازار میں بطریق اہل سنت نماز پڑھانے
کے لئے آمادہ ہو گئے تو یاور خاں صاحب نے خود آکر نماز میت پڑھی اور تلقین وغیرہ پڑھ کے زیر
کوہ قدم رسول دفن کیا۔ دوسرے دن ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو عین دنگل کے روز تراب علی صاحب

کا انتقال ہوا پھر اون کے بڑے داماد نے یاور خاں صاحب کے پاس آکر کہا کہ اب کیا کریں یاور خاں صاحب نے کہا آپ سیدھے مسجد اثنا عشری کو چلے جاؤ جناب مولوی مناجان صاحب قبلہ وہاں تشریف فرما ہیں اون سے کہدو وہ سب کچھ انتظام کردیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا جناب مولوی صاحب قبلہ خود دائرہ میر مومن صاحب قبلہ سے غسال و کفن وغیرہ لے کر تشریف لائے اور میت اوٹھا کے تالاب میں غسل کا انتظام فرمایا پھر نماز میت پڑہکر دامن کوہ قدم رسول میں دفن کیا اور بلدہ واپس ہوئے بوجہہ دنگل کوہ شریف کوئی مرثیہ خوان ان کے جنازہ کے ساتھہ شریک نہیں ہوا۔ صرف مرحوم کے عزیز واقارب ہی شریک رہے۔

تراب علیصاحب کی دو بی بیاں تہیں پہلی بی بی سے ایک لڑکی تہی اوسکی ایک اہل سنت سے شادی ہوی۔ دوسری بی بی سے دو لڑکیاں تہیں ایک میر امانت علیصاحب کو دیگئی جو پہنچے تھے دوسری کا عقد میر فرزند علی صاحب حصہ دار پنجہ شاہ ولایت سے ہوا بعد انتقال تراب علیصاحب کچھ جھگڑے ہونے کیوجہہ سے رخصتی نہیں ہوی۔ مقدمہ چلایا گیا اثناء مقدمہ میں اوس لڑکی کا بھی انتقال ہوگیا بقیہ خاندانی حالات بدرست نہیں ہوے۔ انکے خاندان میں کوئی مرثیہ خوان نہیں ہوا غلام اصغر صاحب کیوجہہ سے یہہ مرثیہ خوان بنے اور (۲۱ یا ۲۲) سال سرگروہی کو انجام دیا تراب علیصاحب کا سن انتقال کے وقت تخمیناً (۷۰) سال کا ہوگا یہہ بہت مالدار مشہور تھے انکی مالی حالت بہت اچھی تھی۔ علاوہ مرثیہ خوانی سرکاری منصب بھی تھا اور درگاہ پنجہ شاہ ولایت کے متولی بہی تھے اور دیگر ذریعہ سے بہی بہت آمدنی تھی اور اچھی یافت ماہانہ حاصل ہوتی تھی۔

تراب علیصاحب نے غالبًا اپنے چچا غلام اصغر صاحب سے تعلیم ذاکری حاصل کی تہی مگر اسکے متعلق کوئی تفصیلی حال معلوم نہیں ہوا اور انکا کوئی شاگرد نہیں ہوا۔ تراب علیصاحب اپنے چچا غلام اصغر صاحب مرحوم کی سالانہ مجلس (۲۶ ذیحجہ) کو پنجہ شاہ ولایت میں کرتے تھے اور اس مجلس کا اہتمام بہت کشادہ پیشانی سے ہوتا تہا بہت لوگ مدعو ہوتے تھے اور صبح سے دو بجے تک برابر کھلانے کا انتظام رہتا تہا اور گھروں پر بہی بعض حضرات کے پاس حصے جاتے تھے مجلس میں کثرت سے لوگ شریک رہتے تھے اور یہہ نیا مرثیہ بہت جانفشانی سے یاد کر کے پڑہتے تھے۔ بہرحال

اپنی زندگی تک اچھی طرح نباہ لیا - اب وہ مجلس برائے نام مولوی ... صاحب مرحوم ... درگاہ پنجہ شاہ
ولایت کرتے ہیں خداوند عالم انکو جزائے خیر عطا کرے - مالک یہ نام اور ... داماد مولوی
امانت علی صاحب کا تھا مگر انکو اسطرف کوئی توجہ نہیں ہے - تراب علی صاحب کے حالات میں ایک
واقعہ تحریر کیا جاتا ہے جو مرحوم کے لیے باعث افتخار ہے ایک دن حضرت غفران مکان کی خدمت میں میر فضل
علی صاحب و درویش علی صاحب مرحوم حاضر تھے بوجہ تینگ باری یہ ہمیشہ حاضر رہتے تھے - کچھ مجالس
کے ذکر ہوتے ہوتے مرثیہ خوانان کے مجالس سالانہ کا بھی ذکر آگیا تو حضرت غفران مکان نے اپنا سلام تصنیف
شدہ میر فضل علی صاحب کو عنایت فرماکے ارشاد فرمایا کہ یہ سلام تراب علی صاحب سرگروہ مرثیہ خوانان
کو اپنی مجلس سالانہ میں پڑھنے کیواسطے لیجاکے دو چنانچہ تراب علی صاحب نے اپنی مجلس سالانہ میں وہ
سلام پڑھنے کا شرف حاصل کیا جسکی نقل ذیل میں تحریر ہے -

سلام حضرت غفران مکان

خدا کے راز رسالت مآب سمجھے ہیں — نبی کے سر خفی کو تراب سمجھے ہیں
رخ حسین کو حق کی کتاب سمجھے ہیں — اس انتخاب کو ہم انتخاب سمجھے ہیں
حسین کو جو علی کا جواب سمجھے ہیں — تو اس جواب کو ہم لاجواب سمجھے ہیں
دہن ہے فاطمہ کے لعل کا جو غنچۂ گل — لعاب پاک کو روح گلاب سمجھے ہیں
یہ آہ زینب و کلثوم ہے نہیں بجلی — یہ دود آہ ہے جسکو سحاب سمجھے ہیں
نہیں رہا جو برس دن بھی ظالموں کا نشاں — سمجھنے والے اسے انقلاب سمجھے ہیں
جو سچ کہو تو خدائی ہیں بندہ یکتا — علی کو بعد رسالت مآب سمجھے ہیں
غم حسین میں آنسو جو ڈبڈباتے ہیں — حباب آنکھوں کو اشکوں کو ناب سمجھے ہیں
کریں لقب سے غلامی کی گر ملقب وہ — ہم اپنے حق میں یہ اعلیٰ خطاب سمجھے ہیں

جہاں پاس کہتے ہیں اکسیر جسکو اے احسن
ہم اسکو خاک در بوتراب سمجھے ہیں

خادم حسین خان صاحب سوزخوان

یہہ اعلی درجہ کے سوزخوان تھے حیدرآباد میں آکر متعدد مجالس میں ذاکری کی اور بڑے بڑے مجالس پڑہے اور بہت سے لوگ انکے شاگرد بہی ہوئے منجملہ اُن کے تراب خانصاحب مرثیہ خوان بہی متعدد سوز و سلام حاصل کئے یہہ بڑے صاحب کمال آدمی تھے تمام ہندوستان میں انکا مثل و نظیر نہیں تھا۔ وطن سے نکلکر پہلے یہہ مہاراجہ بڑودہ کی سلطنت میں (صماء) ماہوار پر ملازم ہوے وہاں بڑی عزت و وقعت حاصل کی تہی ایک زمانے کے بعد وہاں سے چہہ ماہ کی رخصت حاصل کر کے حیدرآباد میں آئے تو نواب لائق علیخان بہادر عماد السلطنت وزیر اعظم کو خبر ملی کہ ایک سوزخوان اور گویہ دہر پنی بڑودہ سے یہاں آیا ہے اور بہت صاحب کمال ہے نواب صاحب نے یاد فرمایا اور سنکر بہت خوش ہوے اور علاقہ دیوانی میں (مارصہ) ماہوار پر ملازم فرمایا اور وعدہ فرمایا کہ آیندہ اور لحاظ کیا جائیگا۔ کچہہ دن بعد وہ انتقال کئے تو اونکے بھائی مراد علیخان صاحب نے اونکی تجہیز و تکفین کی اور دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن کیا یہہ بہت خوش اعتقاد آدمی تھے اور اپنے مذہب کے کامل اور جوشیلے تھے سادات کو دل و جان سے زیادہ عزیز رکہتے تھے اور ہمیشہ سادات کی خدمت کرنا اپنا جزو ایمان سمجہتے تھے جب کوئی سید آیا اور جو سوال کیا فوراً اوسکی تعمیل کی اور ماہانہ بہی اکثر سادات کیساتھہ خدمت کرتے تھے چنانچہ انکا ایک واقعہ زیادہ مشہور ہے کہ جب وہ بڑودہ کی سلطنت میں تھے تو ایک سید صاحب ساکن نوگانواں آکے مہمان ہوے کئی مہینے تک رہے ان کے لئے لباس بنوایا گیا اچہی طرح خاطر و مدارات کی گئی وہ چلتے وقت بلا اطلاع ایک دوشالہ بہت عمدہ قیمتی اور نقد (صمائہ) روپیہ لے کے چلتے ہوے ایک دو روز انکا انتظار کیا گیا

تب میر صاحب کہاں بالکل لاپتہ ہو گئے لوگوں نے کہا کہ آپ پولیس میں درخواست دو ابہی وہ
گرفتار ہو کے آتے ہیں جواب دیا کہ یہہ اونکا احسان ہے کہ بغیر مانگے بیفکر چلے گئے وہ انکا ہی مال تہا
اگر وہ دوشالہ اور پانسو روپیہ کے لئے ایک سید اولاد رسول کو میں گرفتار کراؤں یہہ مجھہ سے نہیں ہو گا
اور کل رسول اللہ کو کیا صورت دکہاؤنگا خداوند عالم انشاء اللہ دوسرا اس سے بہتر اپنے خزانہ
سے مجھے عنایت فرمائیگا۔ اور یہہ جب اپنے وطن امروہا ضلع مراد آباد کو جاتے تو اکثر سید انیوں اور
غربا کو لباس بنوا کر تقسیم کرتے تھے اور کبھی کسی سے اپنی ذاکری کی نذر نہیں لی مگر امرائے نامدار اور سلاطین
سے اور جن سے مجلس کا وعدہ کرتے خواہ اپنا کیسا ہی نقصان ہو چھوڑ کر برابر مجلس میں جاتے تھے اور مجلس کا
ایفائے وعدہ اپنا فرض سمجھتے تھے انکی سخاوت ہمیشہ پوشیدہ رہی۔ انکے چچیرے بہائی غلام عباس
صاحب و غلام سرور صاحب و غلام سادات صاحب انکے زیر پرورش و شریک کار تھے ان کو (سہ
صد) روپیہ ماہوار علاوہ کھانے پینے کے دیتے تھے۔ انکی امروہہ ضلع مراد آباد میں بہت کچھہ زمین و
باغات وغیرہ تھے انکے بعد انکی بی بی کے زیر نگرانی رہے بعد ازاں اُن کے عزیز و اقارب میں تقسیم
ہو گئے جو بچ رہے اوسکے مالک غلام سادات صاحب ہوے یہہ ہمیشہ وطن میں ہی رہا کرتے تھے
خادم حسین صاحب کو کوئی اولاد نہ ہوئی اپنے چہوٹے بہائی مراد علیخاں صاحب کو مثل اپنی اولاد کے
پرورش کیا تھا۔ انکے والد کا نام حسین خانصاحب تہا اور یہہ حاجی سبحان خاں صاحب کے پوتے
تھے انکا ایک واقعہ عجیب و غریب مشہور ہے کہ ایکسال یہہ اپنے وطن سے منازل سفر طے کرتے
ہوے بڑی محنت شاقہ اوٹہا کے حج کے ارادے سے وارد بمبئی ہوے اوس زمانے میں ریل
وغیرہ کا انتظام نہیں تہا بندیوں میں لوگ سفر کرتے تھے اور جہاز بہی نہیں تھے بلکہ پردہ کے جہاز چلتے تھے
یہہ بہی سب حاجیوں کے ساتھ جہاز پر سوار ہوے انکے ساتہہ ایک (بین) بہی تہی مالک جہاز نے
دریافت کیا کہ یہہ کیا چیز ہے اونہوں نے کہا یہہ (بین) ہے اسکو میں بجاتا ہوں۔ اوس نے کہا کہ
اسکو یہاں چہوڑ دو ورنہ میں تم کو بہی اوتار دیتا ہوں اونہوں نے کہا یہہ میری زندگی کا سہارا ہے
میں اسکو کسی طرح نہ چہوڑونگا بہرحال یہہ اتار دئے گئے اور جہاز روانہ ہوا اونہوں نے بہی اپنی (بین)
پانی میں ڈال دی اور اوسپر سوار ہو گئے اور جہاز کے ساتہہ ساتہہ پیچھے پیچھے چلنے لگے یہہ دیکھکر اہل جہاز نے

انکا تماشا کیا پہر مالک جہاز کو مجبور کیا آخر کار جہاز روک دیا گیا ۔ آخر کار ... لیے چلے ... لوگوں میں انکی بڑی آؤ بہگت ہوئی ... جہاں جاتے تھے لوگ ... عزت و توقیر سے پیش آتے تھے بہرحال اسی طرح حج کا سفر تمام کیا اور ... انکے جد اعلیٰ جناب رسالت مآب رسول برحق کے مصاحب خاص تھے انکا نام عکاسہ تھا یہ مشہور تھا جنہوں نے آخری موعظہ رسول خدا میں اپنا حق قصاص طلب کیا تھا اوسکا واقعہ یہہ ہے کہ حضرت نے اپنے مواعظہ میں ارشاد فرمایا کہ میں دنیا سے جارہا ہوں اگر کسی کا کوئی حق مجھ پر ہے تو حاصل کرلیں ۔ اوسوقت عکاسہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک دفعہ آپ نے تازیانہ مشوخ سے میری پشت پر مارا تہا اب اوسکا معاوضہ سرفراز فرمائیں حضرت نے وہ تازیانہ طلب فرمایا اور کہا کہ اب وہ بدلہ مجھ سے لیلو جسوقت آپ لباس جسم مبارک سے علیحدہ کر کے جہک گئے عکاسہ نے فوراً مہر نبوت کا بوسہ حاصل کیا اور قدموں پر گر کے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں میں نے حضرت سے سنا تہا کہ جو شخص میری مہر نبوت سے اپنے کو مس کرلیگا اوس پر آتش دوزخ حرام ہو جائیگی اس لئے حضرت کو زحمت دیا حضرت معاف فرمائیں حضرت نے انکے لئے دعائے مغفرت فرمائی ۔

مراد علی خاں صاحب سوز خوان

یہ اعلیٰ درجہ کے سوز خوان تھے بڑے بڑے معرکہ کے مجالس پڑھتے تھے خصوصاً انکا وہ سلامی کربلا میں جب بنا ابن حسن دولہ) جو عباس صاحب کی مصندی ہیں ۷ محرم کو پڑھتے تھے آج تک لوگ یاد کرتے ہیں یہہ اپنے فن میں بہت کامل تھے ہندوستان میں انکا جواب نہیں تہا وہ گو یہ مشہور تھے اور یہہ فن اپنے بھائی خادم حسین خانصاحب سے حاصل کیا تھا انکی آواز بھی بہت بلند خداداد تہی چنانچہ انکا ایک واقعہ یہہ ہے کہ ایک دن نواب محبوب یار جنگ مرحوم نے طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ایک (آلہ) فونوگراف کی آواز بہرلے کا آیا ہے میں چاہتا ہوں کہ اوس میں ایک سلام (زبان پر مدح ہے باغ علیؑ کے نونہالونکی) بہردو ۔ بہرحال وہ (آلہ) لایا گیا اور یہہ

پڑہکر بہرنے لگے ایک تان ایسی زبردست لگائی کہ فوراً اوسکا گول (ٹولا) جسمیں آواز بہری جاتی تہی
ٹوٹ گیا پہر دوسرا (ٹولا) منگوایا گیا جب متوسط آواز میں سلام بہر گیا اوسوقت نواب صاحب بہت
خوش ہوے اور بہت تعریف فرمائی۔ اکثر مرثیہ خوان انکے شاگرد تھے جنمیں کاظم علی صاحب و غلام
حسین صاحب و پہرو خانصاحب و چہوٹو خانصاحب و ابراہیم علیخاں صاحب و سید عابد حسین صاحب
و یاور خانصاحب وغیرہ تہے اسکے علاوہ محل نواب اکرم الدولہ و محل نواب بہرام الدولہ و محل نواب
سالار جنگ بہادر کی متعدد خواصیں انکی شاگرد تہیں اور سوز خوانی میں اعلی درجہ کی قابلیت رکہتی تہیں
جو بلدہ میں مشہور ہیں اوس زمانہ میں نواب فیاض علی خانصاحب کے پاس جناب اوج صاحب فرزند
دبیر صاحب مرحوم مجالس پڑہنے کے لئے آتے تھے اور انکے ساتہہ اونکے داماد نواب اچہے صاحب
سوزخوان بہی لکھنو سے آئے تھے نواب صاحب کی بی بی نے ایک دن حضرت بڑی صاحبزادی
صاحبہ محل نواب اکرم الدولہ مرحوم سے عرض کیا کہ اگر آپ حکم فرمائیں تو میں دوچار سوز کسی ایک خادمہ کو
اچہے صاحب سے تعلیم دلواتی ہوں تو بیگم صاحبہ نے ارشاد فرمایا کہ اونکے اوستاد مراد علیخاں صاحب سے
دریافت کرو اور اونسے اجازت لو اگر اونکی رائے ہو تو کیا مضائقہ جب مراد علیخاں صاحب سے
دریافت کیا گیا تو انہوں نے عرض کیا کہ بہت اچہا ہے بلکہ میری تعلیم کا حال سرکار پر اوسی وقت
ظاہر ہوگا۔ مراد علیخانصاحب نے خادماؤں سے کہا کہ عمدہ عمدہ سوز پڑہنا اور فلاں فلاں سوز
اور فلاں فلاں دہن کے سوز ونکی اونسے فرمایش کرنا کہ وہ تم کو تبلائیں۔ بہرحال اچہے صاحب
سوزخوان نے جب ان خادماؤں کو سنا تو مبہوت ہوگئے اور بیان کیا کہ بی بی میں نہیں سمجہتا
تہا کہ تم لوگ اسطرح پڑہتے ہو تم کو جس نے تعلیم دیا ہے بہت باقاعدہ تعلیم دیا ہے اب میں تم کو
اس سے بہتر نہیں تبلا سکتا۔ اوسکے جواب میں خادماؤں نے کہا کہ آپ بہی اپنی وضع و قطع کے دو
چار سوز ضرور تبلائیے تاکہ ہم اپنے اوستاد کو آپ کے تبلائے ہوے سوز بہی سنائیں بہرحال
وہ بہی ایک دو سوز تبلائے جس کو خود خادماؤں نے ہی پسند نہیں کیا اور ان کے سامنے ہی کچہہ اعتراض
کردیا۔

الغرض انکی تعلیم کا طریقہ بہت اچہا تہا چنانچہ نواب بہرام الدولہ کا چہوٹا محل بہی انکا شاگرد

تہا نواب صاحب نے انکی بہت قدر و منزلت فرمائی تا زیست سلوک مسلوک کرتے رہے
بلکہ شادی خانہ کے بڑے مجالس سالانہ میں بھی نوکری کراتے تھے اور حضرت نظام الملک کے سامنے
بارہا نوکری کی ہے۔ انکے والد حسین خانصاحب تھے اور یہہ خادم حسین خانصاحب کے چھوٹے بھائی
تھے اور خادم حسین خانصاحب مرحوم کے بعد انکی تنخواہ نواب لائق علیخان بہادر عماد السلطنت مرحوم
نے انکے نام پوری جاری فرمائی۔ جب نواب صاحب نے رخصت حاصل فرمائی تو نواب
آسمان جاہ بہادر وزیر اعظم مقرر ہوئے نواب صاحب خواجہ صاحب کی چھٹی کرتے تھے جب محرم
کی چھٹی ہوئی مجلس سماع منعقد ہوئی حضرت محمد شاہ صاحب پیر و مرشد نواب صاحب کے
پاس تشریف لائے تو مراد علیخانصاحب کی بھی یاد ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے ہندوستان
میں محرم کے بارہ دن سوائے سوزخوانی کے گانا بجانا نہیں کرتے اگر حکم ہو تو سوزخوانی کرتا ہوں اس پر
واپس کردیا گیا اور عدول حکمی میں برطرف کردیا۔ مراد علیخاں صاحب نے یہاں شادی کرلی تہی
زمانہ موافق تہا محل نواب مکرم الدولہ اور دیگر امرا کی طرف سے زیادہ سلوک مسلوک ہو رہا تہا خصوصاً
نواب جعفر حسین خانصاحب نواب تاڑبن اور نواب وقار الامرا بہادر کی زیادہ عنایت تہی اس
سبب سے بلدہ کی سکونت اختیار کرلی جب نواب وقار الامرا بہادر وزیر اعظم ہوئے تو انہوں
نے پوری تنخواہ جاری کرنے کے لئے حکم صادر فرمایا مگر کچھہ لوگونپر نواب آسمان جاہ بہادر نے ماہواریں
اجرا کردیں تہیں اس سبب سے بجائے (ماہانہ ۲۵) کے صرف (ماہانہ ۱۶) مراد علیخانصاحب پر
اجرا ہوئے نواب صاحب نے وعدہ فرمایا کہ آیندہ اسکی تکمیل بھی بہت جلد کردونگا مگر اسکا موقعہ
نہیں ملا۔ مراد علیخانصاحب کے شریک کار اور بازو وار انکے چچیرے بہائی غلام عباس صاحب مرحوم
و غلام سرور صاحب مرحوم تھے اور غلام سادات صاحب زیادہ اپنے وطن امروہہ میں رہتے
تھے انکے فرزند نثار حسین صاحب کو مراد علیخانصاحب نے اولاد نہونے کی وجہہ سے اپنی آغوش
میں لیکر پرورش کیا تہا انکے حالات آیندہ تحریر کئے جائیں گے۔ مراد علیخاں صاحب کو
آخر سن میں مرض ضیق النفس کا عارضہ ہوگیا تہا اور اوسی مرض میں مبتلا ہوکر ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۲۴ھ
کو انتقال کئے انکا سن غالباً (۷۰ یا ۷۵) سال کا ہوگا انکا مکان محلہ کالی مسجد عقب الاوہ بی بی

میں واقع تہا اوسمیں انتقال ہوا اور دائرہ حضرت نعمت اللہ صاحب میں دفن ہوئے۔ مرادعلیخاں صاحب
بہت سخی خوش اخلاق اور خوش مزاج باعتقاد آدمی تھے تمام کنبہ کی پرورش آپکی ذات سے
وابستہ تھی مثلاً غلام عباس صاحب اور اونکی دو بی بیاں اور چار لڑکیاں اور غلام سرور صاحب
اور انکی بی بی اور غلام سادات صاحب اور انکی بی بی بچے پہر انکی شادیاں وغیرہ وغیرہ کے جملہ
مصارف کیوجہ سے یہہ اپنی زندگی میں ہمیشہ قرضدار رہتے تھے جب اونکا انتقال ہوا تو اونکی بی بی نے
بہت کچھہ قرضہ ادا کیا جو باقی رہ گیا تہا اوسکو اونکی جائیداد سے ادا کیا۔ یہہ بی بی بہت نیک
اور باخدا تہیں تراب خانصاحب مرثیہ خوان کی ہمشیرہ زادی تہیں ان کے ماں باپ مرجانے کی
وجہہ سے تراب خانصاحب نے ہی پرورش کیا اور ان کی شادی مرادعلیخانصاحب کے ساتھ
مثل اپنی اولاد کے کردی مگر آپکو کوئی اولاد نہیں ہوئی مرادعلیخانصاحب کے بعد سرکاری ماہوار کو
باور خانصاحب نے بڑی محنت وجانفشانی سے کوشش کرکے ان کے نام (۵۰) ماہانہ جاری کرائی
یہہ بہی مثل اپنے شوہر کے تمام عزیز واقارب کیساتہہ نیک سلوک کرتی رہیں اور تمام لوگوں کی پرورش
کا مدار بہی انکی تنخواہ پر تہا جب یہہ بی بی بہی کچھہ دن کی علالت کے بعد ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ کو
انتقال کیں تو تمام گہر کا شیرازہ درہم وبرہم ہوگیا انکو بہی انکے شوہر کے بازو دائرہ حضرت نعمت اللہ
شاہ صاحب میں دفن کیا اور انکے جملہ امور کو باور خانصاحب نے تکمیل کیا انکے خاندان میں
اکثر سوزخوان ہوئے ہیں۔

مرادعلی خاں صاحب اپنی نذر ذاکری کی آمدنی عزاداری اور نیاز ونذر میں صرف
کرتے تھے اور اپنی تنخواہ سرکاری سے ایک پائی صرف نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میری
ماہوار کی آمدنی ناجائز طریقہ سے حاصل ہوتی ہے۔

یہہ بڑے مومن اور اپنے مذہب کے پکے جوشیلے اور عاشق حسینؑ تھے ماہ محرم میں
روزانہ صبح میں مجلس ہوتی تھی اور سالانہ مجلس بڑے اہتمام سے یکم ربیع الاول کو کرتے
تھے۔

یہہ شاعر مشہور تھے اور بلدہ کے قدیم مرثیہ خوانان میں انکا شمار تہا اور بلدہ کے ہی رہنے والے اچھے مرثیہ خوان تھے زنانی مجالس زیادہ پڑہتے تھے اور محرم میں یا دنگوں میں زیادہ مجالس پڑہتے تھے انکے بعد مشکل سے ملاقات ہوتی تھی مرثیہ پڑہتے ہیں کوئی خاص بات نہیں تھی سیدہا سیدہا پڑہ لیتے تھے نہ انکی مرثیہ خوانی مشہور تھی نہ شاعری مگر شاعر مشہور تھے ۔ انکی کوئی تصنیف مرثیہ یا سلام نظر سے نہیں گذرا ممکن ہے کہ کوئی تصنیف ہو ۔

بہر حال یہہ قدیم وضع و قطع کے آدمی تھے اور قدیم لباس پہنتے تھے سر پر بالکل چھوٹا سا شملہ باندہتے تھے اور کاندہوں پر رومال اوڑہا کرتے تھے انکے حالات من وعن ہمدست نہیں ہوئے حیدر علیصاحب نامی کئی مرثیہ خوانان گذرے ہیں اس لئے یہہ حیدر علیصاحب تراب کے نام سے مشہور تھے ۔

یہہ کس کے شاگرد تھے پتہ نہیں چلتا اور نہ انکے کوئی شاگرد ہوئے ۔

یہہ زمرہ بواہیر فرقۂ سلیمانیہ سے تھے انکے والد کا نام شمس الدین صاحب تہا یہہ پہلے عظمت علیصاحب مرثیہ خوان کے شاگرد تھے پہر مومن علیصاحب مرثیہ خوان ساکن کاروان کے شاگرد ہوئے ان کے دو فرزند ایک حسن علیصاحب مرثیہ خوان دوسرے ملا قاسم علی صاحب ہیں یہہ بڑے ذی

علما اور صاحب عزت و وقعت ہیں اور ملک سیام کے ملا ہیں انکی ایک لڑکی حیدرآباد دکن میں صاحب اولاد موجود ہے شجاعت علیصاحب کی دو لڑکیاں تھیں جن کی شادی اپنی برادری میں کر دی اب ایک لڑکی صاحب اولاد موجود ہے دوسری لڑکی کا انتقال ہو گیا۔

انکی بی بی امجدی صاحب سوداگر اسپان کی لڑکی تھی شجاعت علیصاحب کا سن وقت انتقال غالباً (۷۵ یا ۸۰) سال کا ہوگا تاریخ ۵ محرم ۱۳۴۵ھ کو انتقال کیا انکی مالی حالت بہت اچھی تھی علاوہ ذاکری کے تجارت بھی کرتے تھے۔ انکی دوکان سامان آہنی کی چوک میں واقع تھی۔ انکے انتقال کے بعد انقلاب زمانہ کیوجہہ سے تجارت میں نقصان آیا مجبوراً دوکان برخاست کر دیگئی شجاعت علیصاحب مجالس بلدہ میں بہت کم پڑھتے تھے زیادہ حصہ قلعہ گولکنڈا اور پل قدیم کی جانب پڑھتے تھے مگر دنگلوں میں ضرور شریک ہوتے تھے بلکہ اول وقت سے آتے تھے اور آخر وقت تک رہتے تھے۔ یہہ بڑے خوش اعتقاد آدمی تھے مرثیہ خوانی کو اپنا دین و ایمان سمجھتے تھے اور اپنی وضع کے بہت پابند تھے آواز بھی بہت اچھی تھی جب ذاکری کرتے تھے نہایت اطمینان سے کرتے تھے اپنی ذاکری میں کئی سوز ایک سلام اور ایک مرثیہ مطلع سے مقطع تک نہایت خوش الحانی کیساتھہ ٹھہر ٹھہر کے پڑھتے تھے بہرحال انکی ذاکری بلدہ کے کئی ذاکروں کے مقابل ہوتی تھی۔ بہت طول خوان مشہور تھے انکے خاندان میں متعدد ذاکر گذرے ہیں۔

یعقوب علیصاحب مرثیہ خوان

یہہ مچھلی بندر کے رہنے والے تھے مگر ایک عرصہ سے حیدرآباد میں مقیم تھے انکی ذاکری کا طرز مچھلی بندر کے مرثیہ خوانان کا تھا اور اپنے بڑے بھائی مدینہ صاحب سے تعلیم و تربیت پائے تھے۔ حیدرآباد میں اکثر زنانی مجالس اور دنگلوں میں ذاکری کرتے تھے بہت مقبول ذاکر تھے اور مچھلی بندر کے مرثیہ خوان مشہور تھے قدیم وضع و قطع کے آدمی تھے لباس بھی پرانی وضع کا تھا زیادہ چوبغلہ پہنتے تھے اور مدراسی قطع کا عمامہ سر پر باندھتے تھے ایک پاؤں میں خم آگیا تھا بیان کیا جاتا ہے کہ جب مچھلی بندر میں طوفان آیا تھا تو اس وقت

انکے پاؤنمیں خم آگیا تھا وہ پاؤں ویسا ہی رہا جب مرثیہ پڑھتے تھے تو ایک پاؤں لمبا کرکے بیٹھتے تھے
مالی حالت متوسط تھی کالی مسجد کے قریب ایک مکان کرایہ سے لیکر رہتے تھے وہیں انتقال کئے اور
تکیہ روشن دل شاہ صاحب میں دفن ہوئے انکا سن قریب ۷۵ یا ۸۰ برس تھا انکی تجہیز و تکفین
انکی بی بی نے کی جن کا مذہب حنفی تھا شوہر کے بعد زندہ تھیں پھر انکا حال معلوم نہیں ہوا۔
انکے خاندان میں کئی مرثیہ خوانان گذرے ہیں - یہہ تین بھائی تھے ان میں بڑے تھے منجھلے کا نام
غلام عباس صاحب تھا یہہ ساکن مچھلی بندر تھے اور وہیں رہتے تھے اور وہیں انتقال کئے اور وہاں کے
مشہور ذاکروں میں انکا شمار تھا اور یہہ تمام عمر مچھلی بندر ہی میں رہے البتہ بطور سیر و تفریح اور ذاکری کرنے
کے لئے اطراف مدراس و مچھلی بندر وغیرہ زیادہ پھرتے رہے حیدرآباد میں کئی مرتبہ آئے تھے اور اپنے
چھوٹے بھائی یعقوب علیصاحب کے پاس مہمان رہتے تھے یہہ بہت کبیر السن آدمی تھے مگر خوش اعتقاد
اور جوشیلے مشہور تھے بہت ولولے سے ذاکری کرتے تھے جوانی میں اپنے بڑے بھائی مدینہ صاحب کے
ساتھ زیادہ ذاکری کرتے تھے اور واحد خانصاحب مرثیہ خواں کے شاگردوں میں مشہور تھے۔
انکے بڑے بھائی کا نام مدینہ صاحب تھا جنکی عمر کا زیادہ حصہ بنگین پلی میں گذرا جہاں بڑی عزت و آبرو
سے اپنی زندگی بسر کی تھی۔ نواب صاحب بنگین پلی کی انپر خاص عنایت تھی بہت اچھے ذاکر تھے انکے مرثیہ
خوانی کا بھی طرز اہل مدراس سے ملتا جلتا تھا بہت مقبول ذاکر تھے بڑے ولولے سے ذاکری کرتے
تھے اور واحد خانصاحب کے مشہور شاگردوں میں تھے - بیان کیا جاتا ہے کہ جب واحد خانصاحب
کو نواب صاحب مدراس نے بلایا تھا تو اسوقت بہت لوگوں نے انکی ذاکری کو پسند کیا اور اکثر حضرات
انکے شاگرد ہوئے منجملہ انکے یہہ اور انکے بھائی غلام عباس صاحب بھی تھے یہہ بہت سن رسیدہ
آدمی تھے انکا انتقال بنگین پلی میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے باقی حالات خاندانی بہدست نہیں ہوئے۔

مرزا علی صاحب مرثیہ خوان

یہ مچھلی بندر کے مرثیہ خواں تھے وہاں سے ہجرت کر کے حیدرآباد میں آکر مقیم ہوئے یہاں بھی ذاکری کرتے تھے۔ انکے تفصیلی حالات بھم دست نہیں ہوئے۔ مگر انکے تین فرزند تھے وہ سب مرثیہ خوانی کرتے اور دو لڑکیاں اور ایک بی بی تہیں۔

بڑے فرزند کا نام میر مومن علیصاحب تہا یہ بہت اچھے مرثیہ خواں تھے حیدرآباد کے مرثیہ خوانوں کی طرز سے مرثیہ پڑہتے تھے متوسط ذاکر و نمیں انکا شمار تھا کالی مسجد کے پاس رہتے تھے وہیں انتقال کئے دائرہ نعمت اللہ شاہ صاحب میں دفن کئے گئے انکا سن غالباً ۵۰ یا ۵۵ سال کا ہوگا انکے خاندان میں اکثر ذاکرین گذرے ہیں۔

انکے پاس چالیس دن تک عزاداری بہی ہوتی تہی گہر میں ایک عاشور خانہ بہت قدیم اور خاندانی تہا جو انکے والد مچھلی بندر سے لائے تھے اب وہ عاشور خانہ انکے بہانجے میر محمود علیصاحب آباد کرتے ہیں انکی دو بی بیاں تہیں ایک منکوحہ دوسری شادی والی۔ منکوحہ انکے سامنے انتقال کیں شادی والی کا حال معلوم نہیں ہر دو بی بیوں سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ انکی والدہ صاحبہ نے بہی انکے سامنے انتقال کیا۔

منجھلے فرزند کا نام میر اکبر علیصاحب تہا یہ بہی مرثیہ خوان تھے اور بہت اچھی ذاکری کرتے اور نہایت خوش گلو تھے بڑی محنت و جانفشانی سے تعلیم حاصل کی تہی تراب خانصاحب مرثیہ خوان کے شاگردوں میں تھے اور جابجا انکا شہرہ ہو رہا تہا کہ موت نے مہلت نہ دی عین جوانی کے عالم میں بہت جلد انتقال کیا انکی شادی وغیرہ بہی نہیں ہوئی تہی۔

چہوٹے فرزند میر قاسم علیصاحب تھے یہ بہی مرثیہ خوان تھے بہت اچھا مرثیہ پڑہتے تھے زیادہ تر اپنے بڑے بھائی میر مومن علیصاحب کے ساتھ ذاکری کرتے تھے اور دنگلو نمیں علیحدہ بہی پڑہتے تھے۔ میر مومن علیصاحب نے ملازم بہی رکہوا یا تہا اور مثل اپنے فرزند کے پرورش کر کے شادی بہی کی تہی مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی تہی کہ عین جوانی کے عالم میں جوانہ مرگ غالباً (۲۲ یا ۲۳) سال کے سن میں انتقال کیا انکے بھائی میر مومن

علیصاحب نے انکی تجہیز و تکفین کی مرزائی صاحب کی بڑی لڑکی کو ایک فرزند تھے جن کا نام معلوم نہیں ہوا مگر حکمت کرتے تھے اور بہت اچھے حکیم تھے انکا بھی جوانی میں انتقال ہوگیا۔

چھوٹی لڑکی کو دو فرزند اور دختریں تھیں ایک نا کتخدا جوان انتقال کی دوسری کی شادی میر اسماعیل صاحب سے ہوئی انکے خاندان کا سلسلہ وزیر علیصاحب مرثیہ خوان سے ملتا تھا۔

فرزندوں میں بڑے فرزند کا نام میر محمود علیصاحب ہے یہہ بڑے نیک اچھے آدمی ہیں اپنے پیشہ کی پرورش کرتے ہیں اور موٹروں کے کارخانہ کے مالک ہیں اور انکی ذات کی متعدد موٹریں کرایہ پر چلتی ہیں۔

کئی سال سے ذنگل کوہ شریف اور ۱۳ رجب کے موقعہ پر مومنین و زائرین کی آسایش و آرام کے لئے متعدد کرایہ کی موٹروں کا انتظام بھی کرتے ہیں ہر چند اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے بلکہ نقصان ہوتا ہے اور ملازمین علیحدہ پریشان کرتے ہیں مگر وہ اپنے حسن اعتقاد اور خلوص کی وجہہ سے ہر سال حصہ لیتے ہیں اور خود بہ نفس نفیس انتظام کے لئے آتے ہیں خداوند عالم اونکو اسکا صلہ اور جزا عنایت فرمائے گروہ مرثیہ خوانان بھی انکی ممنون ہے چھوٹے فرزند کا نام میر اکبر علی صاحب ہے یہہ بھی بہت اچھے نیک آدمی ہیں انکے بھی متعدد موٹریں کرایہ پر چلتی ہیں۔ بہرحال ہر دو بھائی بہت اچھے اور نیک آدمی ہیں۔

یہہ دہلی کے رہنے والے تھے اور اعلی درجہ کے سوزخوان تھے اور بہت صاحب کمال اور ذاکر تھے معلومات علم موسیقی بھی بہت اچھے تھے آواز بہت چھوٹی تھی مگر گلا بہت خوبصورت تھا جو چیز پڑھتے تھے سامعین کو اوس سے ایک خاص لطف حاصل ہوتا تھا خصوصاً یہہ مرثیہ اکثر لوگ فرمائش کر کے ان سے بہت سنتے تھے اور ہمیشہ اسی کی خواہش کرتے تھے "ہے روایت شتر سوکسی کا تھا رسول کا حق یہہ ہے کہ وہ خوب پڑھتے تھے بلدہ کے عام مجالس میں بہت کم ذاکری

کم ہے کا اتفاق ہوتا تھا اس لئے کہ پہلے نواب خانخانان بہادر کے پاس مصاحبین میں ملازم تھے بعد ازاں نواب فخر الملک بہادر کے مصاحبین میں ملازم ہوگئے دونو سرکاروں نے انکی بہت قدر و منزلت کی خصوصاً نواب فخر الملک بہادر کے پاس انکی عمر کا زیادہ حصہ گذرا اسکے بعد انکے فرزندوں کا بھی لحاظ و پاس کیا گیا تھا ہوا یہی حسب حوصلہ جاری رہیں نواب صاحب کے انتقال کے بعد یہ تمام باتیں نیست و نابود ہوگئیں۔

نواب فخر الملک بہادر اکثر انہی کی ذاکری زیادہ سماعت فرماتے تھے محرم کے مجالس میں بھی انکی ذاکری کا خاص وقت مقرر تہا انکے بعد کوئی سوزخوان نہیں پڑھتا تھا بلکہ مرثیہ خوانان کا سلسلہ شروع ہوجاتا تھا جب انکا انتقال ہوگیا تو نواب صاحب کو بہت رنج و ملال ہوا انکی تجہیز و تکفین کا خاص طور پر انتظام کیا گیا غالباً وقت انتقال انکا سن (۸۵ یا ۹۰) سال کا ہوگا۔

انکے بہت سے شاگرد تھے منجملہ مرثیہ خوانان بلدہ ابراہیم علیصاحب مرثیہ خوان و کاظم علیصاحب مرثیہ خوان قابل ذکر ہیں۔

انکے دو فرزند تھے بڑے صفدر مرزا صاحب اور چھوٹے کرار مرزا صاحب یہہ بھی سوزخوان تھے انکا ذکر آئندہ تحریر کیا جائیگا۔

خاندانی حالات معلوم نہیں ہوے انکے خاندان میں کئی سوزخوان گذرے ہیں۔

یہہ حیدر مرزا صاحب سوزخوان کے فرزند تھے اور بے مثل سوزخوانی کرتے تھے ان کی آواز بھی بالکل چھوٹی اور خوبصورت تھی یہہ بھی رہے روایت شتر سوار کسی کا تھا رسول مثل اپنے باپ کے خوب پڑھتے تھے مگر کچھ شغل وغیرہ کرنے کے سبب جو خاص باتیں تھیں جاتی رہیں تاہم بہت اچھا پڑھتے تھے ان سے بھی لوگ اسی مرثیہ کی فرمائش کرتے تھے۔ اکثر مجالس

دیگلو میں سوزخوانی کرتے تھے مگر آخر سن و سال میں جملہ آمدنی کم ہوجانے سے بہت مفلسی کے عالم میں انتقال
کیا تھا بوقت انتقال انکا سن (۶۵ یا ۷۰) سال کا ہوگا ان کے چھوٹے بھائی کرار مرزا صاحب
بہت کم سوزخوانی کرتے تھے البتہ اپنے بھائی کیساتھ زیادہ پڑھتے تھے جب بھائی کا بھی انتقال
ہوگیا تو یہہ بالکل بے سروساماں ہوگئے اور کوہ شریف پر جاکے مقیم ہو گئے علی الصباح عین نماز کے
وقت الاوہ سے اپنے مقام تک روزانہ مناجات باواز بلند پڑھتے ہوئے جاتے تھے اکثر لوگ
انکی مناجات سے ہوشیار ہوکر نماز صبح ادا کرتے تھے بہت دیندار آدمی تھے توکلت علی اللہ
زندگی بسر ہوتی تھی کچھہ مومنین بھی سلوک و مسلوک کرتے تھے مگر یہہ کبھی کسی کے پاس جاکے زحمت نہیں
دیتے تھے ہر حال میں خداوند عالم کا شکر ادا کرتے تھے۔ بڑے دلیر کے جوشیلے آدمی تھے ہمیشہ
یا علی علیہ السلام کا نعرہ بلند آواز سے کرتے تھے کہ لوگوں کے دل پر اس نعرہ کا خاص اثر
ہوتا مفلسی کے عالم میں انتقال کیا کچھہ مومنین نے دفن و کفن کا انتظام فرمایا خداوند عالم انکو اجر عظیم عطا
فرمائے وقت انتقال انکا سن (۵۰ یا ۵۵) سال کا ہوگا باقی حالات خاندانی ہم رسلت نہیں ہوسکے

یہہ قصبہ ہنسوہ ضلع فتحپور ہندوستان کے رہنے والے تھے غدر کے زمانے کے بعد حیدرآباد
میں وارد ہوئے اسوقت نوجوان تھے بلدہ میں اکثر مقام پر سوزخوانی کی بہت اچھے سوزخوان تھے
اور اپنے فن سوزخوانی میں بے مثل اور کامل ثابت ہوئے اچھے اچھے لوگوں سے تعلیم حاصل
کی تھی اور اکثر مجالس بڑے معرکہ کی نہایت جوش و خروش سے خوب پڑھتے تھے
ان کی سوزخوانی کو اہل فن حضرات نے پسند کیا اور خوب داد دی۔ یہہ ہندوستان کے وضع قطع
سے ذاکری کرتے تھے لکھے پڑھے بہت قابل تھے نواب نظام یار جنگ خانخانان مرحوم و مغفور
کے دفتر میں محافظ دفتری پر ملازم تھے مالی حالت بہت اچھی تھی مگر شوق ذوق زیادہ تھا تعطیل

غیر وقت دفتر گھر میں دوست احباب کا جمگھٹا رہتا تھا اور فن ذاکری کے چرچے رہتے تھے زیادہ حصہ اسی میں گذرتا تھا اکثر سوزخوان بھی شریک صحبت رہتے تھے مثلاً ایک سوزخوان نے ایک سوز کسی دھن کا پڑھا دوسرے سوزخوان نے دوسری دھن میں سوز شروع کیا دوسرے حضرات حسن حسن کے مدح وثنا کرتے تھے کہ کیا سوز پڑھا گیا۔ بہرحال محرم اور دنگل میں زیادہ مجالس پڑھتے تھے اور ہر ماہ کی گیارہ تاریخ سہ پہر کے وقت الاوہ بی بی میں مجلس ہوتی تھی خود پڑھتے تھے سامعین اور دوست احباب بھی کثرت سے تشریف لاتے تھے اچھا خاصہ مجمع ہوتا تھا مرحوم ضعیفی کے عالم میں انتقال کئے غالباً وقت انتقال ان کا سن (۶۷) سال کا ہوگا بہت نیک آدمی تھے نماز روزہ کے پابند تھے اکثر لوگوں کو انکی ذات سے بہت فائدہ تھا مرحوم کا انتقال ۲۶ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ کو ہوا ان کی تجہیز وتکفین اون کے بھائی سید تعشق حسین صاحب نے کی ان کی قبر تکیہ روشن دل صاحب میں ہے کچھہ دن بعد اونکی بی بی کا بھی انتقال ہوگیا سید تعشق حسین صاحب سب کے سرپرست رہے مرحوم کو ایک فرزند سید وحید حسن صاحب بہت کمسن تھے اب ماشاءاللہ جوان ہیں حیدرآباد کی وضع قطع سے مرثیہ خوانی کرتے ہیں اور بہت اچھے مرثیہ خواں ہیں یہہ بھی اپنے باپ کی طرح ہر ماہ کی اا تاریخ الاوہ بی بی میں مجلس کرتے ہیں اور ایک لڑکی بھی تھی اوسکی شادی سید ذاکر حسین صاحب فرزند سید تعشق حسین صاحب کیساتھ ہوی کچھہ دن زندہ رہیں آخر لاولد انتقال کیں۔

سید تعشق حسین صاحب سوزخواں مرحوم

یہہ سید آل حسن صاحب کے حقیقی بھائی تھے اور بہت اچھے سوزخوان تھے اپنے بھائی کی زندگی تک اون کے ساتھ اور کبھی علیحدہ بھی پڑھتے رہے اون کے انتقال کے بعد جملہ مجالس و دنگل علیحدہ پڑھنے لگے بڑے نیک آدمی تھے لکھنا پڑھنا بھی معمولی طور پر جانتے تھے مگر فن سوزخوانی کے خوب ماہر تھے اپنے بھائی سید آل حسن صاحب مرحوم سے تعلیم حاصل کی تھی اور نواب شادیار جنگ مرحوم کے پاس

ملازم تھے خدمت دار وغہ گیری کو انجام دیتے تھے دوستی کے بڑے پکے اور دعدہ کے بڑے پابند اور بہت صاف گو تھے کبھی کبھی کہتے تھے پرانی وضع وقطع کے بہت سیدھے سادے آدمی تھے اگر کوئی شخص اون کے ساتھ برائی کرے تو اوس کا بدلہ اوس کے ساتھ نیکی سے کرتے تھے مالی حالت بہت اچھی تھی اکثر لوگوں کو قرض حسنہ دیتے تھے اور وعدہ پر لیتے تھے اپنی کتاب میں اسکا نام تحریر کر لیتے تھے مرحوم کو متعدد اولاد ہوئی مگر اب صرف ایک لڑکی سید سراج الحسن صاحب کی بی بی باقی ہے یہ ماشاء اللہ کثیر الاولاد ہے اسوقت ایک لڑکا کمسن اور دو لڑکیاں ہیں۔ سید تعشق حسین صاحب کا انتقال مرض طاعون سے ہوا تو انکی تجہیز و تکفین وغیرہ اونکے داماد اور بیٹی نے کی وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ مجھ کو سید سراج الحسن سے بہت امید ہے مرحوم نماز اور روزے کے بہت پابند تھے اونکی نماز مغربین ہمیشہ مسجد اثنا عشری میں ہوتی تھی اور نماز شب بھی پڑھتے تھے دوست احباب کے کام میں سخنے قدمے درمے جہاں تک ہوسکے امداد کرتے تھے ان کا انتقال بتاریخ ۵ ار رجب ۱۳۲۶ھ کو ہوا قبر بمقام چنچل گوڑہ روبرو گھڑیال نواب سرور جنگ مرحوم واقع ہے انکی عمر کا زیادہ حصہ سیاحت میں گذرا ہندوستان کے اکثر مقامات پر مہینوں بلکہ برسوں مقیم رہے مرحوم کو ایک فرزند سید ذاکر حسین صاحب تھے وہ نواب نظام یار جنگ خانخانان بہادر کے پاس اپنے چچا سید آل حسن صاحب مرحوم کی جگہ ملازم تھے اور اون کے داماد بھی تھے سید آل حسن صاحب کی لڑکی لاولد انتقال کیں تو دوسری شادی کی اوس سے ایک لڑکا سید محمد حسین خاں پیدا ہوا سید ذاکر حسین صاحب کا انتقال سید تعشق حسین صاحب کی زندگی میں ہوا تو سید محمد حسین صاحب اور اونکی والدہ کو تادم زیست پرورش کرتے رہے اب سید محمد حسین صاحب نواب کمال یار جنگ بہادر کے اسٹیٹ میں ملازم ہیں۔ یہ بھی کچھ ذاکری کرتے ہیں اور اپنے چچا سید وحید حسن صاحب مرثیہ خوان کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

آپکے والد سید جعفر حسین صاحب صبا سوزخوان تھے آپکا اصلی وطن لکھنؤ تھا یہہ شبابکے زمانے میں حیدرآباد آئے تھے اسوقت انکا سن (۱۴) سال کا تھا انکے ہمراہ انکے ایک چھوٹے بھائی سید عابد حسین صاحب بھی تھے اونکا راستہ میں انتقال ہوگیا تو یہہ اونکی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوکر حیدرآباد پہونچے چند روز مقیم رہے کس مپرسی کا عالم رہا اور زیادہ پریشان ہوگئے آپکے معلومات سوزخوانی بہت وسیع تھے بہت اچھے سوزخوان تھے باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی مگر آخر زمانہ میں آواز بے قابو اور خستہ ہوگئی تھی حیدرآباد کے اکثر مرثیہ خوانان انکے شاگرد تھے اور یہہ ذاکری بھی کرلیتے تھے مگر انکی ذاکری کی یافت ایسی نہ تھی کہ زندگی بسر ہوسکے یہہ ہمیشہ پریشان حال ہی رہے۔

انکے شاگردوں میں ابراہیم علی صاحب و کاظم علی صاحب و مومن علی صاحب کاروان والے و غلام حسین صاحب و یاور رضا صاحب وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ مگر ابراہیم علی صاحب نے تادم زیست انکی رفاقت کی اور ساتھ دیا اور ہر طرح کے سلوک و مسلوک کرتے رہے یہہ بہت ضعیف ہوگئے تھے غالباً وقت انتقال انکا سن قریب (۸۰) سال کا ہوگا۔ آخر سن میں مرض فالج میں مبتلا ہوکر ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۴ میں دنیائے فانی کو چھوڑا انکی تجہیز و تکفین انکے فرزند سید جعفر حسین صاحب نے کی دائرہ حضرت سید نعمت اللہ صاحب میں دفن کئے گئے انکی دو بی بیاں تھیں ایک سے سید جعفر حسین صاحب پیدا ہوئے دوسری بی بی سے ایک لڑکی پیدا ہوئی ان دونوں سے انکی اولاد کا سلسلہ جاری ہے۔

سید جعفر حسین صاحب فی زمانہ موجود ہیں اعتقاداً کچھہ سوزخوانی کرلیتے ہیں انکے دو فرزند ایک سید مہدی حسین دوسرے سید ہادی حسین ہیں یہہ ہر دو زیر تعلیم ہیں اور ایک لڑکی ہے اوسکی نسبت سید محمد حسین نبیرۂ سید تعشق حسین صاحب سوزخوان سے مقرر ہوئی ہے۔

یہہ ہندوستان کے باشندے تھے انکا اصلی وطن نہیں معلوم حیدرآباد کا نام سنکر آئے تھے اور بہت عرصہ تک مقیم رہے۔ مگر پریشانی اُنکی حد سے زیادہ دامن گیر رہی۔

یہہ بہت اچھے سوزخوان تھے سوز کا جواب پڑہتے تھے لکھے پڑھے بہت قابل تھے۔ مگر یہاں انکی سوزخوانی کچھ زیادہ نہیں چلتی تھی اِنکا زیادہ وقت سیّد آل حسن صاحب سوزخوان کے پاس گذرتا تھا اسکے علاوہ اور بھی سوزخوانان اور دوست احباب سید آل حسن صاحب کے پاس جمع ہوتے تھے گویا ایک اچھی بزم احباب رہتی تھی اور سوزخوانی کے چرچے ہوا کرتے تھے۔ کوئی ایک سوز پڑہا دوسرا اوسکے جواب میں دوسرا سوز پڑہا بس اسیطرح سوزخوانی صبح سے شام تک رہتی تھی اِسکے علاوہ کچھ شغل و مشاغل ہی ایسے تھے کہ وہاں ہمیشہ ایک جمگھٹا رہتا تھا۔ بہرحال جب کالے خاں کی گذربسر میں مشکل ہوگئی تو اکثر جگہ ملازمت بھی اختیار کی اِسکے بعد ایک دوکان پر ملازم ہوگئے جب اس حال پر بھی ایک عرصہ گذرا اور ضعیفی روز بروز بڑہتی گئی اور بیمار ہوگئے تو سابقہ باتیں سب جاتی رہیں اور اسی حال میں انتقال کئے جب انتقال ہوا تو دوست احباب نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا انکا سن وقت انتقال غالباً (۵۶) سال کا ہوگا اور پندرہ بیس سال حیدرآباد میں مقیم و پریشان رہے اور پریشانی کے عالم میں ہی دنیائے فانی سے طرف ملک جاودانی کوچ کیا۔

خداوند عالم اپنی رحمت کاملہ میں جگہ عنایت فرمائے۔

سید عباس صاحب سوز خوان

یہ لکھنؤ کے باشندے تھے اوائل جوانی میں وارد حیدرآباد ہوئے تھے علاوہ سوزخوانی کے کام انکی کا بھی کام نہایت اعلی پیمانہ پر کرتے تھے پہلے کچھ تعلیم سوزخوانی لکھنؤ میں حاصل کی تھی پھر بلدہ میں آکر مراد علیخانصاحب سوزخوان کے شاگرد ہوئے نہایت اچھی ذاکری کرتے تھے۔ اسکے بعد پھر عباس علیخاں صاحب مرحوم سوزخوان کے شاگرد ہوئے تو انکی سوزخوانی کا طریقہ بھی بدل گیا بلکہ ایک نئی صورت اختیار کی۔ بہرحال آپکی ذاکری اچھی تھی کوئی قابل تعریف بات نہیں تھی مگر قدیم لوگ بوجہہ دوستی و محبت و قدامت کے زیادہ پڑہاتے تھے اور آپکو زیادہ مدد کامدانی کے کام سے ملتی تھی آپکو پتنگ بازی میں بھی زیادہ دخل تھا اکثر حضرات استاد سمجھتے تھے جب زیادہ سن ہوا تو پتنگ بازی چھوڑدی اور نواب خانخاناں بہادر کے پاس کسی کام پر ملازم ہوگئے پھر چند روز کے بعد نواب صاحب نے اپنے مصاحبوں میں شریک کرلیا ہمیشہ رات دن نواب صاحب کی پیشی میں رہتے تھے ناشتہ اور دو وقت کا کھانا و چاء وغیرہ بھی میزخانہ سے حاصل ہوتی تھی۔

ایک دن نواب صاحب کو ایک مرثیہ کی ضرورت ہوئی تمام مرثیہ خوانان بلدہ اور لکھنو سے دریافت فرمایا مگر سب نے نفی میں جواب دیا۔ اسوقت محمد عباس صاحب نے عرض کیا کہ سرکار یاور خاں صاحب سے دریافت فرمائیے غالبًا اونکے پاس ہوگا نواب صاحب نے محمد تقی صاحب ناظم کو حکم دیا کہ یاور خانصاحب سے بھی دریافت کرو۔ محمد تقی صاحب ناظم نے یاور خانصاحب کو بلاکر کہا کہ سرکار کو فلاں مرثیہ کی ضرورت ہے لکھہ کر لادو یاور خانصاحب نے عرض کیا کہ انشاء اللہ کل حاضر کرونگا چنانچہ دوسرے دن لاکے پہونچادیا۔ نواب صاحب بہت خوش ہوئے بعد چند روز کے پھر نواب صاحب کو ایک مرثیہ کی خواہش ہوئی محمد عباس صاحب نے عرض کیا کہ سرکار یاور خانصاحب سے ہی دریافت فرمائے وہ ضرور لادینگے اونکے پاس مراثی کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ الغرض حسب فرمایش وہ مرثیہ بھی یاور خانصاحب نے

دوسرے دن لکھکر لادیا تو یاور خاں صاحب سے ناظم صاحب نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے پاس مرثیوں کا بہت ذخیرہ ہے اوس کو کیوں نہیں طبع کرواتے - یاور خاں صاحب نے عرض کیا کہ میری حیثیت ایسی نہیں ہے - یہہ سنکر ناظم صاحب نے فرمایا کہ حضرت بیگم صاحبہ کا انتقال ہوگیا ہے اور ہمارا خیال ہے کہ بیگم صاحبہ کے لئے کوئی اہتمام کیا جائے - میں سرکار سے عرض کرکے اسکے [illegible] کا انتظام کرتا ہوں آپ خاطر جمع رہیں - اور ایک فہرست مرتب کیجئے - اوس وقت یاور خاں صاحب نے عرض کیا کہ جب آپ کا ایسا خیال ہے تو انشاءاللہ میں بھی ایک ایسا حصہ مرتب کر [illegible] جو ابتک تمام ہندوستان میں طبع نہیں ہوا - چنانچہ ایسا ہی ایک حصہ مرتب کرکے اوسکی فہرست ناظم صاحب کے حوالے کیا اور اوسکی ایک نقل اپنے پاس رکھی - پھر ناظم صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اسکے اخراجات کیا ہونگے وہ بھی دریافت کرکے اوس سے بھی آگاہ کر دیجئے تو یاور خاں صاحب نے دریافت کرکے مکمل حساب ناظم صاحب کے حوالے کر دیا - ناظم صاحب نے فرمایا کہ انشاءاللہ ایک ہفتہ کے بعد میں تم کو اسکے اخراجات حوالے کر دیتا ہوں خود اس کام کو انجام دو - جب کئی ہفتہ ہو گئے تو محمد عباس صاحب نے یاد دہی کی اور بہت سعی و کوشش سے متعدد مرتبہ یاد دلاتے رہے مگر جب کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو مولوی سید سراج الحسن صاحب بخشی فوج نے ارشاد فرمایا کہ آپکی کوشش بیکار ہے اگر انکو منظور ہوگا تو خود بلا کر انتظام کریں گے اسپر سید محمد عباس صاحب نے سکوت کیا یاور خاں صاحب کو بھی اپنی فہرست مرتب کرنے کا سخت افسوس ہوا -

انکا انتقال محلہ دار الشفاء کوچہ شتر خانہ میں ہوا اور دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن کئے گئے انکو کوئی اولاد نہیں ہوئی ایک بی بی موجود ہے -

سید تراب علی صاحب کا ایک لڑکا لیکر اپنا فرزند آغوش بنالیا تھا اوسکا نام سید عباس صاحب ہے جو ملازم سرکاری ہیں اور اپنی والدہ اور مرحوم کی زوجہ کی پرورش کرتے ہیں اور ہر طرح کفیل ہیں انکی والدہ نے انکی شادی بھی کردی ہے نہایت عزت و آبرو سے زندگی بسر کرتے ہیں -

اِن کے باپ کا نام چھدا خاں صاحب تھا یہ زیدپور اطراف لکھنو کے رہنے والے تھے ۔ اور زیدپور سے آکر مولوی سید فرزند حسن صاحب مختمد نواب مشیر الملک مرحوم کے گھر میں مہمان رہے صاحب موصوف بہت نیک اچھے آدمی تھے انہوں نے انکو نواب صاحب کی ڈیوڑھی میں ملازم رکھوا دیا تھا۔ جب مختمد صاحب کا انتقال ہوا تو یہ ابراہیم علی صاحب مرثیہ خواں کے مکان میں آکر رہنے لگے ۔ انکی عمر کا زیادہ حصہ انکے مکان میں گذرا یہ قدیم وضع کے آدمی تھے اور دیہاتی سوزخواں زیدپور والوں میں مشہور تھے ۔ اکثر زیدپور والے انکو زیادہ پڑھواتے تھے ۔ آپکو سلام و سوز مرثیے زبانی یاد تھے اور ہمیشہ زبانی پڑھا کرتے تھے ۔ مزاج میں غصہ بہت تھا کبھی کوئی دل لگی سے کچھ فرمایش کر دیا تو ہزاروں سوز سنا دیتے تھے ۔ بہت سیدھے سادے مسلمان تھے ہر مجلس میں شریک رہتے تھے اگر کوئی کہدیتا بسم اللہ خاں صاحب فوراً تکیہ پر آکر شروع کرتے اور کوئی عذر کرنا تو جانتے ہی نہ تھے سیکڑوں مجالس بنظر ثواب پڑھدیا کرتے اگر کوئی کچھ دیدیا تو لے لیا ورنہ طالب بھی نہوئے ۔ سالانہ یا ششماہی رقم اپنی تنخواہ سے جمع کرکے اپنے عزیز و اقارب کے لئے وطن کو روانہ کرتے وطن میں بہت سے عزیز و اقارب تھے ۔ جب بہت ضعیف ہوگئے تو علالت بھی بڑھ گئی تھی ۔

اول انکا مذہب حنفی تھا مگر مجالس اور وعظ کی شرکت میں رہنے اور فضائل محمد و آل محمد علیہم السلام سننے سے مذہب حقہ کی ہدایت ہوئی تو خالص مومن پاک ہو گئے اور مرتے دم تک شیعہ مذہب پر باقی رہے اور وصیت و نصیحت کی کہ میری تجہیز و تکفین مذہب امامیہ کے طریقہ سے کیجائے جب انتقال ہوا تو ابراہیم علی صاحب نے حسب وصیت انکی میت شیعہ طریقے پر اوٹھائی ۔ انکے انتقال کے روز کثرت سے بارش ہوئی مسجد کمیلہ میں غسل دیا گیا اور یاور خاں صاحب نے نماز میت و تلقین وغیرہ پڑھائی اور دائرہ روشن دل صاحب میں دفن ہوئے ۔ انکا سن تقریباً سو برس کا ہوگا

یہہ توگاوان کے باشندے تھے حیدرآباد میں ایک عرصہ سے رہتے تھے - اور آدمی بالکل گہرے تھے ذاکری بہت کم کرتے تھے اکثر دنگلوںمیں زیادہ ذاکری کرنے کا اتفاق ہوتا تہا. اپنی زندگی تنہائی میں بسر کی امراء میں زیادہ آمد و رفت تہی حیدرآباد کا سابق زمانہ بہت اچھا تہا سادات کی قدر منزلت زیادہ تہی بہرحال ان کی بہت اچھی بسر ہوئی مگر افسوس ہے کہ انکے واقعات ہمدست نہیں ہوئے

یہہ مدراس کے باشندے تھے ایک زمانے سے حیدرآباد میں مقیم تھے اور کاظم علیصاحب مرثیہ خوان کے شاگرد تھے اونکے ساتہہ اور بدلیاں بہی پڑہتے تھے اچھے ذاکر تھے دارالشفاء میں مکان تہا اکثر پڑہا کرتے تھے نوشت وخواند سے بھی خوب واقف تھے ذاتی مجالس بہت کم پڑہتے تھے مگر دنگلوںمیں اکثر شریک رہتے تھے انکے حالات بھی تفصیلی ہمدست نہیں ہوئے۔

یہہ تراب خاں صاحب مرثیہ خوان کے شاگرد تھے اور اونکے نسبتی بہائی بھی تھے اور وزیر علیصاح

مرثیہ خواں مرحوم کے عزیزوں میں مشہور تھے اور ہمیشہ تراب خانصاحب کے گھر میں رہتے تھے اور انکے ساتھ بازو میں اور بدلیاں پڑہتے تھے اور انکے ساتھہ کربلائے معلےٰ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے تھے تراب خانصاحب بھی انکو بہت چاہتے تھے یہہ بڑے اطاعت گذار تھے اونکے بعد صرف ماہ محرم میں کچھہ مجالس متفرق گھروں میں پڑھ لیتے تھے بہت اچھے نیک آدمی تھے خداوند عالم مغفرت فرمائے محکمۂ مالگذاری سرکار عالی میں ملازم تھے اخلاق بھی بہت اچھے تھے باقی حالات انکے ہمدست نہیں ہوئے۔

سید عباس حسین صاحب مرحوم

یہہ شوقین ذاکر اور عقیدت صاحب شاعر کے چھوٹے فرزند ارجمند تھے اور تراب علیصاحب مرثیہ خواں سرگروہ سے بھی عزیز داری تھی یہہ اعتقاداً سوزخوانی کرتے تھے انکے والد کا کلام بہت اچھا اور مشہور تھا حیدرآباد کے مشہور شاعر تھے اکثر قصائد انکی تصنیف کے ذاکرین سابق زیادہ پڑہتے تھے انکے تفصیلی حالات ہمدست نہیں ہوئے۔ نوجوان تھے کہ لقمہ اجل کا شکار ہوگئے خداوند عالم مرحوم کے درجات عالی فرمائے۔

سید تصدق حسین صاحب سوزخوان

یہہ سادات نوگاواں سے تھے اپنی جوانی میں حیدرآباد دکن آئے تھے اور خوب ذاکری کرتے تھے جوانی کے زمانے میں نواب مکرم الدولہ مرحوم کی پیشی کے لئے انکو ملازم کر کے محل نواب صاحب نے

رکہا تھا۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد انکو وظیفہ مقرر ہوگیا تہا یہہ آدمی بہت خوش مزاج اور ظریف تھے اس لئے نواب ساجد یار جنگ بہادر نے انکو اپنے مصاحبوں میں شریک فرمالیا اور پہر انکو پوری تنخواہ معہ خوراک ملنے لگی یہہ ہمیشہ نواب صاحب کی پیشی میں رہتے تھے جب بہت ضعیف ہوگئے تو پہر وظیفہ مقرر ہوا جو تاحیات جاری رہا۔ انکو جب وقت ملتا تھا یہہ مجالس میں شریک رہتے تھے اور ذاکری کرتے تھے آخر وقت محلہ کوٹلہ عالیجاہ میں زیر سایہ جناب مولانا مولوی علی نقی صاحب قبلہ مرحوم و مغفور ایک مدت تک رہے مولوی صاحب کی انپر بہت عنایت تھی انکی بی بی کا انتقال انکے سامنے ہوگیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی جملہ جائیداد مولوی صاحب قبلہ کو ہبا کر دی تھی انکی تجہیز و تکفین مولوی صاحب نے ہی فرمائی دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن کئے گئے وقت انتقال انکا سن غالباً (۹۰) سال کا ہوگا۔ یہہ کئی مرتبہ زیارت کربلائے معلی سے مشرف ہوئے تھے اور انکے اخلاق و عادات بہت اچھے تھے ذاکری بڑے جوش و خروش سے کرتے تھے نماز و روزہ کے بہت پابند تھے اور نیک آدمی مشہور تھے۔

سید تصدق حسین صاحب سوزخوان خورد مرحوم

یہہ بہی سادات نوگانواں سے تھے اور بہت اچھے سوزخوان تھے ایک زمانہ تک اپنے بڑے بھائی سید مائل حسین صاحب کے ساتہہ بازوئیں سوزخوانی کرتے تھے جب اونکا انتقال ہوگیا تو علیحدہ پڑہنے لگے۔ انکی زندگی کا دارومدار سوزخوانی پر ہی تھا۔ اکثر اہل ہند حضرات انکو زیادہ پڑہاتے تھے انکا عین جوانی کے عالم میں انتقال ہوگیا وقت انتقال انکا سن غالباً (۳۵) سال کا ہوگا انکو ایک فرزند اور اہلیہ بہی موجود ہے معہ زنانہ ایکبار کربلائے معلے جاکر آئے تھے بڑے خوش

اخلاق اور پابند نماز و روزہ تھے اب انکے ایک بھائی سید صفدر حسین صاحب سوزخوان موجود ہیں وہ بھی سوزخوانی کرتے ہیں اور محکمہ بلدیہ میں ملازم سرکار ہیں اور بہت خوش اخلاق اور اچھے آدمی ہیں۔

آپکا اصلی نام مرزا حید ربیگ المعروف عباس علیخاں تہا اور یہہ بین کار مشہور تھے اور اپنے فن کے بڑے صاحب کمال تھے۔ سال میں چار پانچ مجالس سے زیادہ پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوتا تہا۔ وہ بھی احباب کے مجبور کرنے پر۔ اپنے گھر میں بہی بہت کم ذاکری کرتے تھے بعض امرائے عظام کے اشتیاق پر خصوصاً نواب بہرام الدولہ مرحوم کے بڑے مجالس شادی خانہ واقع منڈی میر عالم میں ایک دو مجالس ضرور پڑہتے تھے۔ انکے یہہ مجالس بہت کامیاب ہوتے تھے اور مال کار بہی خوب حاصل ہوتا تہا۔ لوگ بہت اشتیاق سے سنتے تھے انکے شاگردوں میں سید محمد عباس صاحب بہت مشہور ہیں۔

یہ خصوصاً اپنے فن کاری میں اعلی درجہ کے مشاق تھے اس فن میں انکا مثل و نظیر نہیں تہا (۶۶) سال کی عمر میں بتاریخ ۱۸ فروردی ۱۳۴۵ف انتقال کئے انکی تجہیز و تکفین بہت اچھے طریقہ پر کیگئی دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن ہوئے۔ انکو علاوہ صرف خاص مبارک سے (۱۰۰) روپیہ تنخواہ ماہانہ مقرر تھی انکے بعد یہہ ماہوار انکے دو فرزندوں کے نام اجرا ہوئی اور تا حال جاری ہے انکے والد کا نام وارث علیخاں صاحب تھا وہ بہی بین کاری و سوزخوانی کرتے تھے اور انکا وطن بنارس تہا اور اپنے فن موسیقی میں شہرۂ آفاق مشہور تھے۔ انکا اصلی نام مرزا ذاکر بیگ تہا آپکے بھی اخلاق و عادات بہت اچھے تھے۔

انکے بڑے فرزند مرزا اکبر علی بیگ عرف منو میاں صاحب ہیں - یہہ بھی مثل اپنے والد کے اپنے کام میں بڑے صاحب کمال اور بے مثل ہیں - انہوں نے اپنے فن کی مہارت تامہ وراثتہ اپنے آبا و اجداد ہی سے پائی ہے - ان کے شاگرد بہت ہیں عادات و اخلاق انکے بھی بہت اچھے ہیں اور ہر دل عزیز ہیں انکا دائرہ احباب بہت وسیع ہے - انکے چھوٹے بھائی جن کا نام مرزا اصغر علی بیگ صاحب ہے انہی کے زیر تعلیم و زیر پرورش ہیں -

بہر حال منو میاں صاحب بھی سوز خوانی کرتے ہیں بہت اچھے سوز خواں ہیں مگر انکو بہت کم مجالس پڑہنے کا اتفاق ہوتا ہے لیکن ہر مجلس انکی کامیاب رہتی ہے -

پہترو خاں صاحب مرثیہ خواں مرحوم

انکا اصل نام شیر علی خاں صاحب عرف پہترو خاں تہا مگر عرفاً مشہور تھے اور جمال خاں صاحب مرثیہ خواں مرحوم کے بڑے فرزند تھے یہہ بہت اچھے مرثیہ خوان تھے اور اپنے زمانے کے مرثیہ خوانان میں بہت قابل قدر اور مشہور تھے - مرزا علیخانصاحب سوز خوان سے اور اپنے چچا تراب خانصاحب سے باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی - جب انکے والد کا انتقال انکی کمسنی میں ہو گیا تو انکے چچا تراب خانصاحب نے انکو اور انکے چھوٹے بھائی غلام نقی خانصاحب کو انکے والدہ کے پاس سے لاکر اپنے پاس رکھا اور مثل اپنی اولاد کے پرورش اور تعلیم و تربیت کرتے رہے - یہہ دونو بھائی ملکر اپنے بچپن میں بہت اچھی ذاکری کرتے تھے لوگ خواہش سے بلاتے اور توجہہ سے سنتے تھے اسطرح یہ کہ خود تراب خانصاحب بازو بیٹھ کر پڑہاتے تھے -

بہر حال انکی جماعت بچوں کی جماعت کے نام سے مشہور ہو گئی تہی اور جا بجا انکی ذاکری کے تذکرے ہوتے تھے تراب خاں صاحب کے بعد بھی یہہ سلسلہ کچھ دن تک باقی رہا من بعد بلحاظ حالات بہت کچھ تبدیلی

ہوگئی ایک سال حضرت غفران مکان رحمۃ اللہ علیہ نے قنا ئیل وکل کوہ شریف کے موقعہ پر انکی ذاکری بہت توجہہ سے سماعت فرمائی اور بہت تعریف فرمائی اسکا مفصل حال ولی صاحب مرثیہ خوان کے حالات میں تحریر ہے جب تراب خانصاحب کا انتقال ہوا تو یہہ دونو بھائی آوارہ صحبتوں میں رہکر بہت خراب و خستہ رہے جو کچھ نذر ذاکری حاصل ہوتی تھی وہ سب برابر ہوجاتی تھی۔

تراب خانصاحب کی بڑی لڑکی کی نسبت پتہر و خانصاحب سے مقرر تھی مگر تراب خاں صاحب کی والدہ نے بوجہہ آوارہ گی دینے سے انکار کیا مومن علی صاحب مرثیہ خواں اور دیگر مرثیہ خوانان و عزیز و اقارب کے اصرار پر مجبوراً شادی ہوگئی تمام عمر لڑائیاں جھگڑے ہوتے رہے جناب ناجی صاحب و جناب مولوی سید حسن صاحب قبلہ تصفیہ کرتے آرہے ۔ آخرکار اونکی بی بی مرض دق میں مبتلا ہوئیں اور ۲۰ رجب ۱۳۳۶ھ کو انتقال کیا اونکے بھائی یاور خانصاحب نے علاوہ بیماری کے تجہیز و تکفین سوم و دہم و چہلم وغیرہ بھی کیا ۔ مرحومہ کو متعدد اولاد ہوئی مگر صرف ایک لڑکا حفاظت علیخان باقی رہا ۔ یہہ لڑکا بھی اپنے باپ کے ساتھہ رہکر آوارہ ہوگیا تو یاور خانصاحب نے اپنے مصارف سے آصفیہ بورڈنگ ملک پیٹھ میں شریک کروایا قریب تین سال تک ماہانہ اخراجات خوراک وغیرہ دیتے رہے وہاں بھی حالات اوسکے ناگفتہ ہونے لگے تو نواب سید حیدر علیخاں صاحب ناظر ہائی کورٹ کے ذریعہ سے لکھنو کے یتیم خانہ کو روانہ کیا وہاں بھی اخراجات ماہانہ روانہ کرتے رہے ۔ جب چھہ سال وہاں رہکر تعلیم حاصل کرکے اور چمڑے کا کام سیکھ کر آیا اور اپنے ہمراہ کامیابی کی سند بھی لایا تو نواب سید محمد علیخاں صاحب نے ایکروز نواب سالار جنگ بہادر دام اقبالہ کے پاس لیجاکر پیش کیا کہ یہہ یتیم خانہ کا تعلیم یافتہ ہے اور یہہ کام اسکے ہاتھ کا ہے سرکار ملاحظہ فرمائیں نواب صاحب نے بہت تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ کام اچھا ہے مگر صفائی نہیں ہے ولایتی کام کے مماثل ہونا چاہیئے اس لڑکے کو کچھہ دن کے لئے کلکتہ بھیجدو تو اچھا ہے ۔ تو نواب محمد علیخاں صاحب نے عرض کیا کہ سرکار یہہ بیچارہ غریب آدمی ہے کہاں سے جائیگا ۔ سرکار کی سرپرستی کی ضرورت ہے نواب صاحب نے وعدہ فرمایا کہ اچھا میں بھیجدیتا ہوں چنانچہ نواب صاحب نے ایک رقم کثیر بھی عنایت فرمائی سب کھاپی کر برابر کردیا۔

پتہر و خانصاحب نے شادی کی بی بی کے بعد دو نکاح اور کئے جس میں سے ایک کا انتقال ہوگیا۔

زندگی میں ہوگیا پھر ایک نکاح کیا یہہ بی بی [illegible] نام ہے۔

انکی گذر بسر کے لیئے بھی اب ہر طرح یاور خاں صاحب کفیل ہیں مرحوم کے مجالس پڑہکر جو کچھ ملتا ہے وہ سب یہ حوالے کرتے ہیں خواہ وہ سالانہ ہو یا ماہانہ بہرحال پتہرو خانصاحب نے تمام عمر پریشانی کی حالت میں بسر کی انکے فضل سے آمدنی ذاکری بہت اچھی تھی مگر شغل و مشاغل ایسے تھے کہ دنیا کا مال صرف کرتے تھے پھر پریشانی دامنگیر رہتی تھی ضعیفی کے زمانے تک انکی ذاکری اچھی چلتی رہی بہت مجالس سالانہ و ماہانہ پڑہتے تھے یہی نہیں حضرت غفرانمکاں نے ذاکری سماعت فرمائی تھی اور ضعیفی کے زمانے میں عاشورخانہ نواب کمال یار جنگ بہادر کے دوسرے عشرہ میں ہمارے اعلیحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے سماعت فرمائی۔

بہرحال مفلسی کے عالم میں ۱۹ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۶ھ کو [illegible] محلہ کے مکان میں جب انتقال ہوا تو انکی تجہیز و تکفین وغیرہ یاور خاں صاحب نے اپنے مصارف سے [illegible] اور دائرہ میر مومن صاحب قبلہ میں دفن کیا۔

خاندانی حالات واحد خانصاحب کے واقعات میں درج کئے گئے ہیں انکے دو فرزند ذاکر ہیں مگر کہیں پڑہتے نہیں آوارہ ہیں۔

پتہرو خانصاحب کا سن وقت انتقال غالباً (۶۰) سال کا ہوگا۔ ایک فرزند شادی کی بی بی سے ہے دوسرا منکوحہ بی بی سے دونوں کا ایک ہی حال ہے خداوند عالم نیک توفیق عنایت فرمائے

انکا اصل نام غلام نقی خاں صاحب تہا مگر یہہ زیادہ مشہور چھوٹو خاں صاحب کے نام سے تھے انکے والد کا نام جمال خانصاحب مرثیہ خوان تہا یہہ پتہرو خانصاحب کے چھوٹے بھائی تھے انکے والد کا کمسنی میں انتقال ہوجانے سے تراب خانصاحب مرثیہ خوان نے [illegible] اپنی اولاد کے پرورش اور تعلیم و

تربیت کی یہہ دونو بھائی ملکر خوب مرثیہ خوانی کرتے تھے انکی جماعت کا نام بچوں کی جماعت مشہور تھا۔ اور یہہ بڑے شد و مد سے ایک زمانے تک ذاکری کرتے رہے چنانچہ قناویل ذنگل کر و شریف میں جب یہہ ذاکری کرتے تھے تو (حضرت غفران مکاں رحمۃ اللہ علیہ) نے سنکر بہت تعریف فرمائی اسکا مفصل حال سید ولی صاحب مرثیہ خواں کے حالات میں ملاحظ فرمائیں۔ بہر حال انکی ذاکری بے مثل تھی مگر انکی عمر کا زیادہ حصہ اضلاع میں گذرا اس کا سبب یہہ ہے کہ انکے نانا سید جعفر حسین خانصاحب تحصیلدار تھے وہ اپنی بیٹی کو ہمیشہ اپنے ساتھہ ساتھہ رکھتے تھے تو یہہ بھی اپنی والدہ کے پاس زیادہ جایا آیا کرتے تھے اس وجہہ سے انکی مرثیہ خوانی زیادہ عروج حاصل نہیں کی۔ محرم کے مجالس کے بعد یہہ بہت کم مجالس پڑہا کرتے تھے۔

آواز بہت چھوٹی تھی اور گلا بہت خوبصورت تھا۔ جب جواں ہوے تو یہہ بھی آوارہ اور خراب صحبتوں میں رہکر اپنے بڑے بھائی سے زیادہ شغل و مشاغل میں مصروف رہے۔ اور طرح طرح کا بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ انکی شادی انکی والدہ نے اپنے حقیقی بھائی کی لڑکی کے ساتھہ کی جن سے ایک فرزند دوست علی خانصاحب پیدا ہوئے جن کے حالات آیندہ تحریر کئے جائیں گے۔

جب چھوٹو خاں صاحب کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے اپنی بی بی اور بچہ کا ہاتھہ یاور خاں صاحب کے ہاتھہ میں دیکر وصیت کی کہ آج سے یہہ تمھارے حوالے ہیں مجھ کو تھہرو خانصاحب سے کوئی امید نہیں ہے اسکی تعلیم و تربیت و پرورش کا خیال رہے۔

یاور خانصاحب نے حسب وصیت دوست علیخاں صاحب اور اونکی والدہ کی سرپرستی ان کی جوان ہونے تک بہت اچھے طرح کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھا اور چھوٹو خانصاحب کی تجہیز و تکفین کا اپنی ذاتی مصارف سے سامان کیا دائرہ حضرت روشن دل صاحب میں دفن کیا انکا انتقال ۳۰ محرم ۱۳۳۴ھ کو ہوا وقت انتقال انکا سن غالباً (۴۰) سال کا ہو گا۔

یہہ بہت خوش اخلاق تھے مگر انکی مزاج میں غصہ تھا۔ انکی مالی حالت اچھی نہیں تھی ہمیشہ پریشانی کی حالت میں زندگی بسر کی۔ تراب خانصاحب کے بعد مراد علیخاں صاحب سے بھی تعلیم ذاکری حاصل کی تھی خاندانی حالات واحد خانصاحب کے حالات میں درج ہیں۔

کاظم علی صاحب مرثیہ خواں مرحوم

یہہ بلدہ کے مشہور مرثیہ خواں تھے بہت صفائی کے ساتھ مرثیہ پڑہتے تھے اور نہایت خوش گلو بہی تھے اور معلومات بہی بہت وسیع تھے بوجہہ شوق اوائل جوانی میں یہہ غلام اصغر صاحب مرثیہ خواں کے شاگرد ہوئے گہر میں بہت محنت سے اچھی طرح مرثیہ پڑہتے تھے رفتہ رفتہ بہت زیادہ مشہور ہوگئے انکا مثل و نظیر نہیں تھا بلکہ اپنے زمانے کے منتخب ذاکر تھے۔

وسط سن میں سوز بہی اعلیٰ اعلیٰ متعدد اوستادوں سے حاصل کیا تھا کچہہ دن سید باقر حسین صاحب لکہنوی سوزخوان سے اور کچھہ دن حیدر مرزا صاحب سوزخوان دہلوی سے اسکے بعد بہت دن تک مراد علیخاں صاحب سوزخوان سے باقاعدہ تعلیم حاصل کی اور متعدد سوز و سلام وغیرہ یاد کئے ۔ بہرحال مرحوم بہت سلیس سلیس مرثیے پڑہتے تھے انکے زمانے میں انکے سوا کوئی ایسے سلیس مرثیے بہت کم پڑہتا تھا اور یہہ سلیس سلیس مرثیوں سے ہی اپنا کام خوب کر لیتے تھے۔

ایک سال ہمارے پادشاہ اعلیحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علیخان بہادر نے ۹ صفر سنہ ۴۳تا۴۴ ہجری کو اپنی لنگ کوٹھی مبارک میں مجلس مقرر فرمائی جس میں پانچ جماعت بذریعہ تراب علیصاحب سرگروہ مرثیہ خوانان بلائے گئے تراب علیصاحب کاظم علیصاحب و ابراہیم علیصاحب و غلام حسین صاحب و ابراہیم علیخانصاحب کو اپنے ہمراہ لے گئے سرکار نے ان مرثیہ خوانان کو صرف سلام پڑہنے کا حکم فرمایا اور دولہا صاحب یعنے عروج مرحوم کو مرثیہ پڑہنے کا حکم فرمایا بہرحال مرحوم نے لنگ کوٹھی مبارک اور اربعین کی مجلس میں قبلہ و کعبہ کے دولت خانہ میں اکثر مجالس اعلیحضرت کے سامنے پڑہنے کا شرف حاصل کیا تہا اسیطرح قبل ازیں کوہ شریف پر (حضرت غفران مکان رحمۃ اللہ علیہ) نے بہی انکی ذاکری سنکر بہت تعریف فرمائی تہی جسکا مفصل حال ولی صاحب مرثیہ خوان کے حالات میں تحریر ہے ۔ مرحوم پہلے اپنی سالانہ مجلس ۱۹ ذیحجہ کو شاید الاوہ ملا رضی میں کرتے تھے جب ولی صاحب کا

انتقال ہوگیا تو دلشیر علی صاحب سے اجازت لیکر وہ مجلس ۲۷ ذیحجہ کو درگاہ قدم رسول میں کرنے لگے پہلے اپنے فرزند وزیر علیصاحب کو پڑہاتے تھے پہر خود پڑہتے تھے مرحوم کی ذاکری سننے کے لئے اکثر لوگ اشتیاق سے آتے تھے۔

مرحوم انتخاب مراثی میں بھی مشہور تھے۔ یہہ مرثیہ چننے میں بھی زیادہ حصہ لیتے تھے اور بہت محنت و جانفشانی سے مرثیہ انتخاب کرتے تھے۔ بعض مرثیوں میں مصرعہ اور بند کے بند تصنیف کر کے شریک کرتے تھے۔ مگر اکثر دیکھا گیا کہ مرزا دبیر صاحب مرحوم کے مرثیوں میں میر انیس صاحب مرحوم کے مرثیہ کے بند شریک کر دئے یا تعشق صاحب مرحوم کے مرثیوں میں مرزا دبیر صاحب مرحوم کے مرثیہ کا جوڑ دیا بہرحال اسطرح پہلے پہلے بہت سے مراثی نکلے جب اسپر لوگوں نے اعتراض کیا تو یہہ طریقہ بھی ترک کر دیا مگر سابق کے کچھہ مرثیہ اسیطرح باقی رہے۔ حالیہ مرثیہ اس عیب سے پاک وصاف ہیں۔

مرحوم کو مرثیوں کا بھی شوق تہا اکثر مقام سے اور زر کثیر صرف کر کے مراثی کا ذخیرہ حاصل کیا تھا اور لکھنؤ سے بھی بہت سی جلدیں خریدی تھیں اور ہمیشہ مرثیہ مہیا کرتے تھے اور اکثر مرثیوں میں بند کے بند اپنے مطلب کے موافق بے عیب ایسے کہہ کہہ کے شریک کرتے تھے کہ جس کو کوئی مطلق تمیز نہیں کرسکتا تہا بہرحال مرحوم کو مرثیہ چننے میں اچھی مہارت تھی۔

مرحوم کے متعدد شاگرد تھے منجملہ ان کے سعادت علیصاحب مرثیہ خوان و فدا حسین صاحب مرحوم و میر مومن علیصاحب وحمایت علی صاحب و اکبر علی صاحب مرحوم مشہور ہیں انکے حالات آیندہ اپنے اپنے مقام پر تفصیل سے ذکر کئے جائیں گے۔

مرحوم بہت غیور آدمی تھے اپنی عزیز زندگی بہت عزت سے بسر کی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نواب خانخانان بہادر کی دیوڑھی میں ہر پنجشنبہ کو مجلس ہوا کرتی تھی اور بساط جماعت ذاکری کرتے تھے اتفاق سے اوس پنجشنبہ کو پہرہ پر کوئی نیا جوان تہا اوس نے روک دیا کہ بغیر بگلوس یا کمر باندھے نہیں جاسکتے بہت سمجھایا وہ نہ مانا آخر کار مجبوراً واپس چلے گئے جب یہہ خبر نواب صاحب کو پہونچی تو بہت خفا ہوئے اور فوراً آدمی کو بہیجا کہ جوان سے غلطی ہوی معاف کرو میں تمہارا منتظر ہوں جلد آؤ۔ خداوند عالم نواب صاحب مرحوم کے درجات عالی فرمائے بڑی ذاکر نوازی فرمائی۔

مرحوم کے اخلاق بہت وسیع تھے یہہ ہر دل عزیز آدمی مشہور تھے کبھی کسی کو سخت وسست نہیں کہا ان سے تمام بازوداران و مرثیہ خوانان بھی بہت خوش رہے اور سب ان سے ایک خاص محبت رکھتے تھے بہت حق گو اور انصاف پسند تھے مگر آخر زمانے میں کچھ حضرات مرثیہ خوانان نے اِن کے خیالات کو پراگندہ کر دیا تھا وہ خود اسکے متقر تھے بہرحال اپنی زندگی بہت اچھی طرح بسر کی مرحوم اپنے آخر زمانے میں بوجہہ پیرانہ سالی بہت کم مجالس پڑھنے کے لئے جاتے تھے انکے جملہ مجالس انکے فرزند وزیر علیصاحب پڑھتے رہے اِسکے بعد پھر علالت کا سلسلہ شروع ہوا بہت دن علیل رہے آخر اسی علالت میں ۲ صفر ۱۳۵۲ھ ایکو اپنے مکان واقع اندرون دریچہ پاتا عقب مسجد اثنا عشری میں انتقال کئے غالباً وقت انتقال انکا سن (۸۰) سال کا ہوگا۔ وزیر علیصاحب نے بہت اچھے طریقہ سے انتظام دفن و کفن کیا اور اپنے قبرستان یعنے ہڑواڑ روبروئے دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں دفن کیا میّت کیساتھہ تمام مرثیہ خوانان و بازوداران اور عزیز و اقارب و مؤمنین و ہم محلہ شریک تھے مجلس سوم و دہم مسجد اثنا عشری میں ہوئی اور مجلس چہلم کی پحت وغیرہ کا انتظام بہت تکلف سے اپنے گھر میں کیا گیا بہت سے لوگ مدعو ہوئے۔

مرحوم کی مالی حالت بہت اچھی تھی علاوہ آمدنی ذاکری کے سرکاری منصب بھی جاری تہا گھر کے بھرے پورے تھے۔

مرحوم کے پسماندہ گانمیں انکی ایک بی بی تہیں اونکا بھی انتقال دو تین سال کے بعد ہوگیا انکی تجہیز و تکفین وغیرہ بھی وزیر علیصاحب نے بہت اچھے طریقہ پر کی اور ایک دختر زوجہ محمد رضا صاحب منتظم دفتر نواب کمال یار جنگ بہادر کثیر الاولاد موجود ہے اور ایک لڑکی ناکتخدا کا مرحوم کے سامنے ہی انتقال ہوگیا۔ باقی حالات وزیر علیصاحب کے آیندہ اپنے مقام پر تفصیل کیساتھہ تحریر کئے جائیں گے کاظم علیصاحب کے والد کا نام غلام بخش صاحب تہا یہہ بڑے عالی خاندان تھے انکے جد اعلیٰ کا نام نامی نجم الملک سیف الدولہ تہا اِن کے مفصل حالات ہمدست نہیں ہوئے۔ کاظم علیصاحب کے پاس عاشورخانہ بھی محرم میں استادہ ہوتا تھا اور مجالس دو دہمیں ہوتے تھے اور مؤمنین کثرت سے تشریف لاتے تھے۔

ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان

یہہ بلدۂ حیدرآباد کے مشہور مرثیہ خواں ہیں اور محمد خیر اللہ صاحب مرثیہ خواں کے فرزند ہیں جب محمد
خیر اللہ صاحب نے ابراہیم علیصاحب اور انکی والدہ صاحبہ کو اپنے مکان سے علیحدہ کر دیا۔
اوسوقت ابراہیم علیصاحب بالکل نوجوان اور زیر تعلیم تھے اور ایک پائی کی آمدنی نہیں تھی مگر ابراہیم
علیصاحب نے بہت ہوشیاری اور عقلمندی اور حکمت عملی سے اپنا گھر سنبھالا اور اپنے قوت بازو
سے بہت کچھ پیدا کیا۔ گھر سے نکلنے کے بعد مدار صاحب مرثیہ خواں کی لڑکی سے شادی بھی کی اور جناب
مولانا مولوی علی نقی صاحب قبلہ وکعبہ اعلی اللہ مقامہٗ نے انکی سرپرستی میں زیادہ حصہ لیا اوائل زمانے
میں انہی کی بدولت انکی مرثیہ خوانی بہت زیادہ باا ثر ثابت ہوئی۔ بعد میں اعلیٰ درجہ کے مرثیہ خواں
مشہور ہو گئے۔ انکی ذاکری میں جناب قبلہ وکعبہ کچھ ایسے سامان یکا اختیار فرماتے تھے کہ خود بخود مجلس اچھی
طرح ہو جاتی تھی منجملہ اوسکے کبھی فرماتے تھے کہ وہ مرثیہ پڑھو اور وہ مرثیہ پڑھو اور اکثر ارشاد فرماتے کہ (جب
محفل یزید میں داخل حرم ہوئے) پڑھو کبھی حکم فرماتے تھے کہ (محشر کی صبح آج نمایاں ہے شام میں) یہہ پڑھو اور بخوبی
لوگوں کو متوجہ فرماتے تھے۔ اب کیا تھا ایک دو دنیں مال مجلس حسب دلخواہ حاصل ہوتا تھا۔

ابراہیم علیصاحب نے اپنے والد سے مرثیہ خوانی حاصل کی اور سوزخوانی متعدد اوستادوں سے
حاصل کئے منجملہ ان کے سید باقر حسین صاحب مرحوم لکھنوی اور حیدر مرزا صاحب مرحوم دہلوی قابل ذکر ہیں۔ مگر وسط
جوانی میں انکے گھر میں شام کے آٹھ نو بجے سے اکثر لوگ جمع ہوتے تھے اور سوزخوانی کے چرچے رہا کرتے تھے کبھی
سید باقر حسین صاحب سوزخوان نے ایک سوز پڑھا اوسکے جواب میں گھڑو خاں صاحب سوزخوان نے دو
سوز پڑھا کبھی خود ابراہیم علیصاحب نے ایک سوز پڑھا اوسکے جواب میں کبھی اور کسی نے ایک سوز پڑھا کبھی ایسا بھی
اتفاق ہوتا تھا کہ کوئی باہر سے ذاکر آگیا تو اوسکی دعوت کے سلسلہ میں یا کبھی شاگردوں کی تعلیم کے سلسلہ میں سوز
خوانی ہوتی تھی اسطرح روزانہ گیارہ بارہ بجے رات تک یہی چرچے رہتے تھے۔ اکثر دوست احباب

بہی سننے کے لئے جمع ہوجاتے تھے ہر صاحب کمال اپنے اپنے فن کو طرح طرح کمال سے آراستہ پیراستہ کرکے پیش کرتا تھا جب بعض حضرات متفرق ہو گئے اور بعض حضرات دنیا سے رحلت فرماکے آغوش لحد میں آرام کئے تو یہہ سب چرچے بالکل جاتے رہے اب اس قسم کی محفلیں شاذ و نادر بہی نہیں ہوتیں ۔

ابراہیم علیصاحب نے اکثر مقامات سے بہت کچھ مرثیوں کا ذخیرہ حاصل کیا اور اپنی جوانی کے زمانے میں انتخاب مراثی و شاعری میں ہمیشہ سید اکبر حسین صاحب مرحوم کو کب سے بہت مدد لیتے تھے اور خود بھی بہت اچھے شاعر ہیں متعدد سلام اور مرثیوں کے لئے بند کے بند حسب ضرورت و خواہش کہہ کہہ کے شریک مرثیہ کئے ہیں بہر حال ان کے منتخب کئے ہوئے مراثی بہت لاجواب اور مبکی ثابت ہوئے ہیں یہہ مرثیہ بہت محنت اور جانفشانی سے انتخاب کرتے ہیں انکے منتخب شدہ مراثی کا بہت کچھہ ذخیرہ اسوقت موجود ہے ۔ انکے شاگرد بہت ہیں اونکے نام و حالات اپنے اپنے مقام پر آیندہ تفصیل کیساتہہ تحریر کئے جائیں گے ۔

انکی سالانہ مجلس ۲۳ ذیحجہ کو درگاہ حضرت عباس علیہ السّلام میں ہوتی ہے یہہ اپنی مجلس پہلے الاوہ بی بی میں کسی تاریخ کرتے تھے بعد اپنے والد سے ۲۳ ذیحجہ کی تاریخ حاصل کرکے اوکی مجلس خود کرنے لگے اور ابتدا میں اس مجلس کا بہت بڑا اہتمام کیا جاتا تہا مجلس کے دن پخت ہوتی تہی تمام مرثیہ خوانان و بازو داران و مومنین مدعو ہوتے تھے چند سال یہہ طریقہ رہا اب صرف مجلس سالانہ معمولی طریقہ پر ہوتی ہے اور نیا مرثیہ پڑہا جاتا ہے کثرت سے مومنین تشریف لاتے ہیں ۔

اکثر امرائے نامدار میں خادماؤں کی تعلیم مرثیہ خوانی کیواسطے آپکا تقرر ہوا منجملہ اونکے نواب تہور جنگ مرحوم و نواب عسکر جنگ مرحوم و نواب شوکت جنگ بہادر اور حضرت زینب بیگم صاحبہ مرحومہ والدہ نواب سالار جنگ بہادر کے پاس تو علاوہ تعلیم کے جملہ کاروبار خرید و فروخت وغیرہ وغیرہ مثل معتمد خانگی نہایت ہوشیاری و سنجیدگی سے انجام دیتے تھے اور بیگم صاحبہ کا انپر بہت کچھہ اعتماد و بہروسہ تہا چنانچہ ذنگل سلامتی نواب سالار جنگ بہادر بہی ابراہیم علی خان صاحب مرحوم کی زندگی میں ہی اونسے لیکر انکے سپرد کردیا گیا اور اب وہ ذنگل بہی یہی انجام دیتے ہیں ۔

ایکسال ہمارے اعلیحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر نے بہی ۹ صفر ۱۳۴۳ تا ۱۳۴۴ کو ایک مجلس کنگ کوٹہی مبارک میں منعقد فرمائی تہی اور نواب علیصاحب سرگروہ مرثیہ خوانان کے ذریعہ سے ہ جماعت مدعو تہے منجملا انکے یہہ بہی شریک تہے صرف سلام سوزخوانان کو اور مرثیہ دولہ صاحب عروج کو پڑہنے کا حکم ہوا تہا۔ دوسرے ہرسال مجلس اربعین میں جناب قبلہ وکعبہ اعلی اللہ المقامہ کے دولت خانہ میں بہی حضرت اقدس و اعلی کے سامنے ذاکری کرنے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

قبل ازیں دنگل کوہ شریف پر حضرت غفران مکاں رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بہی ذاکری کرنیکا شرف حاصل ہوا تہا جس کا حال جناب ولی صاحب مرثیہ خوان کے حالات میں تفصیل کیساتہہ ذکر کیا گیا ہے ابراہیم علیصاحب کے گہر میں کئی عاشورخانے استادہ ہوتے ہیں ایک عاشورخانہ خود کربلائے معلے سے لائے تہے وہ علم مبارک کی سواری ۱۰ صفر کو اوٹہتی ہے الاوہ بی بی تک جاتی ہے مومنین کثرت سے شریک سواری علم مبارک رہتے ہیں۔ اہل محلہ ہمیشہ آمادہ فساد ہوتے سے سرکاری طور پر پولیس کا باقاعدہ انتظام رہتا ہے مگر بہت امن و اماں کیساتہہ سواری علم مبارک ہرسال واپس آتی ہے۔ اسکے علاوہ اور بہی عاشورخانے استادہ ہوتے ہیں اور اکثر مجالس ہوتی ہیں۔ اور ایک عاشورخانہ کیلئے سالانہ علاقہ صرف خاص مبارک سے بہی معمول مقرر ہے۔

ابراہیم علی صاحب کربلائے معلی و خراسان کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں اور ہندوستان میں بہی اکثر مقامات کی سیر و تفریح کی ہے اور لکہنو میں بہی چپ تعزیہ سے مشرف ہوئے اور زیدپور میں بہی ایکسال جب کاغذ کی ضریح مبارک سے قدرتاً پانی جاری تہا اور ہزاروں آدمی زیارت کے لئے آرہے تہے یہہ بہی مشرف ہوئے اور مدراس بہی گئے تہے وہاں کے مومنین نے انکی بڑی خاطر و مدارات کی۔

ابراہیم علیصاحب کی علمی لیاقت بہت اچہی ہے اور ہر امور کو بہت سوچ سمجہہ کے نہایت ہوشیاری سے انجام دیتے ہیں۔ تحریر و تقریر بہی اعلی درجہ کی ہے اور لسانی کو کچہہ نہ پوچہو بہت عمدہ فوراً ہر بات کا جواب برمحل ملتا ہے۔

ابراہیم علی صاحب کی شادی ہونے کے قریب ۱۲ سال کے بعد ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام

فیاض علیصاحب تہا بڑی خوشیاں کی گئیں۔ اوسکی جوانی تک تعلیم و تربیت میں بہت کچھہ اخراجات برداشت کئے المختصر یہہ کہ وہ اول درجہ کے وکیل ہوئے اور اعتقاداً ذاکری بھی کرتے تھے پھر انکی شادی بھی بڑے دہوم دہام اور شد و مد سے دختر سلطان مرزا صاحب مرحوم نبیرۂ مرزا عباس شہید سوزخوان کیساتھہ کی گئی۔ پہلے انکی بی بی کا انتقال ہوا۔ اب اوس بی بی سے ایک لڑکی باقی ہے۔ فیاض علیصاحب بھی عین جوانی کے عالم میں بہت دن علیل رہے ہزار ہا روپیہ خرچ کیا گیا مگر کچہہ نہیں ہوا۔ آخر کار ۱۷ ذیحجہ ۱۳۰۶ھ کو انتقال ہوا دائرہ میر مومن صاحب قبلہ میں اونکے سسرال کے چبوترے پر دفن کئے گئے ان کے انتقال سے ابراہیم علیصاحب زندہ درگور ہو گئے مجالس وغیرہ میں بھی بہت کم جاتے ہیں۔

جہانگیر علیصاحب ان کے فرزند آغوشی اب تمام مجالس میں انکی جانب سے ذاکری کرتے ہیں اور کچہہ بازو دار و شاگرد بھی مجالس پڑہتے ہیں اور خود بھی بمشکل تمام ایک دو مجالس میں چلے جاتے ہیں وہ اس لئے کہ مرتے دم تک سلسلۂ ذاکری نہ چھوٹنے پائے کہ یہہ بخشش کا ذریعہ ہے۔ بہرحال چند آدمی ملکر جابجا مجالس مقررہ پڑہتے ہیں تب بھی کچہہ مجالس ناغہ ہو جاتے ہیں انکے مجالس بہت زیادہ ہیں

ابراہیم علی صاحب کی مالی حالت بہت اچھی ہے متعدد مکانات اور ملکیات اور زمینات اور مقطعہ جات ہیں جسکی آمدنی کرایہ و محاصل بہت معقول ہوتی ہے جس سے معتدبہ رقم سالانہ و ماہانہ وصول ہوتی ہے جس کو انہوں نے سوائے مرثیہ خوانی اپنی محنت سے بھی حاصل کیا ہے۔

ابراہیم علیصاحب کی اسوقت دو بی بیاں اور ایک پوتی موجود ہے پہلی بی بی مدار صاحب مرثیہ خواں کی صاحبزادی ہے۔ دوسری بی بی نواب نصیب الدولہ مرحوم کے خاندان کی بہت ذی رتبہ و ذی معاش اور اطاعت گذار و فرمانبردار ہے ابراہیم علیصاحب بھی بغیر اسکے نہیں رہتے دونوں میں بہت محبت و الفت ہے۔ پہلے انکی ایک منکوحہ بی بی کا انتقال ہو گیا اور والدہ صاحبہ کا بھی انتقال ہوا تو اونکی تجہیز و تکفین حسب حوصلہ کئے اور جب محمد خیر اللہ صاحب کا بھی انتقال ہوا تو اونکی بھی تجہیز و تکفین میں زیادہ حصہ لیا۔

ابراہیم علیصاحب کے اب زیر پرورش ایک جہانگیر علیصاحب فرزند آغوشی ہے اوسکو ماہانہ کچہہ تنخواہ دیتے ہیں یہہ بہت اطاعت گذار ہے تمام مجالس کا مدار انہی پر ہے۔ اور دو

پروردہ ہیں ایک کا نام محمد جمال صاحب ہے اور دوسرے کا نام ظہور علی ہے ان دونو کو علاقہ صرف خاص مبارک میں ملازم بھی رکھوا دیا ہے اور انکے خاندانی حالات ہمدست نہیں ہوئے البتہ ایک انکے حقیقی بھائی ہیں اونکا نام محمد جمال صاحب ہے اور اونکو متعدد اولاد ہے اونکا مکان بھی قریب کالی مسجد واقع ہے اور یہہ نظم جمعیت سرکار عالی میں ملازم ہیں باقی عزیز و اقارب کا حال ہمدست نہیں ہوا

درگاہ نعل مبارک میں محمد خیر اللہ بیگ صاحب مرحوم متولی نے بڑی محنت سے علی الصباح ۱۹ ماہ صفر کو ایک مجلس چہلم کی بنائی جس کو تقریباً (۲۰ یا ۲۲) سال ہوتے ہیں بعد مجلس چادر گل اور ارگجہ چڑہایا جاتا ہے اور قریب صبح وہ مجلس تمام ہوجاتی ہے ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان نے دیکھا کہ وقت ہے اوسی سلسلہ میں کئی سال سے درگاہ چہوٹے حضرت میں ایک مجلس چہلم کی بنائی۔ مگر میر دادر علی صاحب متولی درگاہ نے اوسکو اسقدر عروج دیا کہ اب وہ مجلس اونکے حصہ کی ہوگئی مثل روز عاشورہ مومنین کا مجمع ہوتا ہے شبیہہ نکالی جاتی ہے اور خوب سینہ زنی ہوتی ہے۔ پردہ کا بھی خاص طور پر انتظام ہونے کیوجہہ سے ہزارہا بی بیاں بھی آتی ہیں مردانی مجلس کے بعد زنانی بھی مجلس بڑے جوش و خروش سے ہوتی ہے بہرحال یہہ مجلس ابراہیم علی صاحب کے حصہ کی ہوگئی۔ آئندہ عجب نہیں کہ یہہ مجلس درگاہ کے مجالس کا ایک جزو ہوجائے۔

عہد ہمایوں

حضرت ظل اللہ سلطان العلوم نواب میر عثمان علیخان بہادر

آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

از سنہ ۱۳۲۹ ہجری

تا

طبع کتاب ہذا سنہ ۱۳۶۰ھ

فہرست

(۱) عہد ہمایوں (۱۵۳)

(۲) غلام حسین صاحب سرگروہ مرثیہ خوانان مرحوم (۱۵۵)

(۳) ابراہیم علیخانصاحب مرثیہ خواں مرحوم (۱۵۸)

(۴) سید ولایت علیصاحب مرثیہ خواں مرحوم (۱۶۰)

(۵) دوست علیخانصاحب مرثیہ خواں مرحوم (۱۶۱)

(۶) میر محمد علیصاحب مرثیہ خواں مرحوم (۱۶۲)

(۷) سعادت علیصاحب مرثیہ خواں مرحوم (۱۶۳)

(۸) حکیم میرداور علیصاحب مرحوم (۱۶۵)

(۹) وزیر علی صاحب مرحوم مرثیہ خواں (۱۶۹)

(۱۰) نثار حسین صاحب مرثیہ خواں (۱۷۰)

(۱۱) سید عابد حسین صاحب سوزخواں (۱۷۲)

(۱۲) سید مصطفےٰ حسین صاحب مرثیہ خواں (۱۷۳)

(۱۳) جہانگیر علی صاحب مرثیہ خواں (۱۷۵)

(۱۴) حسین علی صاحب مرثیہ خواں (۱۷۵)

(۱۵) یادر خاں صاحب سرگروہ مرثیہ خواں (۱۷۵)

(۱۶) سید سراج الحسن صاحب (۱۷۷)

(۱۷) سید وحید حسن صاحب (۱۸۲)

(۱۸) سید محمد حسین صاحب

(۱۹) سید عسکری حسین صاحب و سید محمد احسین صاحب

(۲۰) سید غلام سجاد صاحب و سید اصغر حسین صاحب

(۲۱) سید منصور حسین صاحب مرحوم

(۲۲) سید شفقت حسین صاحب و سید حسین صاحب

(۲۳) سید حمایت علی صاحب

(۲۴) میر مومن علی صاحب

(۲۵) صمصام علی صاحب و کاظم علیصاحب

(۲۶) حفاظت علیخانصاحب و محمد علیخانصاحب

(۲۷) حامد حسین صاحب و رضا حسین صاحب

(۲۸) محمد علی صاحب

(۲۹) افتخار حسین سلمہٗ

(۳۰) عباس علیخاں سلمہٗ و مؤلف کتاب ہذا

(۳۱) فہرست شوقین و شاگرد مرثیہ خواناں

(۳۲) فہرست یادداران مرحومین

(۳۳) فہرست یادداران موجودہ

(۳۴) فہرست مجالس سالانہ مرثیہ خواناں

(۳۵) فہرست ذاکر ہائے موجودہ (۱۸۹)

گروپ موجودہ مرثیہ خوانان حیدرآباد

صف اول (دائیں طرف سے) میر صادق علی فرزند میر حمایت علی صاحب ۔ سید عزیز حیدر شاگرد سید عابد حسین صاحب
مولوی یاور خاں صاحب سرگروہ ۔ مولوی ابراہیم علی صاحب ۔ سید مصطفی حسین صاحب ۔ سید ضیاء الحسن
فرزند سید سراج الحسن صاحب ۔ کاظم علی فرزند سعادت علی صاحب ۔

صف دوم نشستہ (دائیں طرف سے) میر حمایت علی صاحب ۔ حسن علی صاحب ۔ سید غلام سجاد شاگرد سید عابد حسین صاحب ۔ محمد علی
شاگرد سید عابد حسین صاحب ۔ سید فدا حسین فرزند سید عابد حسین صاحب ۔ صمصام علی فرزند سعادت علی صاحب
سید محمد حسین ۔ سید منور حسین صاحب مرحوم ۔ عباس علی خاں فرزند مولوی یاور خاں صاحب سرگروہ ۔ سید
اصغر حسین شاگرد سید عابد حسین صاحب ۔

صف آخر (دائیں طرف سے) ظہور علی شاگرد مولوی ابراہیم علی صاحب ۔ قمر علی شاگرد حمایت علی صاحب ۔ سید عسکری حسین
فرزند سید عابد حسین صاحب ۔ سید عابد حسین صاحب ۔ سید سراج الحسن صاحب ۔ افتخار حسین فرزند نثار حسین
صاحب ۔ میر مومن علی شاگرد کاظم علی صاحب ۔ محمد علی خاں مولف کتاب ۔ نثار حسین صاحب ۔ سید وحید حسین
وزیر علی صاحب ۔ سعادت علی صاحب مرحوم ۔ محمد علی شاگرد ابراہیم علی صاحب ۔ سید شفقت حسین فرزند سید
مصطفی حسین صاحب ۔
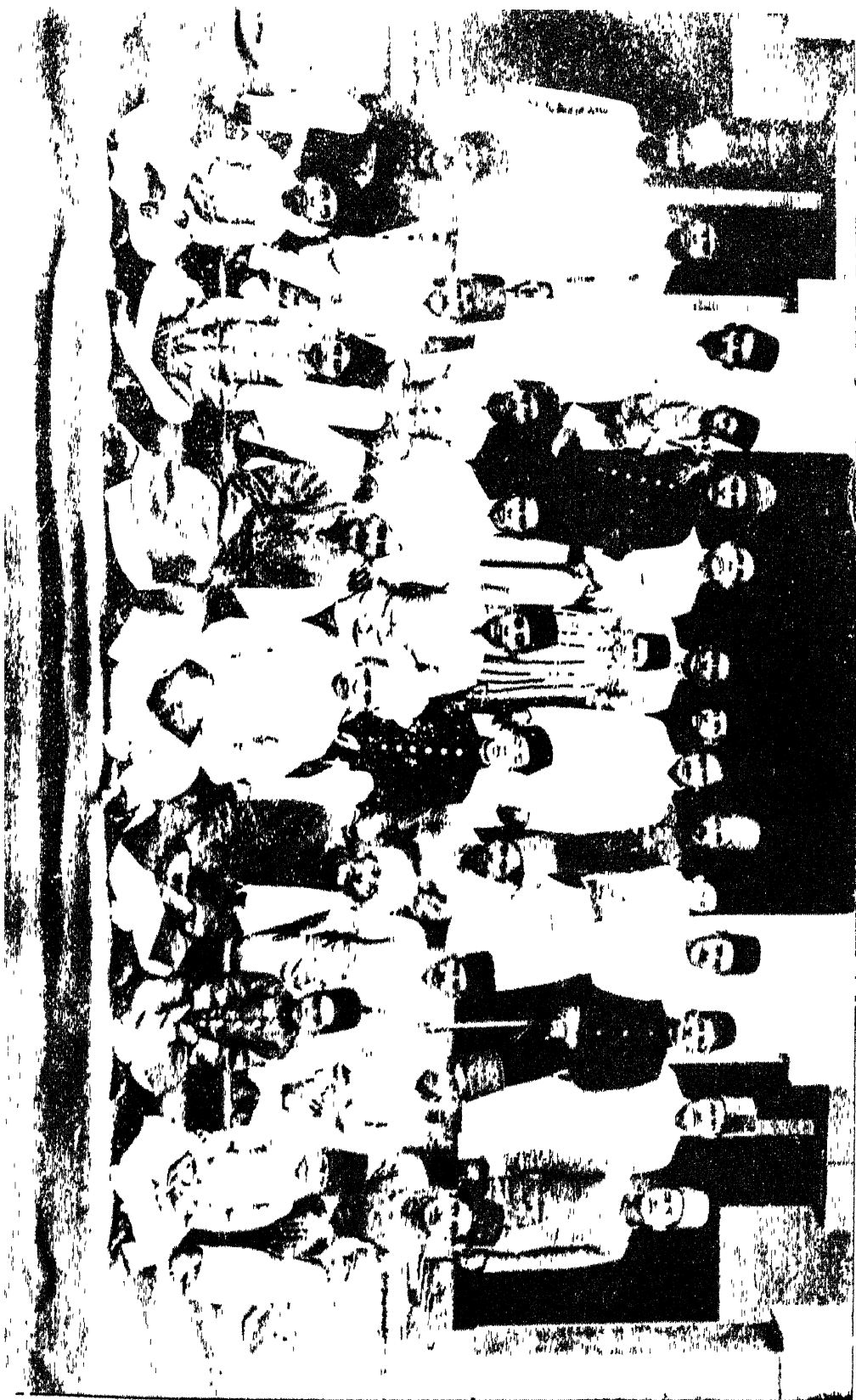
عہد ہمایون سلطان العلوم حضرت ظل اللہ نواب میر عثمان علیخان بہادر

آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

اس عہد ہمایونی میں عزاداری کا سلسلہ حسب عملدرآمد قدیم قائم و باقی ہے بلکہ سلطنت کی جانب سے دن بدن ترقی پذیر ہے۔ ہمارے اعلیٰحضرت نے تخت نشینی کے پہلے ہی سال عشرۂ محرم میں رنگ سوانگ اور کھیل تماشوں وغیرہ کی ممانعت فرمادی اور شہر کے بڑے بڑے کہنہ عاشور خانوں کی درستگی کیلئے حکم صادر فرمایا سب سے پہلے قدم رسولؐ مبارک کا عاشور خانہ نہایت شاندار بنا اور کوہ شریف کی سیڑھیاں تیار ہوئیں۔ پھر الاوہ پنجہ شاہ ولایت کی تعمیر ہوئی۔ اس کے بعد حسینی علم کی نعل صاحب، الاوہ بی بی، الاوہ مشیر آباد، الاوہ سنگیسر الاوہ عنبر پیٹھ، الاوہ تاڑبن، الاوہ سرطوق مبارک، غرض جتنے بڑے بڑے مشہور عاشور خانے تھے حسب الحکم بندگان عالی سلطنت کی جانب سے بنائے گئے اور نواب سالار جنگ بہادر نے درگاہ حضرت عباس علیہ السلام اور نعل مبارک اپنے اسٹیٹ سے بنوائے۔ اس وقت تمام شہر کے جس قدر بڑے عاشور خانے ہیں وہ سب نو تعمیر شدہ ہیں۔

ہمارے ظل اللہ ماہ محرم کی ساتویں تاریخ نسل اپنے بزرگوں کے تمام شہر کے بڑے بڑے عاشور خانوں میں زیارت کیلئے تشریف فرما ہوکر نذر و نیاز گزرانتے ہیں۔

ماہ محرم و صفر میں سرکار کے سلام و رباعیات اکثر اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں جن کے مضامین سے لوگ فائدہ حاصل کرتے اور یاد کرکے اپنے اپنے عزاخانوں میں پڑھتے ہیں۔

ماہ محرم سے ربیع الاول تک اکثر امرائے سلطنت میں سے جو کوئی بھی معروضہ پیش کرتا اوس کی مجلس میں حضرت بندگان عالی ضرور تشریف لیجاتے ہیں جن میں قابل ذکر مجلس اربعین جناب مولوی زین العابدین صاحب قبلہ و مجلس اربعین جناب مولوی سید ابوالحسن صاحب قبلہ عرف میرن صاحب اور نواب تراب یار جنگ بہادر کے مجالس میں جنمیں پہلے ممبر پر مولوی سید محمد صاحب دہلوی حدیث خوانی کرتے ہیں۔ ان کی حدیث خوانی کو

بہت دلچسپی سے حضرت ظل اللہ سماعت فرماتے ہیں۔ اس کے بعد منجھو صاحب سوز خوان لکھنوی اعلیحضرت سلطان العلوم کا سلام پڑھتے ہیں۔

شب عاشور علم نعل مبارک کی زیارت کیلئے سواری حضرت اقدس و اعلیٰ حیدری دروازہ پر رونق افروز ہوتی ہے۔ نذر و نیازات و زیارت کے بعد مراجعت فرماتے ہیں۔ روز عاشورہ صبح میں علم حضرت عباس علیہ السلام کی زیارت کیلئے دیوڑھی نواب سالار جنگ بہادر میں سواری رونق افروز ہوتی ہے بعد ختم مجلس و سینہ زنی مراجعت فرماتے ہیں۔

دوپہر میں دیوڑھی نواب فیروز یار جنگ مرحوم میں شریک مجلس وعظ مولوی سید بادشاہ حسینی صاحب صدر مجلس علماء حیدرآباد دکن ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب شہادت امام حسین علیہ السلام کے واقعات بہت تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔

اوسی دن سہ پہر میں زیارت علم جناب سیدہ علیہا السلام کیلئے سواری حویلی قدیم میں رونق افروز ہوتی ہے اور وہاں نواب مکرم جاہ بہادر کی سلامتی کی مجلس ہوتی ہے جس میں خود بدولت و ولی عہد بہادر و اراکین سلطنت و امرائے نامدار اور عام طور پر عزا داران امام حسین علیہ السلام شریک ہوتے ہیں۔ پہلے مولوی زین العابدین صاحب قبلہ حدیث پڑھتے ہیں پھر سینہ زنی ہوتی ہے۔ بعد ختم مجلس و سینہ زنی مالک سلطنت و خانوادۂ آصفی و نواب مکرم جاہ بہادر کی صحت و سلامتی و اہل ملک کیلئے دعا کی جاتی ہے۔

اس عہد ہمایونی میں پہلے مہاراجہ کشن پرشاد بہادر، ان کے بعد نواب سالار جنگ بہادر مدار المہام اور نواب فریدون جنگ بہادر، نواب سر علی امام بہادر، نواب ولی الدولہ بہادر۔ مہاراجہ کشن پرشاد بہادر اور نواب حیدر نواز جنگ بہادر یکے بعد دیگرے خدمت صدر اعظمی پر فائز ہوئے۔ ان تمام وزراے سلطنت نے اپنے زمانہ میں کوئی امر خلاف عزاداری نہیں ہونے دیا۔

اسی سال ہمارے اعلیحضرت سلطان العلوم نے اپنی والدۂ ماجدہ یعنے حضرت علیا مادر دکن کی یادگار میں ایک عاشور خانہ (عزاخانہ زہرا) کے نام سے تعمیر کرنے کا حکم فرمایا ہے جو عنقریب تعمیر ہونے والا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک عجیب و غریب یادگار تعمیر ہونے والی ہے جس میں ہمیشہ مجالس عزائے امام حسین علیہ السلام ہوتی رہیں گی اور ذاکرین و مرثیہ خوانان بعد ختم مجالس اس کا ثواب حضرت علیا مادر دکن کی روح

مقدس کو ایصال کرتے رہیں گے ۔ خداوند عالم مرحومہ کے درجات عالی فرمائے اور سعیدہ کو بی بی حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے ساتھ محشور فرمائے ۔ اور ہمارے ظل اللہ کے سایہ کو ہمارے سر پر صدوسی سال برابر رکھے آمین ثم آمین ۔

اس عہد ہمایونی میں جو مرثیہ خوانان مرثیہ خوانی کرتے ہیں ان کے حالات مختصر تفصیل جو ہم دست ہو سکے تحریر کئے گئے ہیں ۔

غلام حسین صاحب سرگروہ مرثیہ خوان مرحوم

یہ مومن علی صاحب مرثیہ خوان ساکن کاروان کے فرزند تھے بہت اچھا پڑھتے تھے اپنے باپ اور میر اولاد علی صاحب سے فن ذاکری حاصل کیا تھا ۔ باپ کی زندگی تک علیحدہ بہت کم مجالس پڑھتے تھے اور ہمیشہ باپ کے بازو میں ساتھ پڑھتے تھے اور اپنے باپ کی بہت اطاعت اور فرمانبرداری کرتے رہے ۔ لوگ کہتے تھے کہ خداوند عالم ایسی اولاد سب کو عنایت فرمائے ۔ باپ نے بھی اپنے بیٹے کے بغیر مشورہ کوئی کام نہیں کیا ۔

جب تراب علی صاحب سرگروہ مرثیہ خوانان کا انتقال ۱۳۳۵ھ میں ہوا تو مرثیہ خوانان میں انتخاب سرگروہ کیلئے کمیٹی مقرر ہوئی ۔ میر تراب علی صاحب کے داماد اور بھتیجے میر امانت علی صاحب چچا کی خدمت کے مدعی ہوئے مگر مرثیہ خوانان نے یاور خاں صاحب کا انتخاب کیا ۔ اس پر بہتر و خاں صاحب بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ میں بڑا بھائی ہوں میرا انتخاب ہونا چاہیے ۔ اس کے جواب میں مرثیہ خوانان نے کہا کہ تم اس کے اہل نہیں ہو ۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں چھوٹے بھائی کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں یہ نہیں ہو سکتا ۔ تب ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان نے کہا کہ تم بھائی ہو کر عیب سمجھتے ہو تو ہم بھی بدرجہ اولیٰ عیب سمجھتے ہیں ۔ بہتر یہ ہے کہ غلام حسین صاحب اس کام کو انجام دیں ۔ اس پر کاظم علی صاحب نے بھی اُن کی رائے سے اتفاق کیا ۔ مگر بعض مرثیہ خوانان اس انتخاب سے ناراض ہو گئے ۔ غلام حسین صاحب صرف متفرق دنگلوں اور دنگل و قنادیل کوہ شریف کا کام انجام دیتے دنگل تین قسم کے تھے ایک سرکاری دوسرے محل نواب مکرم الدولہ مرحوم و محل نواب سالار جنگ بہادر تیسرے عام متوسط اشخاص کے نذری و اعتقادی ۔ مگر زیادہ یافت سرکاری اور بیگم صاحبہ کے دنگلوں سے

بقیہ ڈنگل برائے نام تھے۔ ہر مقام پر غلام حسین صاحب و امانت علی صاحب کی جانب سے درخواستیں پیش ہوئیں۔

سرکاری ڈنگل شب اربعین بادشاہی عاشورخانہ میں ہوتا تھا اس کے لئے تین درخواستیں پیش ہوئیں پہلی درخواست امانت علی صاحب کی تھی کہ میں برادر زادہ اور داماد قائم مقام تراب علی صاحب ہوں میرے ذریعہ سرکاری ڈنگل کا انتظام ہوا کرے۔ دوسری درخواست غلام حسین صاحب نے دی کہ میں سرگروہ مقرر ہوا ہوں مثل تراب علی صاحب کے میرے ذریعہ انتظام ڈنگل فرمایا جائے۔ تیسری درخواست اکثر مرثیہ خوانان نے پیش کی کہ منجانب سرکار ہر ڈنگل کا انتظام فرمایا جائے اور مثل دیگر مقامات کے مساوی حصہ نذر ذاکری تقسیم فرمایا جائے تو بہتر ہے۔ ہم مرثیہ خوانان ان ہر دو حضرات کی صدارت سے ناراض ہیں۔ ہر سہ درخواستیں گزرنے کے بعد مہتمم صاحب دفتر بنا زانت علاقہ صرف خاص مبارک نے حکم فرمایا کہ جملہ مرثیہ خوانان کو طلب کرکے بیانات لئے جائیں کہ ہر ایک کو کیا معمول ملتا ہے۔ بہر حال بیانات لئے گئے۔ جو معمول ملتا تھا اس سے کہیں زیادہ بتلایا گیا۔ اس پر مہتمم صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ مرثیہ خوانان کے بیانات بالکل غلط ہیں حسب درخواست مرثیہ خوانان سب کو مساوی حصہ تقسیم کیا جائے اور حق صدارت بحق سرکار کیا جائے۔ اس پر تمام مرثیہ خوانان راضی ہو گئے اور معمول حاصل کرنے لگے مگر غلام حسین صاحب و ابراہیم علی صاحب و کاظم علی صاحب نے اس کے خلاف محکمہ صدر المہامی صرف خاص مبارک میں مرافعہ پیش کیا۔ وہاں یہ تصفیہ ہوا کہ معمول بھی ایصال کریں اور مقدمات بھی تصفیہ کریں۔ ایسے مقدمات کے لئے جدید عملہ کی ضرورت ہے اس کے بعد ... روائی معزز کمیٹی صرف خاص مبارک میں پیش ہوئی۔ اراکین معزز کمیٹی نے تخفیف کا حکم صادر فرمایا بہر حال اس کے جھگڑے میں ایک قدیم ڈنگل سرکاری زمانہ قطب شاہیہ کا جس کا معمول سالانہ (۴۶ سے) مقرر تھا موقوف ہو گیا۔

محل نواب مکرم الدولہ مرحوم اور محل نواب سالار جنگ بہادر کے ڈنگلوں کا یہ تصفیہ ہوا کہ امانت علی صاحب داماد اور بھتیجے تراب علی صاحب کے ہیں۔ لہذا وہ اپنے چچا کی جگہ میر مجلس مقرر رہیں گے۔ ان سے ڈنگلوں کا کام لیا جائے اور غلام حسین صاحب کو جواب دیدیا جائے۔

امانت علی صاحب کے ذریعہ ڈنگلوں کا انتظام ہونے لگا تو تمام مرثیہ خوانان مجلس پڑھنے آنے لگے

مگر غلام حسین صاحب، ابراہیم علی صاحب، کاظم علی صاحب نے ان دنگلوں کا پڑھنا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد غلام حسین صاحب اپنے معاوضہ پر اپنے شاگرد حسن علی صاحب کو بھیجنے لگے۔ دو تین سال یہی طریقہ رہا۔ جب ابراہیم علی صاحب و کاظم علی صاحب کو معلوم ہوا تو وہ کہنے لگے ہم اپنا کیوں نقصان کریں۔ وہ بھی آنے لگے۔ چار پانچ سال کے بعد امانت علی صاحب سرکاری ملازم ہو کر چلے گئے تو بیگم صاحبہ نے یاور خاں صاحب کو اپنے مجالس و دنگل کرنے کیلئے میر مجلس مقرر فرمایا۔ پھر یاور خاں صاحب کے ذریعہ انتظام دنگل ہونے لگا۔

تیسرے قسم کے تمام دنگل متوسط اشخاص کے جو نذری اور اعتقادی تھے اس کو غلام حسین صاحب انجام دینے لگے۔ اس کی آمدنی ایسی نہیں تھی کہ جملہ مصارف قنادیل دنگل کو وہ شریف وغیرہ کا انتظام بخوبی ہو سکے اس کے علاوہ اکثر دنگل ان کے زمانہ میں موقوف بھی ہو گئے۔ منجملہ سرائے بوا ہیرا کا دنگل جو ۲۴ صفر کو ہوتا تھا اس کے موقوف ہونے سے اور عاشق حسین صاحب کے حرکات ناشائستہ سے مرثیہ خوانان نے کوہ شریف پران کے پاس کھانا کھانے کیلئے جانا بھی ترک کر دیا۔ جب مرثیہ خوانان کو کھانے کی تکلیف ہونے لگی تو یہ حال سنکر جناب نواب احمد یار جنگ مرحوم و مغفور نے اپنے اسٹیٹ سے ایک سو روپیہ سالانہ کا معمول مرثیہ خوانان کے کھانے کیلئے مقرر فرمایا جو تا زیست نواب صاحب مرحوم جاری رہا ہے۔ اور اسی سلسلہ میں جناب نواب شوکت جنگ بہادر نے بغرض انتظام قنادیل اپنے اسٹیٹ سے سالانہ معمول (۵عہ) مقرر فرمایا جو تا حال جاری ہے۔

بہر حال غلام حسین صاحب نے اپنی زندگی تک اٹھارہ سال جس طرح ہو سکا کاروبار سرگروہی کو انجام دیا۔ اوائل ماہ صفر ۱۳۵۳ھ میں علالت کا اثر زیادہ ہوا۔ اول سے مرض ذیابیطس میں مبتلا تھے اور پھر سرطان کا اثر بھی نمایاں ہو جانے سے دواخانہ عثمانیہ افضل گنج میں گئے اور زیر علاج رہے۔ آخر کار ڈاکٹروں کی رائے سے آپریشن کیا گیا اور دو روز سخت تکلیف میں مبتلا رہے۔ آخر کار شب ۱۴ ماہ صفر ۱۳۵۳ھ میں انتقال کیا تو میت وہاں سے گھر کو واپس لائے۔ ان کے بڑے فرزند حامد حسین صاحب نے مرحوم کی تجہیز و تکفین کا سامان کیا اور دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ میں غسل ہوا۔ جناب مولوی علی نقی صاحب قبلہ نے نماز میت پڑھی۔ اس بعد دائرہ میں منجانب مجلس انتظامی سالانہ مجلس مقرر تھی۔ مومنین کثرت سے جمع تھے

سب کے سب باشتیاق نماز میت ہوئے۔ اس کے بعد میت دفن کی گئی۔ وقت انتقال ان کا سن (۶۵) سال کا ہوگا۔ غلام حسین صاحب کے عزیز ہوا کیا والدہ اور ایک منکوحہ بی بی اور دو فرزند ایک حامد حسین صاحب دوسرے رضا حسین صاحب اور دو لڑکیاں تھیں۔ حامد حسین صاحب کا حال آئندہ تحریر کیا جائیگا

رضا حسین صاحب زیر تعلیم ہیں اور مرثیہ خوانی کی بھی تعلیم جاری ہے اور ان کی والدہ موجود ہیں۔ غلام حسین صاحب نے کوشش کر کے اپنے نام سرکاری ماہوارہ ماہانہ (۶۰) بطور وظیفہ جاری کروایا۔ ان کے انتقال کے بعد وہ ماہوار ان کی منکوحہ پر (۳۰) ماہانہ سے سال سے اجرا ہوئی جو ابتک جاری ہے

غلام حسین صاحب ایک مرتبہ کربلائے معلی کی زیارت سے مشرف ہوئے پھر دوسرے سفر میں مشہد مقدس کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ مثل دیگر مرثیہ خوانان کے ان کی مجلس سالانہ (۲۵ ذوالحجہ) کو درگاہ قدم رسول میں بہت اہتمام سے ہوتی تھی۔ کثرت سے مومنین کا مجمع ہوتا تھا۔ یہ اپنے خاندان میں دوسرے مرثیہ خوان ہوئے۔

ان کے پاس ماہ محرم وصفر میں کئی عاشور خانہ استاد ہوتے تھے اور مجالس روزانہ وسالانہ بھی ہوتے تھے۔ اور مومنین کثرت سے تشریف لاتے تھے۔ غلام حسین صاحب نہایت کشادہ پیشانی سے مومنین کی خدمت کرنے کا شرف حاصل کرتے تھے۔

غلام حسین صاحب کو شاعری میں بھی دخل تھا اکثر سلام کہتے تھے۔ اور انتخاب مرثیہ بھی بہت اچھی طرح کرتے تھے اور نواب ضیغم جنگ مرحوم سے اصلاح لیتے تھے۔ مرثیوں کا بھی بہت ذخیرہ تھا۔

ابراہیم علیخانصاحب مرثیہ خوان مرحوم

یہ حسین خاں صاحب مرثیہ خوان مرحوم کے چھوٹے فرزند تھے۔ ان کا گلا خداداد تھا۔ اور یہ بہت خوش گلو تھے اس پر طرہ یہ کہ معلومات بھی بہت اچھے اور وسیع تھے۔ پہلے اپنے والد سے پھر مراد علیخاں صاحب سوز خوان سے سوز خوانی اور گانے بجانے کی تعلیم باقاعدہ حاصل کی تھی اور مرثیہ خوانی ابراہیم علی صاحب نے اس کے علاوہ اور لوگوں سے بھی بہت کچھ تعلیم حاصل کی تھی۔

بہر حسن مجالس میں مرثیہ خوانی کرتے تھے اہل مجلس ہمہ تن متوجہ ہو جاتے ۔ اور لوگ خواہش سے بلا بلا کے پڑھواتے تھے ۔ مختصر یہ کہ اپنے زمانہ کے ذاکرین میں ان کا مثل و نظیر نہیں تھا ۔ لاجواب ذاکر مشہور تھے ایک سال نواب بہرام الدولہ بہادر نے اپنے سالانہ مجالس عشرۂ عزا خانہ میں ان کو بہت اصرار سے پڑھوایا ۔ متعدد مجالس میں ذاکری کی اور بہت کامیاب مجالس رہے ۔ تب آل کا رحاصل ہوا ۔ بلکہ وہ مجالس بوجہ گریہ و بکا یادگار ہیں ۔

ایک دفعہ اعلیٰحضرت نے بھی ان کی ذاکری سماعت فرمائی ۔ گانے بجانے کے شوق نے انہیں محتاط نہ رہنے دیا ۔ اسی بے احتیاطی کی وجہ سے ایک دفعہ کچھ علیل ہو گئے اور حالت علالت میں مجالس پڑھنے لگے اور دعوتیں کثرت سے آنے لگیں ۔ اور اسی حالت میں مجالس پڑھنے کیلئے جاتے تھے اور کہیں اپنے عوض اپنے شاگردوں کو بھیج دیتے تھے ۔ اس پر بھی لوگ خواہش سے یاد کرتے تھے ۔ جب حالت بہت خراب ہو گئی تو نقل مقام کر کے کوہ شریف پر مقیم رہے ۔ وہاں حالت زیادہ خراب ہو گئی تو یاور خاں صاحب مرثیہ خوان کے مکان میں آکر رہے ۔ روز بروز حالت بگڑتی گئی ۔ آخر کار یکم شعبان ۱۳۴۲ھ کو عین جوانی کے زمانے میں جبکہ ان کا سن تیس ۳۰ سال کا ہوگا انتقال کیا ۔

یاور خاں صاحب نے اپنی ہمشیر کی خاطر سے تجہیز و تکفین کی اور تکیہ روشن دل صاحب میں دفن کیا ۔ فاتحہ سوم مسجد اثناء عشری میں ہوئی ۔ اکثر مومنین دوست و احباب و ذاکرین شریک ہوئے ۔ دہم و چہلم وغیرہ کا بھی انتظام یاور خاں صاحب نے بہت اچھی طرح اپنے مکان میں کیا ۔ اس کے کچھ دن بعد ان کی بی بی نے بھی چند روز کی علالت میں انتقال کیا ۔ ان کی قبر بھی اسی دائرہ میں ہے ۔ دونوں ناشاد و نامراد دنیا سے چل بسے ۔ کوئی اولاد نہیں ہوئی ۔ مومنین فاتحہ خیر سے یاد فرمائیں تو ذاکر نوازی ہے ۔

ان کے شاگرد بہت تھے ۔ منجملہ ان کے مرثیہ خوانان میں میر محمد علی صاحب مرحوم و دوست علی خاں صاحب و نثار حسین صاحب اور حقیر مؤلف ۔

ان کے خاندانی حالات حسین خاں صاحب مرثیہ خوان مرحوم کے واقعات میں تحریر ہیں ۔ انکی مجلس سالانہ حسب قاعدہ مرثیہ خوانان (۲۴ ذالحجہ) کو درگاہ پنجہ شاہ ولایت میں ہوتی تھی کثرت سے مومنین تشریف لاتے تھے اور مرحوم کی ذاکری سماعت فرماتے تھے ۔

ولایت علی صاحب مرثیہ خواں مرحوم

یہ ابراہیم علی صاحب مرثیہ خواں کے شاگرد تھے - گلا بہت اچھا تھا - اور شوق بھی بہت تھا تھوڑے دن ساتھ پڑھتے رہے۔ اس کے بعد بدلیاں پڑھنے لگے - بدلیاں پڑھتے پڑھتے اچھی طرح بے خوف پڑھنے لگے - اس کے بعد ابراہیم علی صاحب نے اپنی بدلیاں پڑھنے کیلئے مقرر کرلیا - یہ اپنی زندگی تک انہی کے بدلیاں پڑھتے رہے - بلکہ تھوڑے دن کے بعد تو یہ ہونے لگا کہ جہاں جہاں ابراہیم علی صاحب مجالس پڑھتے تھے وہاں کے صاحب خانہ حضرات یہ فرمانے لگے ابراہیم علی صاحب تم کیوں زحمت کرتے ہو ولایت علی صاحب کو بھیجدو وہ مجلس پڑھ دیں گے - تمہارے آنے کی ضرورت نہیں -

بہرحال ابراہیم علی صاحب ان کو ماہانہ دس روپیہ اور سالانہ ایک سو روپیہ دیتے تھے - ان کی مجالس بہت کثرت سے پڑھتے تھے - اور اچھی آمدنی تھی - کچھ دن کے بعد اپنی شادی کرلئے - تھوڑے دن نہیں گزرے تھے کہ لقمہ اجل ہوگئے - ان کے انتقال کا صدمہ اکثر لوگوں کو بہت ہوا -

سید ولایت علی صاحب کا خط بھی اعلیٰ درجہ کا تھا سینکڑوں مرثیہ تحریر کئے بلکہ ان کے تحریر شدہ مرثیوں کی بیاضیں بہت صحت کے ساتھ لکھے ہوئے کاظم علی صاحب و ابراہیم علی صاحب و مصطفےٰ حسین صاحب وغیرہ کے پاس موجود ہیں - ان کا انتقال ہوکر غالباً پندرہ یا سولہ سال کا عرصہ ہوا ہوگا وقت انتقال ان کا سن غالباً (۲۹ یا ۳۰) سال کا ہوگا - لاولد مرے - کوئی اولاد نہیں ہے - ان کے ایک بڑے بھائی خادم حسین صاحب ہیں وہ اضلاع کے کسی دفتر میں ملازم سرکار ہیں - بلدہ کو کبھی کبھی آتے ہیں - اکثر مجالس میں شریک رہتے ہیں - ان کے والد کا نام سید جمال صاحب تھا - اسٹیٹ نواب مکرم الدولہ میں ملازم تھے - اور نواب صاحب موصوف کی پیشی کا کام ان کے ہی سپرد تھا - جب نواب صاحب کا انتقال ہوگیا تو بیگم صاحبہ نے ان کو وظیفہ مقرر کردیا تھا جو تازندگی حاصل ہوتا رہا - باقی حالات ان کے ہمدست نہیں ہوئے -

دوست علی خاں صاحب مرثیہ خواں مرحوم

یہہ غلام تقی خاں صاحب عرف چھوٹو خاں صاحب مرثیہ خوان مرحوم کے فرزند تھے۔ جب ان کے والد کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے یاور خاں صاحب مرثیہ خوان کو بلوا کر اپنے فرزند کو اون کے سپرد کیا اور کہا کہ آج سے تم ان کو اپنا بیٹا یا غلام سمجھکر اپنے پاس رکھو اور اس کی تعلیم و تربیت میں جہاں تک ہوسکے حصہ لو حالانکہ مظفر خاں صاحب اون کے بڑے بھائی زندہ تھے مگر اون کے سپرد نہیں کیا اوس وقت دوست علی خاں صاحب کا سن (۷ یا ۸) سال کا ہوگا۔

بہر حال یاور خاں صاحب نے تا سن شعور اونکی اور اون کی والدہ صاحبہ کی ہر طرح کفالت کی تعلیم و تربیت میں بہت زیادہ حصہ لیا اور ابراہیم علی خاں صاحب کا شاگرد کرایا۔ ابراہیم علیخاں صاحب نے اپنے ساتھ ان کو ہمیشہ رکھا اور اپنے مجالس اور بدلیاں پڑھاتے رہے اور گھر میں روزانہ ذاکری کی تعلیم دیتے رہے۔

جب یہہ بہت اچھا پڑھنے لگے تو علاوہ بدلیاں پڑھنے کے اپنی ذاتی مجالس بھی پڑھنے لگے اور بعد انتقال ابراہیم علی خانصاحب ان کے جملہ مجالس وغیرہ انہی کے سپرد کئے گئے۔ یہ بہت اچھی طرح مجالس پڑھتے تھے۔ گلا بھی قابو میں تھا۔ معلومات بھی بہت اچھے ہوگئے تھے۔ آواز بھی دردناک تھی بلکہ لوگ ان کو ثانی ابراہیم علی خانصاحب کہنے لگے تعلیم بھی باقاعدہ حاصل کی تھی۔ اچھے مرثیہ خوانوں میں شمار ہوگیا تھا۔ جب جوان ہوئے تو ان کی والدہ صاحبہ نے اون کی شادی کردی۔ چند دن کے بعد ایک لڑکی پیدا ہوی لیکن آوارہ صحبتوں میں رہکر تباہ و برباد ہوگئے۔ آمدنی ذاکری میں بھی فرق آگیا۔ پریشان ہوکر بیرم کی فوج میں ملازم ہوگئے۔ کچھ دن اچھی طرح ملازمت کی پھر اوس کو بھی چھوڑ دیا اور لہو لعب کی وجہ امراض گوناگوں میں مبتلا ہوگئے۔ علالت کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ یاور خاں صاحب نے علاج معالجہ میں بہت کچھ ہمدردی کی لیکن دن بدن مرض بڑھتا گیا آخر کار جب بہت مجبور ہوگئے تو دواخانہ عثمانیہ افضل گنج میں کچھ دن زیر علاج رہے۔ وہاں آپریشن کیا گیا اور گردہ سے ایک بڑا پتھر نکلا۔ اسی صدمہ سے ۱۵ جمادی الاول

سنہ ۱۳۵۲ھ میں کو جوانا مرگ دواخانہ ... میں انتقال کیا جب یادرنہال صاحب کو معلوم ہوا تو ... دواخانہ سے موٹر میں لائے اور مسجد کمیلہ میں غسل و کفن دیکر اون کی والدہ کے بازو ... صاحب مرحوم میں دفن کیا۔ مجالس فاتحہ سیوم و دہم و چہلم مسجد اثنا عشری میں ہوئی۔ اکثر مومنین و مرثیہ خوان دوست احباب شریک ہوے۔

اب مرحوم کے مجالس نثار حسین صاحب مرثیہ خوان پڑھکر بعد ... نصف حصہ خود حاصل کرتے ہیں اور نصف مرحوم کی لڑکی کی پرورش کو دیتے ہیں۔ ... انتقال قریب (۴۰) سال کا ہوگا۔

مفصل خاندانی کیفیت جمال خاں صاحب مرثیہ خوان مرحوم کے حالات میں تحریر ہے۔

یہہ مدار صاحب مرثیہ خوان مرحوم کے نسبتی بھائی کے فرزند تھے۔ بعد انتقال مدار صاحب مرحوم یہ اونکی جگہ قائم مقام ہوے اور ان کی جگہ مجالس و دنگلوں میں ذاکری کرتے تھے اور مرحوم کی مجلس و دنگل جو (۱۶) ربیع الاول کو درگاہ قدم رسول میں ہوتی تھی کچھ عرصہ تک کرتے رہے لیکن ان ہی کے زمانہ میں وہ دنگل موقوف ہوگیا۔ یہہ ابراہیم علی خاں صاحب مرثیہ خوان کے شاگرد تھے اور ان کی بدلیاں پڑھا کرتے تھے۔ پھر غلام حسین صاحب مرثیہ خوان کے بدلیاں ایک زمانے تک پڑھتے رہے۔ اس کے بعد ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان کے بھی ایک زمانے تک بدلیاں پڑھتے رہے۔ نواب ضامن علی خاں صاحب جاگیردار کے داماد بنکر اون کے جاگیرات کا کام کچھ عرصہ تک کرتے رہے اور خوشحالی سے اپنی زندگی بسر کی۔ جب نواب صاحب کا انتقال ہوگیا تو یہ ادر پریشان ہوگئے۔ اور پریشانی کے عالم میں زندگی بسر کی۔ کچھ عرصہ کے بعد ملازم بھی ہوگئے۔ بہر حال اوسی حالت میں انتقال کئے ہاون کے عزیز و اقارب نے ان کی تجہیز و تکفین مذہب حنفی کے طریقہ پر کی اور مرثیہ خوانوں کو اطلاع بھی نہیں ہوئی۔ باقی حالات مرحوم کے دستیاب نہیں ہوے۔

یہ محمد صمصام علی صاحب کے فرزند ہیں جن کا دادیالی اور ننہیالی سلسلہ نواب محمد علیخاں بہادر والاجاہ نواب آرکاٹ سے ملتا ہے۔ آپ کی ولادت ۱۳۰۸ھ میں بمقام مدراس ہوئی۔ دس برس کے سن میں یہ اپنے والد اور بھائیوں کے ساتھ وارد حیدرآباد دکن ہوئے۔ اور جام باغ میں سکونت اختیار کی۔ علاقہ گورنمنٹ سرکار عظمت مدار سے وظیفہ مقرر تھا جو برابر وصول ہوتا رہا اور اچھی طرح بسر کرتے رہے۔

ان کے شوق اور خوش گلوئی کو دیکھکر مولوی سلطان علی صاحب نے ان کے والد سے کہکر کاظم علی صاحب مرثیہ خوان کا شاگرد کروایا۔ کاظم علی صاحب نے ان کی تعلیم میں بہت حصہ لیا۔ یہ ایک زمانہ تک اپنے اوستاد کے ساتھ بازو میں پڑھتے رہے اور موقعہ محل کے لحاظ سے کبھی کبھی بدلی میں بھی پڑھتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کے والد کا بلدہ سے مدراس جانا ہوا۔ وہاں پہونچکر قضاء کار انہوں نے انتقال کیا تو سعادت علی صاحب پریشان ہوکر مدراس سے رنگون اور برما پھر وہاں سے ہندوستان کے اکثر مقامات کی سیاحت کرتے ہوئے اور مجالس میں ذاکری کرتے ہوئے مکرر حیدرآباد دکن واپس آئے اور خدمت اوورسیری تعمیرات علاقہ سرکار عالی میں بمشاہرہ (مٹ تا عار) مامور ہوئے۔ کچھ عرصہ تک اپنی خدمت کو اچھی طرح انجام دیتے رہے۔ مگر اثنائے ملازمت میں سخت علیل ہوجانے سے مجبوراً ملازمت سے بالکل دست بردار ہونا پڑا۔

جب زیادہ پریشان ہوگئے تو اون کے ایک چھوٹے بھائی مسمی غلام ولی عباس خاں صاحب مہتمم تعمیرات علاقہ اسٹیٹ نواب سالار جنگ بہادر ان کی بہت مدد کرتے تھے اور ہر طرح کفیل تھے۔ جب ایسے محسن بھائی کا بھی انتقال بتاریخ ۱۷ ماہ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ کو ہوگیا تو ان کی زندگی کا دار و مدار سوائے مجالس امام حسین علیہ السلام کے اور کوئی نہیں رہا۔ یہ بہت سیر چشم احباب پرست ہیں۔ ان کی ذاکری بھی اچھی ہے۔

اس وقت ان کا سن قریب پچاس سال کے ہے۔ مگر اس ضعیفی میں بھی خوب خوب مجالس پڑھتے ہیں۔ اور ان کے معلومات علم موسیقی بھی اچھے ہیں۔ اور کئی سال سے نواب مرزا محمد علی [illegible] رکن مجلس انتظامی پائیگاہ علاقہ نواب لطف الدولہ مرحوم کے پاس کے مجالس میں [illegible] ذاکری کرنے کا شرف مسلسل کرتے ہیں۔ ایک سال عجیب اتفاق ہوا کہ بوجہ کثرت مجالس [illegible] سی دیر ہوگئی تو حضرت ظل اللہ نے خود یاد فرمایا کہ ہمیشہ پڑھنے والا بڈھا کہاں ہے؟

بہر حال حسب قاعدہ گروہ مرثیہ خوانان ان کی بھی مجلس سالانہ بتاریخ ۲۴ ماہ ذیحجہ بارگاہ پنجہ شاہ ولایت ہوتی ہے۔ ذاکرین و مومنین کی تعداد بھی کافی رہتی ہے۔ عمدہ منتخب شدہ نیا مرثیہ پڑھتے ہیں۔ قریب مغرب مجلس ختم ہوتی ہے۔

ان کے چار فرزند اور ایک لڑکی ہے۔ بڑا لڑکا صمصام علی اس وقت ۱۴ یا ۱۵ سال کا ہے۔ علاوہ ذاکری کے تحصیل علم میں بھی مشغول ہے۔ جب فرصت ہوتی ہے اپنے والد کے ساتھ پڑھتا ہے۔ دوسرے فرزند سجاد علی ۸ سالہ تیسرے کاظم علی ۶ سالہ چوتھے فرزند حسین علی ۴ سالہ اور ایک لڑکی ۳ سالہ ہے اس وقت سعادت علی صاحب حسینی محلہ میں مقیم ہیں۔

اخلاق ان کے بہت وسیع ہیں۔ اپنے بازو داروں کو بہت خوش رکھتے ہیں۔ بازو دار بھی ان سے ہمیشہ راضی رہتے ہیں۔ اگر یہ کسی غریب سے وعدۂ ذاکری کرتے ہیں تو ضرور اوسکی مجلس کا خیال رکھتے ہیں اور مزاج میں کسر نفسی بہت زیادہ ہے اور ذاکری میں مقدم و موخر کا کبھی خیال نہیں رکھتے صرف ذاکری کرنا اپنے لئے وسیلہ بخشایش اور افتخار سمجھتے ہیں۔

نوٹ :۔ یہ کتاب زیر طبع تھی کہ سعادت علی صاحب کا دواخانہ عثمانیہ افضل گنج میں بہ عارضہ قلب ۶ ماہ شوال ۱۳۶۰ھ کو انتقال ہوگیا۔ ان کے کم سن بچے اور بیوہ سخت پریشان اور توکل بہ خدا زندگی بسر کر رہے ہیں۔ چونکہ یہ ادارہ قمر بنی ہاشم علیہ السلام کے شریک تھے۔ اس لئے منجانب ادارہ ان کے فرزند صمصام علی کو دو سال سے ماہانہ (صمہ) تعلیمی وظیفہ دیا جا رہا تھا۔ جو اب بھی جاری ہے۔ خداوند عالم اس ادارہ کے شرکاء کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حکیم میر داور علی صاحب

آپ بارگاہ حضرت عباس علیہ السلام کے متولی ہیں۔ آپ کو زمانہ خورد سالی سے نوحہ خوانی و مرثیہ خوانی کا شوق تھا۔ اب صرف درگاہ کے مجالس میں اعتقاداً نوحہ خوانی و مرثیہ خوانی کرتے ہیں۔

آپ کی آواز میں بہت درد ہے اور پڑھنے میں خاص اثر ہے۔ اور گلا بھی خداداد ہے۔ آپ نے بوجہ شوق اچھے اچھے استادوں سے باضابطہ تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ آپ کے معلومات بھی بہت اچھے ہیں آپ شاعر بھی ہیں۔ داور تخلص ہے طبیعت بھی خداداد ہے۔ کلام اچھا ہے علم طب میں سند عمدۃ الحکما حاصل کی ہے۔ حکیم تجربہ کار ہیں۔ اکثر غرباء کا علاج مفت فرماتے ہیں۔ اس وقت آپ کا دواخانہ قلعہ گولکنڈہ میں مستقل طور پر ہے اور اچھا مرجوعہ ہے۔ قلعہ گولکنڈہ و لنگر حوض اور مواضعات اطراف و جوانب سے صدہا اشخاص امراض کہنہ وغیرہ کے اکثر شفا پاتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے چھوٹے بھائی سید نور الہدیٰ صاحب عرف چنو میاں بھی اعتقاداً درگاہ میں نوحہ خوانی و مرثیہ خوانی کرتے ہیں اور علم نجوم کے ماہر اور اکثر آسیب وغیرہ کا بہت اچھا علاج فرماتے ہیں۔

اسی طرح آپ کے بڑے فرزند میر ابوالقاسم صاحب اور چھوٹے فرزند میر عسکر علی صاحب بھی اپنے والد کے ساتھ مرثیہ خوانی کرتے ہیں۔ اور علیحدہ بھی اعتقاداً ذاکری کرتے ہیں اور بہت شوقین ہیں۔ شعر شاعری میں بھی دخل ہے۔ کلام بھی اچھا ہے۔

آپ کے والد سید سردار الحسینی صاحب مرحوم سابق متولی و مالک عاشور خانہ کو چار فرزند ہوئے دو فرزند کا روبروئے پدر انتقال ہوگیا۔ اب دو فرزند ہیں۔ ایک حکیم داور علی صاحب دوسرے نور الہدیٰ صاحب۔ آپ کے جد اعلیٰ حضرت سید نور الہدیٰ صاحب قبلہ و میر میران صاحب جن کا دائرہ و مزار دائرہ حضرت میر مومن صاحب قبلہ محلہ سلطان شاہی حیدرآباد دکن سے ملحق ہے اور جن کے قبور کے اطراف آہنی مینخوں کا حصار ہے اور سنگ مزار پر ۱۰۱۳ سنہ وفات کندہ ہے۔ اور علم حضرت عباس علیہ السلام جناب سید صاحب قبلہ مصر کا لایا اور انہیں کا تیار کیا ہوا ہے

واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سید نورالہدا صاحب قبلہ و میر میران صاحب یہ دونوں حقیقی بھائی سادات موسوی صحیح النسب شہر مازندران علاقہ عراق عجم کے رہنے والے تھے۔ آپ کے آباد اجداد و ہاں خدمات جلیلہ وزارت سے سرفراز رہے تھے۔ بوجۂ انقلاب و حوادث زمانہ ہر دو بھائی بہ ترک وطن روانہ ہوئے۔ میر میراں صاحب جانب دکھن آئے بزمانہ قطبیہ قلعہ گولکنڈہ آنکر مقیم و رفتہ رفتہ ملازم و خدمات جلیلہ سے ممتاز ہوئے۔ اور سید نورالہدیٰ صاحب قبلہ کربلائے معلیٰ جاکر مقیم ہوئے ایک عرصہ کے بعد جناب سرکار سید الشہدا علیہ السلام کا بعالم خواب و بیداری دکن جانے کیلئے حکم ہوا۔ اسی حالت میں عرض کیا گیا کہ غلام آپ کی ملازمت و تابعداری نہیں کرنا چاہتا۔ اسپر ارشاد ہوا کہ زمین خوشبو تلاش کرکے کھودی جائے۔ اس میں سے جو ملے وہ حاضر کیا جائے۔ بہ تعمیل حکم زمین خوشبو کی تلاش میں کئی برس گذر گئے مگر وہ زمین معطر نہ ملی۔ مجبوراً روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر عرض کیا گیا تو غنودگی طاری ہوئی۔ سر روضہ پر وہ زمین مع علامات بتلائی گئی۔ حسب الحکم زمین نشان دادہ پر پہونچکر کھودنا شروع کیا۔ اس مقام سے ایک صرہ نکلا وہ لیکر حاضر ہوئے اور عرض کیا تو حکم ہوا کہ اسمیں ہمارے خود کا ہلال جس کو بزبان عربی نعل کہا جاتا ہے ہے۔ ہماری اولاد سے ایک بصورت درویش موسومہ گوڑی شاہ شہر بیجاپور میں ہے اس کو دیا جائے اور دو اشیاء جس میں ایک عباس کی زرہ کا ٹکڑا ہے اور ایک قاسم کے نیزہ کی بوڑی ہے۔ تم لیلو اور دکھن میں قیام کیا جائے اور جب کہ تمہاری اولاد میں دو فرزند ہوں اس وقت اس دوسری شئے سے استفادہ کیا جائے۔ بہ تعمیل حکم شہنشاہ کونین حضرت ابا عبداللہ الحسین صلوات اللہ و سلامہ علیہ سید نورالہدا صاحب قبلہ کربلائے معلیٰ سے روانہ ہوکر شہر بیجاپور پہونچے اور بعد تلاش حضرت گوڑی شاہ صاحب قبلہ کو ان کی امانت پہونچائی جس کو حضرت گوڑی شاہ صاحب قبلہ بصورت علم مبارک شہر بیجاپور میں استاد کرتے تھے۔ بعد ازیں بحوادث زمانہ یہ علم مبارک شہر بیجاپور سے منتقل ہوکر قلعہ گولکنڈہ پھر شہر حیدرآباد میں آیا۔ ابتک بمقام بچھر گٹی (نعل مبارک کے نام سے) استاد ہوتا ہے اور محرم کی نویں تاریخ دن گذر کر شب کے دس گیارہ بجے اٹھایا جاتا ہے۔ بعد گشت دسویں تاریخ صبح سے دس تو بجے تک عاشور خانہ واپس لایا جاتا ہے۔

سید نورالہدا صاحب قبلہ شہر بیجاپور سے روانہ ہوکر بہ علاقہ قلعہ گولکنڈہ بھاگ نگر میں ایک

بڑھ کے درخت کے نیچے جہاں ایک چھوٹا نالاب تھا ٹھرے۔ بعد ازیں بہ خریدی زمین تعمیر مکان ایک تبرک نشانہ علم مبارک حضرت عباس علیہ السلام تیار کرکے محرم میں استادہ کرنا شروع کیا۔ ایک تو نسبت حضرت کے نام سے تھی دوسرے خاص عطیہ سرکار سید الشہدا علیہ السلام تھا اس لئے علم مبارک سے معجزات و کرامات ظاہر ہوتے گئے۔ سینکڑوں ہزاروں اشخاص کے مطالبات و مرادیں بر آئیں اور آجتک ہر ایک مراد مند اپنی مراد پا رہا ہے۔

زمانہ حضرت نور الہدیٰ صاحب قبلہ سے آجتک اسی قدیم عاشورخانہ میں علم مبارک استادہ ہوتا جا رہا ہے اولاد سید صاحب موصوف میں ہر ایک کو ایک ہی لڑکا ہوتا رہا۔ مگر سید سردار الحسینی صاحب مرحوم کو چار فرزند ہوئے جس میں دو کا انتقال ہوگیا اور دو الحمد اللہ موجود ہیں۔

علم حضرت عباس علیہ السلام محرم کے چاند کو استادہ ہوتا اور آٹھویں تاریخ شب گزرنے کے بعد صبح کے پانچ بجے اٹھا کر الاوہ و گلی کے آخری دروازہ تک پھرا کر لایا جاتا ہے۔ پھر دسویں تاریخ صبح کے آٹھ بجے جبکہ علم نعل مبارک بعد گشت مقام موسومہ خواب گاہ واقع روبروئے دیوڑھی راجہ راؤ رنبھا واپس ہوکر اندرون جلوخانہ نواب سالارجنگ بہادر آتا ہے تو نذر چڑھائی جانے کے بعد حسب عملدر قدیم متولیان بارگاہ حضرت عباس علیہ السلام علم نعل مبارک خود لیکر اپنے الاوہ میں لاکر بعد گشت الاوہ واپس جلوخانہ کمان دروازہ نقارخانہ جانب چھتہ بازار سے بادشاہی عاشورخانہ وہاں سے واپس برد کمان درگاہ حوالہ متولیان نعل مبارک کرکے واپس ہوتے ہیں۔

جب حضرت سندگانعالی مدظلہ العالی بدیوڑھی نواب سالارجنگ بہادر رونق افروز ہوتے ہیں تو متولیان بارگاہ اپنا علم مبارک الاوہ سے باہر لے آتے ہیں۔ دروازہ آئینہ خانہ نواب صاحب پر حضرت ظل اللہ برآمد ہوکر ملاحظہ و زیارت فرماتے ہیں۔ ہمراہ علم مبارک جمیع مومنین وغیرہ سر و پا برہنہ نوحہ خوانی و ماتم کرتے ہوئے بعد گشت مسجد جلوخانہ واپس ہوتے ہیں۔ عقب علم مبارک حضرت ظل اللہ بھی تشریف لاکر کمرہ بیرونی بارگاہ میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ علم مبارک الاوہ پھرا کر لٹا دیتے اور ختم نوحہ خوانی و ماتم و زیارت خوانی ہوتی ہے۔ حضرت ظل اللہ تشریف لیجانے کے بعد ہزارہا بندگان خدا کا مجمع گیارہ بجے تک برخواست ہوجاتا ہے۔

بارہ محرم کی شب میں علم مبارک حضرت سکینہ خاتون علیہا السلام استادہ ہوتا ہے اور ۱۹ محرم کو دنگل ہوتا ہے۔ تمام شہر کے مرثیہ خوانان ذاکری کرتے ہیں۔ بعد ختم دنگل علم مبارک شب کے دس بجے اٹھا کر نوحہ خوانی کرتے ہوئے براہ پتھر گٹی گلزار حوض و بدرگاہ پنجہ شاہ مبارک قدم رسول حویلی قدیم سے ہوتے ہوئے بارہ بجے شب کے الاوہ کو واپس ہوتے ہیں۔ اور دوسرے روز قریب بارہ بجے دن کے پھر اٹھا کر بادشاہی عاشور خانہ و درگاہ نعل مبارک تک پھرا کر ٹھنڈا کرتے ہیں اور بتاریخ ۲۷ محرم سہ پہر کو دنگل شروع ہوتا ہے۔ تمام شہر کے مرثیہ خوانان ذاکری کرتے ہیں۔ زنانہ و مردانہ کا مجمع کثیر رہتا ہے شب کے نو بجے دنگل ختم ہوتے ہی ضریح مبارک نوحہ خوانی و ماتم سے اٹھائی جاتی ہے۔ اور صفر کے چاند سے علم مبارک جناب علی اصغر علیہ السلام استادہ کئے جاکر بتاریخ ۹ صفر ٹھیک ساتھ بجے مجلس شروع اور (۸) بجے ختم کرکے علم مبارک اٹھائے جاتے ہیں۔ نیز ۱۸ صفر کو شب میں تمام مرد و عورت جمع ہوتے ہیں اور ۱۹ صفر کو صبح کے چھ بجے مجلس شبیہ اسیری قافلہ اہلبیت علیہم السلام ہوتی ہے۔

چہاردہ معصومین کی ولادت کے جشن اور شہادت کے مجالس بھی ہوتے ہیں۔ بالخصوص جشن ولادت حضرت عباس علیہ السلام ۴ شعبان المعظم کو بہت تکلف و اہتمام سے ہوتا ہے۔ اور مجمع کثیر جمع ہوتا ہے جشن میں اطعام و قصائد خوانی کے بعد آتش بازی چھوڑی جاتی ہے اور ہر پنجشنبہ کو سہ پہر میں علم مبارک صندوق پر استادہ کیا جاتا ہے۔ اور شب کے نو بجے اٹھایا جاتا ہے۔ مجلس ہوتی ہے۔ صدہا زائرین آتے ہیں۔ مردانی مجلس ٹھیک ساتھ بجے شروع اور (۸) بجے ختم ہوتی ہے۔ مراد مند و زائرین بارہ بجے شب تک آتے رہتے ہیں۔

یہ کاظم علی صاحب مرحوم مرثیہ خوان کے فرزند ہیں۔ اپنے والد سے فن ذاکری کو حاصل کیا ہے اور انہی کے زمانہ میں بے مثل ذاکری کرنے لگے۔ خوب خوب مجالس پڑھتے رہے۔ اب ان کا شمار بلدہ کے منتخب ذاکرین میں ہے۔ اس وقت بہت اچھی ذاکری کر رہے ہیں۔ اکثر اعلیحضرت کے سامنے بھی ذاکری کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ان کی آمدنی ذاکری ان کے ہمعصر ذاکرین سے بہت زیادہ ہے اور مجالس بھی کثرت سے پڑھتے ہیں۔

بہر حال یہ اپنے گھر کے بھرے پورے ہیں۔ مالی حالت بھی بہت اچھی ہے۔ صاحب معاش و املاک ہیں اور سرکاری منصب دیوانی و علاقہ صرفخاص مبارک سے ماہانہ پاتے ہیں۔ اور ان کی اہلیہ ان کی خالہ صاحبہ اہلیۂ نواب حیدر علی صاحب جاگیردار کی دختر ہے جن کو اون کے والد کی جاگیر سے معقول حصہ ماہانہ ملتا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے ایک فرزند بھی کمسن ہے۔ غالباً تین سال کا سن ہوگا۔

فرزند کا نام اپنے والد کا یعنے کاظم علی قیصر رکھا ہے۔ خداوند عالم طول عمر کرے اور مثل کاظم علی صاحب کے اوصاف حمیدہ پائے اور بامراد و باکمال ہو کر زندہ رہے۔

وزیر علی صاحب کے اخلاق بھی مثل اپنے والد کے بہت وسیع ہیں۔ علمی لیاقت بھی اچھی ہے۔ باقاعدہ میٹرک تک تعلیم حاصل کی ہے۔ دوستی کے بھی کامل ہیں۔ ان کی خاندانی کیفیت ان کے والد کے حالات میں ملاحظہ ہو۔

ان کی مجلس سالانہ ۲۷ ذالحجہ کو درگاہ قدم رسول اللہ میں حسب عادت قدیم ہوتی ہے۔ جملہ ذاکرین اور مومنین کا کافی مجمع ہوتا ہے۔ حسب طریقہ مرثیہ خوان [illegible] مرثیہ پڑھا جاتا ہے۔

یہ اپنے والد کے مکان ذاتی قریب مسجد [illegible] واقع دریچہ ماتا [illegible] رہتے ہیں۔ ان کے پاس [illegible] بھی استفادہ ہوتا ہے۔ [illegible] ہوسکتے ہیں۔ ان کا سن اس وقت غالباً (۴۰)

سال کا ہو گیا۔ ان کے الہامیہ کردہ مراثی کا ذخیرہ ان کے پاس موجود ہے۔

نثار حسین صاحب مرثیہ خوان

یہ غلام سادات صاحب کے فرزند ہیں۔ غلام سادات صاحب مراد علیخاں صاحب مرحوم سوزخوان کے چچازاد بھائی تھے۔ مراد علیخاں صاحب نے ان کو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے اپنا فرزند آغوشی بنا لیا تھا۔ ان کی تعلیم و تربیت کچھ دن مراد علیخاں صاحب نے کی۔ جب اون کا انتقال ہو گیا تو ابراہیم علی خاں صاحب مرثیہ خوان مرحوم نے جو مراد علی خاں صاحب کے شاگرد اور عزیز بھی تھے۔ اپنی زندگی تک اپنے ساتھ رکھا اور ساتھ پڑھایا۔ اور ہر طرح تعلیم سوزخوانی دیتے رہے۔ اکثر مقامات پر خود بیٹھ کر مجلس پڑھا کرتے تھے۔ نثار حسین صاحب اکثر مجالس میں اون کی بدلیاں اور مراد علیخاں صاحب کی بدلیاں پڑھتے رہے جب اون کا بھی انتقال ہو گیا تو یہ اور دوست علیخاں صاحب مرحوم دونوں ملکر ابراہیم علی خاں صاحب مرحوم کے عاوضے کے مجالس پڑھتے رہے۔ اس کے بعد جب مراد علیخاں صاحب کی بی بی کا بھی انتقال ہوا تو یاور خاں صاحب مرثیہ خوان ان کے سرپرست ہوئے۔ اس اثناء میں ابراہیم علی صاحب نے یاور خاں صاحب سے فرمایا کہ نثار حسین صاحب کو اکثر اوقات فرصت رہتی ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اجازت دیں کہ وہ فرصت کے وقت میرے مجالس میں کچھ امداد دیں اور میں انشاء اللہ اس کا معاوضہ بھی اون کے ساتھ کرتا رہوں گا۔ اس پر یاور خاں صاحب نے کہا کہ معاوضہ کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ضرور آپ کے مجالس اپنی فرصت کے وقت پر پڑھا کریں گے۔

بہرحال نثار حسین صاحب ان کے مجالس پڑھنے لگے۔ ابراہیم علی صاحب بڑی خاطر اور تواضع سے پیش آتے رہے اور کچھ سلوک و سلوک بھی کرتے رہے۔ جب یہ حال یاور خاں صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے ابراہیم علی صاحب سے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں مگر ابراہیم علی صاحب نے یاور خاں صاحب سے کہا کہ بچوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔ یہ کوئی غیریت نہیں ہے۔ اس کو قبول کرو آئندہ بھی میرے خیالات ان کے واسطے بہت اچھے ہیں۔ اس کے بعد نثار حسین صاحب، ابراہیم علی صاحب کے معاوضہ میں ہمیشہ

مجالس پڑھنے لگے اور ابراہیم علی صاحب نے ماہانہ دس روپیہ اور سالانہ ایک سو روپیہ مقرر کرکے دو تین برس تک برابر عنایت کرتے تھے مگر آخر میں ابراہیم علی صاحب کے خیالات بدل گئے اور نثار حسین صاحب کے ساتھ کچھ اچھا برتاؤ نہیں کرنے لگے۔ نثار حسین صاحب نے اس کو پسند نہیں کیا اور وہ بالکل علیحدہ پڑھنے لگے۔

بہر حال اس وقت نثار حسین صاحب کی ذاکری بہت اچھی ہے خوب خوب مجالس پڑھتے ہیں گو ان کو خواہش سے پڑھاتے ہیں اور اکثر مقام پر تو یہ ہوتا ہے کہ تم سب سے بعد پڑھو۔

اس وقت یہ اپنے زمانے کے مرثیہ خوانان میں بہت مشہور ہیں۔ ان کی ذاکری بہت اچھی ہے۔ باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہے۔ علمی لیاقت بھی متوسط ہے۔ ان کے خاندانی حالات خادم حسین خاں صاحب و مراد علی خاں صاحب کے اوقات میں تحریر ہیں۔

نثار حسین صاحب نے اپنی دو شادیاں کیں۔ پہلی بی بی سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوی۔ لڑکے کا نام افتخار حسین ہے اور اس کا سن اس وقت (۸ یا ۹) سال کا ہوگا مگر الحمد اللہ ساتھ بازو میں بہت اچھی طرح پڑھتا ہے۔ اور علیحدہ بھی دنگلوں میں ذاکری کرتا ہے۔ اور لڑکی کا سن غالباً اس وقت سات سال کا ہوگا۔ جب اس بی بی کا انتقال ہوگیا تو دوسری شادی یاور خاں صاحب مرثیہ خوان کی آغوشی لڑکی کے ساتھ ہوی۔ یہ لڑکی نہایت شریف اور عالی خاندان ہے۔ یاور خاں صاحب کے جب متعدد بچوں کا انتقال ہوگیا تو ان کی بی بی بہت پریشان ہوگئیں۔ ہمیشہ رونا اور آہ و زاری تھی۔ اتفاق سے یہ لڑکی ماں باپ نہ ہونے کی وجہ سے اپنی آغوش میں لیکر مثل اپنی اولاد کے پرورش کی اور نثار حسین صاحب کے ساتھ شادی کر دی۔ اس سے بھی دو بچے پیدا ہوکے جاتے رہے۔ نثار حسین صاحب مراد علیخاں صاحب مرحوم کے انتقال سے اس وقت تک یاور خاں صاحب کے پاس ایک ہی مکان میں رہتے ہیں غالباً اس وقت ان کا سن (۴۰) سال کا ہے

سید عابد حسین صاحب سوز خوان

یہ حیدرآباد دکن کے مشہور سوز خوان ہیں اور بہت جوشیلے آدمی ہیں ۔ ان کی آواز میں ایک خاص اثر ہے اور خداداد سوز و گداز ہے جس مجلس میں سوز خوانی کرتے ہیں اوس میں اکثر حال مجلس ضرور حاصل ہوتا ہے اور مجلس کے رنگ سے واقف ہو کر ذاکری کرتے ہیں ۔ ان کو اکثر سرکار کا کلام سرکار کے سامنے پڑھنے کا شرف بھی حاصل ہوتا ہے بلکہ موقع محل سے ہر جگہ و ہر مجلس میں سرکار کے کلام کو زیادہ پڑھتے ہیں ۔

یہ پہلے سوز خوانی اپنے والد سید رضا حسین صاحب سے حاصل کئے ۔ اور بارہ تیرہ سال کی عمر میں صاحب سند ہو گئے ۔ اور چودھویں سال مراد علی خاں صاحب سوز خوان کے شاگرد ہوئے جو اپنے فن علم موسیقی میں یکتائے روزگار تھے بہت ریاض کیا اور بڑی محنت شاقہ سے تعلیم حاصل کی ۔

ان کے والد سید رضا حسین صاحب سوز خوان جن کا خاص وطن لکھنو تھا اور سید مہدی حسین صاحب سوز خوان کے شاگرد تھے ۔ حیدرآباد ١٢٨٢ ف میں آئے (تقریباً ۴۳) سال تک رہے ۔ اور آخر سال ١٣٢٥ ف میں انتقال کئے ۔ سید عابد حسین صاحب نے ان کی تجہیز و تکفین اپنے حسب حوصلہ کی اور دائرہ حضرت میر مومن ؒ صاحب قبلہ میں دفن کیا ۔

یہ اپنے والد کے زمانہ سے حضرت علی اصغر علیہ السلام کا جھولا اٹھاتے تھے ۔ اور گروہ اصغری کے سرگروہ بھی ہو گئے ۔ اس مجلس میں رفتہ رفتہ ترقی ہوئی ۔ اب یہ جھولا بڑی شان و شوکت اور انتظام سے اٹھایا جاتا ہے ۔ ہزارہا مومنین ساتھ رہتے ہیں ۔ کوئی دو بجے اپنے مکان واقع کھیت باؤلی سے نکالتے ہیں اور ابن خاتون کے مزار تک لیجاتے ہیں ۔ اس کے بعد ۵ بجے دیوڑھی نواب محمد مظفر خاں بہادر میں مجلس ہوتی ہے ۔ کثرت سے مومنین زنانہ و مردانہ شریک مجلس ہوتے ہیں ۔ مکرر جھولا اٹھایا جاتا ہے ۔ حق یہ ہے کہ ان کی یہ بنا کردہ مجلس یادگار ہے ۔

اسی طرح ۱۳ ہر ماہ رجب کو اپنے مکان میں ایک مختصر جشن علی الصباح ولادت شہزادہ علی اصغر علیہ السلام کا

کرتے ہیں۔ اوس میں کھانے کا بھی انتظام ہوتا ہے اور ایک بڑا جشن اوسی دن ۹ بجے دن کے عید امیر کے نام سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ولادت کا بڑے جوش و خروش اور بڑے اہتمام سے نواب سید محمد مظفر خاں بہادر کے دولت خانہ میں کرتے ہیں۔ جناب مولوی رضا حسین خاں صاحب رشید خاص طور پہ حصہ لیکر اپنے بیان سے سامعین کو محظوظ فرماتے ہیں۔ ہزار ہا آدمی ہر ملت و مذہب کے شریک جشن رہتے ہیں۔ یہ جشن بھی ان کا یادگار ہے۔

اسی طرح ۱۸ و ۱۹۔ ماہ ذیحجہ کو جشن عید غدیر ہوتا ہے اسمیں بھی ہر مذہب و ملت کے لوگ شریک ہوتے ہیں اور منتخب ذاکرین و واعظین کے مواعظ سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ سید عابد حسین صاحب کی دو بی بیاں ہیں۔ پہلی بی بی سید مہدی حسین صاحب برادر سید محمد عباس صاحب سوزخوان کی دختر ہے اون سے دو فرزند ہیں۔ بڑے فرزند سید عسکری حسین صاحب یہ بھی سوزخوانی کرتے ہیں اور چھوٹے فرزند سید فدا حسین صاحب بھی سوزخوانی کرتے ہیں اور اپنے والد کے ساتھ زیادہ بازو میں پڑھتے ہیں۔ علیحدہ ذاکری کا بہت کم اتفاق ہوتا ہے۔ دوسری بی بی نادر غفور علیمرزا صاحب ابن نواب بہبود یار جنگ مرحوم کی صاحبزادی ہیں۔ ان سے ایک لڑکا ہے اوس کا نام سید ناصر حسین ہے۔ یہ بہت کم سن ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ یہ بھی کچھ سوز وغیرہ پڑھتا ہے۔ خداوند عالم طول عمر کرے سید عابد حسین صاحب بہت خوش اخلاق ہیں اور مزاج میں بہت غربت و انکساری ہے۔ ہر ایک سے بہت جھک کر ملتے ہیں۔ اس وقت ان کا سن غالباً (۵۶) سال کا ہوگا۔ ان کے سوزخوانی میں اکثر حضرات شاگرد ہیں۔ وہ بھی سوزخوانی اچھی طرح کرتے ہیں اور علیحدہ بھی ذاکری کرتے ہیں۔

سید مصطفےٰ حسین صاحب مرثیہ خوان

ان کے والد سید احمد حسین صاحب سوزخوان تھے ان کے انتقال کے بعد سید آل حسن صاحب سوزخوان نے ان کو ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان کا شاگرد کروا دیا تھا۔ انہوں نے بہت جفاکشی و محنت سے ذاکری حاصل کی جب جوان ہوے تو اپنے مجالس کے علاوہ حیدر بیگ صاحب مرثیہ خوان کے مجالس بھی پڑھنے لگے امداد ان کی

ایک نواسی سے ان کی نسبت بھی قرار پائی اور (۲۰ برس بچہ) کو حیدر بیگ صاحب مرثیہ خوان جو اپنی سالانہ مجلس الاوہ بی بی میں کرتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد بوجہ داماد مشہور ہونے کے کئی سال تک یہ مجلس سالانہ کرتے رہے۔ جب یہ مجلس سے سبکدوش ہوے تو بھیرو خاں صاحب مرثیہ خوان وہ مجلس کرنے لگے جو ابتک جاری ہے۔ جب ان کی نواسی سے نسبت ٹوٹ گئی تو سید جعفر علی صاحب ساکن بیگن پلی کی بڑی ہمشیر کے ساتھ شادی ہوگئی۔ اوس سے ایک لڑکی پیدا ہوی جو مرزا مہدی علی صاحب فرزند مرزا باقر علی صاحب ساکن کوہ شریف کو دیگئی۔ جب پہلی بی بی کا انتقال ہوگیا تو اوس کی چھوٹی ہمشیر کے ساتھ دوسری شادی ہوی۔ اس سے دو لڑکے پیدا ہوے۔ ایک سید شفقت حسین صاحب جو مرثیہ خوانی کے علاوہ تجارت بھی کرتے ہیں۔ دوسرے فرزند سید حسین صاحب یہ بھی مرثیہ خوانی کرتے ہیں۔ اور طالب علم میٹرک کامیاب ہیں۔ جب یہ بھی بی بی کا انتقال ہوگیا تو تیسری شادی زوجہ ابراہیم علی خان صاحب مرثیہ خوان کی آغوشی لڑکی کے ساتھ ہوی۔ اس سے ایک لڑکی پیدا ہوی جس کی شادی سید محسن علی صاحب ابن سید عابد علی صاحب مرحوم ساکن کوہ شریف کے ساتھ ہوی۔ جب یہ بی بی کا بھی انتقال ہوا تو چوتھی شادی عباس علی شاہ صاحب کی دختر سے ہوی۔ اس سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ مگر والدہ کے بعد اوس کا بھی انتقال ہوگیا۔ جب متواتر چار شادیاں ہوچکیں تو آخر میں ایک نکاح کیا۔ یہ بی بی موجود ہے

بہر حال یہ بڑے خوش نصیب آدمی ہیں۔ ایک دفعہ حج بیت اللہ الحرام اور زیارت سید الانام سے مشرف ہوے اور ۱۴ یا ۱۵ مرتبہ زیارت کربلائے معلی سے مشرف ہوے۔ ایک بار خراسان اور ملک شام و بیت المقدس کی زیارت سے مشرف ہوے۔ یہ بہت نیک خوش مزاج، خوش نصیب محنتی و جفاکش ہر دلعزیز آدمی ہیں۔ جو کام کو کہئے بے دریغ اور بلا عذر و حیلہ حاضر ہیں۔ کوئی عیب نہیں سمجھتے۔ خواہ وہ ان کی شان کا ہو یا نہ ہو اور مثل اپنے باپ کے ہزارہا نقل و حکایت بیان کرتے ہیں جس کے سننے سے آدمی خود ان کا عاشق و دیوانہ ہوجاتا ہے اور ہر شخص کو نیک صلاح و مشورہ دیتے ہیں اور اچھا راستہ بتلاتے ہیں۔ نماز و روزہ کے بہت پابند ہیں۔ ماشاءاللہ صاحب اولاد ہیں اور اولاد بھی سب نیک فرمانبردار ہے۔ کسی کی برائی میں نہیں ہمیشہ بھلائی میں رہتے ہیں۔ اور الحمد للہ مالی حالت بھی بہت اچھی ہے مفصل خاندانی حالات احمد حسین صاحب سوز خوان کے حوال میں تحریر ہوچکے ہیں۔

یہ ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان کے پروردہ فرزند ہیں۔ جب ابراہیم صاحب کو ایک عرصہ تک اولاد نہیں ہوی تو ان کو لیکر پرورش کیا اور مرثیہ خوانی کی تعلیم و تربیت دی۔ اور بہت قابل کیا خصوصاً ابراہیم علی صاحب کی والدہ نے ان کی پرورش میں زیادہ حصہ لیا۔ اور کافی نگرانی رکھی۔

بہر حال یہ اس وقت بہت اچھے ذاکر ہیں اور آواز میں ایک قسم کا درد ہے۔ اپنے مجالس کے علاوہ ابراہیم علی صاحب کے مجالس بھی وقت مقررہ پر پڑھتے ہیں بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ یہ اپنے مجالس چھوڑ کر اون کے مجالس کی تکمیل کرتے ہیں۔

جب سے ابراہیم علی صاحب کی حالت اون کے فرزند کے انتقال سے رہ گئی ہے اور ان سے بالکل چلا پھرا نہیں جاتا (اس پر بھی مجبوراً وہ ماہ محرم میں ایک دو مجلس اعتقاداً پڑھ لیتے ہیں) اون کے کل مجالس کا دارومدار انہی پر ہے۔

جہانگیر علی صاحب بہت غریب طبیعت کے آدمی ہیں اور بہت کم گو محنتی جفاکش ہیں۔ اس وقت ان کا سن غالباً ۲۸ سال کا ہوگا۔ اس وقت یہ ابراہیم علی صاحب کے مکان میں رہتے ہیں اور ابراہیم علی صاحب ان کو ماہانہ اور سالانہ ان کے اخراجات کے لئے اپنے مجالس کے معاوضہ میں رقم معقول عنایت کرتے ہیں۔

حسن علی صاحب مرثیہ خوان

یہ زمرہ بوہرہ فرقہ سلیمانیہ سے ہیں۔ اوائل جوانی میں اپنے والد شجاعت علی صاحب مرحوم مرثیہ خوان سے تعلیم ذاکری حاصل کی تھی۔ ان کے والد بہت اچھے مرثیہ خوان تھے۔ حیدرآباد کے طرز پر ذاکری کرتے

علاوہ ذاکری کے تجارت بھی کرتے تھے۔ تجارت میں کافی منافعہ حاصل ہوتا تھا۔ مگر ذاکری کو اپنا دین و ایمان سمجھکر نہایت خلوص کے ساتھ مجالس و دنگل میں اپنے کاروبار چھوڑکر محض اعتقاداً بلا عذر وقت معینہ پر آتے تھے اور مرثیہ خوان ان کی صحبت کو غنیمت سمجھکر اپنی ذاکری کے بعد بھی گھنٹوں بیٹھے رہتے تھے۔ اور ذاکرین کی باتوں سے فائدہ حاصل کرتے تھے۔ اسی طرح حسن علی صاحب بھی اپنے والد کے قدم بقدم ہیں کوئی مجلس اور دنگل ان سے کبھی نہیں چھوٹتا۔ جہاں پڑھنا ہو وہ مجلس و دنگل میں وقت سے پہلے آتے ہیں اور ختم دنگل تک رہتے ہیں۔

ان کے والد شجاعت علی صاحب نے ان کو غلام حسین صاحب مرثیہ خوان کا شاگرد بھی کرایا تھا۔ بڑی محنت سے انہوں نے فن ذاکری حاصل کیا تھا۔ اور مہینوں ان کے مکان میں رہکر تعلیم پائی۔ اور بدلیاں کثرت سے پڑھتے رہے۔ اور اکثر ساتھ بھی رہکر مجالس پڑھتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ ان کو کسی مجلس میں جانا تھا اور کہیں اس روز دنگل بھی واقع ہو گیا تو وہ اپنے معاوضہ میں ان کو چھوڑکر چلے جاتے تھے۔ اور ان کے غیاب میں انتظام دنگل کرتے تھے۔ یہ بھی مثل اپنے باپ کے بہت خوش اعتقاد ہونے کے علاوہ متدین بھی ہیں اور ماشاء اللہ ان کی ذاکری بھی بہت اچھی ہے۔ آواز بھی خوب ہے۔ حافظہ ایسا ہے کہ زبانی کثرت سے مرثیہ یاد ہو گئے ہیں۔ اغلب مجالس بہ زبانی ہی پڑھتے ہیں اور اپنی برادری میں اور بلدہ کی جانب مغرب یعنے قلعہ گولکنڈہ اور پل قدیم وغیرہ کے تمام مومنین کے پاس جس قدر مجالس ہوتے ہیں زیادہ حصہ انہی کی دعوت ہوتی ہے۔

ان کی معروفیت اوسی سمت زیادہ رہتی ہے۔ بلدہ کے مجالس بہت کم پڑھتے ہیں۔ ان کا مکان سرائے بوا ہیر میں ہے اور اپنی برادری میں بھی صاحب وقعت اور عزت ہیں۔ ان کے ایک بڑے بھائی مقام سیام میں عامل ہیں۔ ان کے بہت بڑے اعزاز ہیں۔ اس وقت ان کا سن غالباً ۶۰ سال کا ہوگا۔
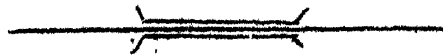
آپ تراب خاں صاحب مرحوم مرثیہ خواں کے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۳۰۲ھ میں ہوئی۔ کمسنی ہی میں جب (۳) یوم کے تھے والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی دادی صاحبہ اور محل جمال خاں صاحب مرحوم مرثیہ خوان نے بڑی محنت و جانفشانی سے پرورش کیا۔ جب چار سال کے ہوئے تو آپ کے والد تراب خاں صاحب نے ۲۳ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ میں دار فانی سے طرف جاودانی کوچ کیا۔ اب سوا دادی صاحبہ کے کوئی سرپرست باقی نہ رہا۔ جب آپ دس سال کے ہوئے تو ان کا بھی انتقال ۴ محرم ۱۳۱۸ھ کو ہو گیا۔ تمام جائداد نقد و مال و متاع و مکانات وغیرہ جو تراب خاں صاحب کی والدہ نے جمع و سنبھال کر رکھا تھا وہ سب ان کے عزیز و اقارب نے تلف و برباد کر دیا۔ صرف یاور خاں صاحب کی شادی اول میں جو ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ میں ہوئی چار یا پانچ ہزار روپیہ خرچ کیا گیا۔ مراد علی خاں صاحب نے دل کھول کے بڑے اہتمام سے جلسہ شادی کا انتظام کیا جس میں تمام ماہران فن علم موسیقی حیدرآباد و سکندرآباد مدعو ہوئے۔ کئی روز برابر رات دن صحبت عیش و نشاط گرم رہی جو آج تک حیدرآباد میں یادگار ہے۔ بس اسی طرح فضول کاموں میں تمام مال تلف و برباد کر دیا گیا۔

یاور خاں صاحب کو پہلی بی بی کے بطن سے ایک فرزند محمد علیخاں مولف کتاب ہذا ۱۳۲۴ھ میں پیدا ہوئے۔ جب اس بی بی کا انتقال ۱۳۳۳ھ میں ہوا تو دوسری شادی ۱۳۳۴ھ میں ہوئی۔ اس بی بی سے متعدد اولادیں ہوئیں سب کا انتقال ہو گیا صرف ایک لڑکا عباس علیخاں جو ۱۳۴۵ھ میں پیدا ہوا۔ الحمد اللہ اس وقت موجود ہے۔

محمد علیخاں دفتر توشک خانہ عامرہ سرکار عالی میں ملازم ہے اور محرم و صفر کے مجالس اور دنگلوں میں برابر ذاکری کرتا ہے۔ اسی طرح عباس علیخاں بھی گھر کے مجالس اور دنگلوں میں برابر ذاکری کرتے ہیں

ابھی ان کی تعلیم جاری ہے۔ بعد تعلیم جو وقت ملتا ہے اکثر ذاکری میں گزرتا ہے۔

جب یاور خاں صاحب اپنے سن و شعور کو پہونچے تو تمام بزرگوں کی پونجی ختم ہو چکی تھی۔ مگر خداوند عالم کا فضل و کرم اور صدقہ آل محمد علیہ السلام کی عنایت شامل حال رہی اور اپنے بزرگوں کے صدقے سے زندگی نہایت اطمینان سے بسر کی۔ اسی لئے بضاعتی میں اپنی چھوٹی دو بہنوا) کی شادی اور اور اپنی ایک شادی کی اور دیگر امور بدستور انجام دیتے رہے۔

آپ کی تعلیم مرثیہ خوانی و سوز خوانی مختلف حضرات سے حاصل ہوی۔ منجملہ ان کے مراد علیخاں صاحب مرحوم اور غلام نقی خاں صاحب عرف چھوٹو خاں صاحب مرحوم اور محمد خبیر اللہ صاحب مرحوم اور ابراہیم علی صاحب اور سید باقر حسین صاحب سوز خوان مرحوم قابل ذکر ہیں۔

جب یہ جوان ہوے تو دنیا کے جھگڑوں کے ساتھ ساتھ سلسلہ تعلیم فارسی، عربی، اور دینیات میں مشغول ہوئے اور مختلف استادوں سے تحصیل کرتے رہے۔ خداوند عالم کا فضل و کرم شامل حال رہا کہ ابتدائے عمر سے اچھی اچھی صحبتیں ملیں۔ علماء کا ساتھ رہا۔ بری صحبتوں سے محفوظ اور ہمیشہ مذہبی اشاغل میں مصروف رہے۔ صوم و صلواۃ کے پابند اور اپنی جوانی کے زمانہ سے نماز شب کے عادی ہو گئے۔

آپ کی مرثیہ خوانی کی آمدنی کے بڑے حصہ کا تعلق محل نواب اکرم الدولہ مرحوم سے خاص طور پر تھا۔ بیگم صاحبہ کی خاص عنایت تھی۔ چنانچہ اپنے ساتھ سفر کربلائے معلی میں بھی رکھا تھا۔ اور جملہ مجالس و دنگل ہمیشہ آپ ہی کے ذریعہ سے انجام پاتے تھے۔ دنگلوں کی تعداد تقریباً بیس بائیس ہوتی تھی۔

علیٰ ہذا القیاس محل نواب بہرام الدولہ مرحوم کی بھی خاص عنایت تھی اور حضرت دلہن بادشاہ صاحبہ مرحومہ محل نواب سالار جنگ اول کی بھی خاص عنایت تھی اور محل نواب احمد یار جنگ مرحوم اور نواب خانخانان مرحوم و مغفور سے بھی معقول آمدنی ماہانہ و سالانہ حاصل ہوتی تھی۔ جب سے ان حضرات کا انتقال ہوا آپ کی آمدنی نذر ذاکری میں بہت فرق آگیا۔ مگر اب بھی بڑی عزت و آبرو سے بسر کرتے ہیں۔ اپنی مجالس مقررہ پڑھنے کے بعد اکثر مجالس نذری میں قربتاً الی اللہ زیادہ حصہ لیتے ہیں۔ ہر ہفتہ میں سات آٹھ مجلسیں نذری مقررہ ہیں۔ خصوصاً بلا ناغہ ہر پنجشنبہ کو درگاہ قدم رسولؐ درگاہ پنجہ شاہ ولایتؑ و نعل مبارک و بارگاہ چھوٹے حضرتؑ الاوہ بی بی و مسجد اثنا عشری میں پڑھتے ہیں اور ہر جمعہ کو مولوی

افضال حسین صاحب کے پاس حدیث کسا کی مجلس ہوتی ہے جس میں شریک رہتے ہیں۔ اور ذاکری کرتے ہیں اور اس کے سوا بھی اکثر مجالس میں شرکت کرتے ہیں۔ اگر کوئی مجبور کردے تو مجلس بھی پڑھتے ہیں۔ حالانکہ سلف سے یہ قاعدہ حیدرآباد میں مقرر ہے کہ کوئی مرثیہ خوان کسی مجلس میں شریک نہیں ہوتا بلکہ شرکت کرنا عیب سمجھتا ہے اوس کی وجہ یہ ہے کہ سامعین دریافت فرماتے ہیں کہ کیا تم بھی پڑھوگے یہ جملہ باعث خجالت ہوتا ہے۔ یا دوسرے ہم پیشہ حضرات خیال کرتے ہیں کہ یہ اپنے پڑھنے کی کوشش کرتے آئے ہیں۔

بہرحال اسی سبب سے اکثر ذاکرین ثواب شرکت مجلس سے محروم رہتے ہیں۔ یہ ایک بدنما طریقہ ہے۔ میں جملہ ذاکرین خصوصاً مرثیہ خوانان صاحبان سے التماس کرتا ہوں کہ آیندہ وہ ضرور شرکت مجلس کے ثواب کو حاصل فرمائیں۔ اور اس بدنما طریقہ کو ترک کریں۔ یاور خاں کے مزاج میں ہمیشہ ہمدردی رہی ہے۔ خواہ وہ اپنا ہو یا بیگانہ حتی الامکان ہمدردی فرماتے رہتے ہیں۔ جب چھوٹو خاں صاحب کا انتقال ہوا تو ایک زمانہ تک اون کی بیوہ اور دوست علیخاں صاحب کی سرپرستی و تعلیم و تربیت کرتے رہے۔ اور ان کے جملہ امور کے کفیل رہے۔ اسی طرح جب مراد علیخاں صاحب کا انتقال ہو گیا تو ان کی بیوہ اور ان کے متعلقین و نثار حسین صاحب کی بھی سرپرستی و تعلیم کا انتظام اور جملہ امور ان ہی کی وجہ سے طے پاتے رہے۔ اسی طرح اب بیچو خاں صاحب مرحوم کی بیوہ اور بچوں کی ہر طرح خبرگیری و سرپرستی کر رہے ہیں۔ اور خود تمام مجالس سالانہ و ماہانہ پڑھ پڑھ کر جو نذر ملتی ہے ان کی بی بی کے حوالے کرتے ہیں۔

آپ کو رات دن مرثیہ بینی کا شغل رہتا ہے۔ اکثر مرثیہ آپ کے منتخب شدہ لاجواب نکلے ہیں اور انتخاب مراثی میں خاصہ ملکہ حاصل ہے۔ بند کے بند مصرع کے مصرع کہہ کہہ کر شریک مرثیہ کرتے ہیں۔ اکثر مطلع بے نظیر و لاجواب اور نہایت شاندار آپ کے حصہ کے ہو گئے۔ قصیدہ و سلام اکثر تصنیف فرمائے ہیں۔ سلاموں کے چند شعر بطور ہدیہ ناظرین کے ملاحظہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔

عزا کا چاند نکلا آسمانِ خون افشاں میں ✤ نشانی ہے اسی غم کی مرے چاکِ گریباں میں
خدا گواہ ہے اسکا اور پیمبر اسکے خواہاں ہیں ✤ نہیں آنسو یہ موتی ہیں ہماری چشم گریاں میں

پڑھیں نانا کا کلمہ اور نواسہ کا گلا کاٹیں ؛ مسلمانو کہو کب حکم ہے ایسا ہی قرآں میں

یہ یاور آپ کا آبائی ذاکر مرثیہ خواں ہے

رقم ہو آج اُس کا نام فہرست ثنا خواں میں

ولہ

حلق شہ پر کیوں رکی پوچھے کوئی شمشیر سے ؛ بولی دست شمر سے شرمندہ تھی شبیر سے

سحر عاشور کی وہ اور وہ اذاں اکبر کی ہائے ؛ اک قیامت تھی عیاں اوس نعرۂ تکبیر سے

عابد بیمار کی بیڑی لی ہے جھنکار کب ؛ شکر خالق کی صدائیں آتی ہیں زنجیر سے

مرتے اکبر جب چلے شہ دل پکڑ کر رہ گئے ؛ حالِ دل شبیر کا پوچھو دلِ شبیر سے

کون کہتا ہے کہ گردن پر لگا اک تیر ظلم

ذبح اصغر ہو گئے اوس حرملہ کی تیر سے

ولہ

عجیب جور و ستم نیم جاں اٹھاتے ہیں ؛ کہ لاشہ پسر نوجواں اٹھاتے ہیں

ردائے فاطمہ باندھی ہے بادباں کیلئے ؛ امام کشتی کا لنگر گراں اٹھاتے ہیں

پسر کی لاش جو تھمتی نہیں ہے ہاتھوں سے ؛ سنبھل سنبھل کے امامِ زماں اٹھاتے ہیں

ٹھہر ٹھہر کے جو چلتے ہیں عابد بیمار ؛ قدم قدم پہ وہ ذرا بیڑیاں اٹھاتے ہیں

مزے کی نیند ہے باغِ جناں میں سوتے ہیں

دبا کے پاؤں ہمیں باغباں اٹھاتے ہیں

آپ اپنے پڑھنے کے مرثیہ خود تحریر کرتے ہیں۔ اب تک سینکڑوں مرثیہ لکھنے کی نوبت آ چکی ہے۔

دو مصرعوں کا لکھا ہوا مرثیہ اس لئے پسند نہیں کرتے کہ اکثر لوگ صحت کا خیال نہیں رکھتے۔ آپ کے پاس مراثی کا بہت بڑا ذخیرہ ہے اور کثرت سے نایاب مرثئے موجود ہیں۔ کچھ تو خاندانی ذخیرہ ہے۔ اور کچھ خود آپ نے زرکثیر صرف کرکے حاصل کیا ہے۔ اور اب تک جس جگہ حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اکثر مرثیہ خوان و مومنین آپ سے مرثیہ سلام، قصیدہ وغیرہ کے نقول حاصل کرتے ہیں رجوع کے دینے میں آپ کو کبھی عذر نہیں ہوتا۔ آپ کے پاس علاوہ مرثیوں کے دینی و مذہبی کتابوں کا بھی اچھا ذخیرہ ہے جن کا مطالعہ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

تراب علی صاحب سرگروہ مرثیہ خوانان کے بعد سرگروہی پر آپ کا ہی انتخاب ہوا تھا مگر تھو خاں صاحب نے اپنے لئے کوشش کی اور ایک رخنہ ڈالا جس پر ابراہیم علی صاحب اور کاظم علی صاحب نے غلام حسین صاحب کا انتخاب کیا لیکن جب غلام حسین صاحب کے بعد سرگروہی کا انتخاب ہوا تو دوبارہ یاور خاں صاحب ہی منتخب ہوئے۔ اس دفعہ بھی ہنجو خاں صاحب نے وہی رخنہ ڈالا لیکن جملہ مرثیہ خوانوں نے آپ ہی کی سرگروہی کو پسند و برقرار رکھا۔

۱۳۵۳ھ سے آجتک جس حسن و خوبی سے آپ اس فرض کو انجام دے رہے ہیں وہ تمام مرثیہ خوانان پر روشن ہے اور دنگل کوہ شریف کے سلسلے میں جو سعی و کوشش فرمائی ہے اس کا تفصیلاً ذکراً پیش کیا جائیگا۔

آپ کی سالانہ مجلس ۲۲ ذالحجہ کو سہ پہر میں بارگاہ حضرت عباس علیہ السلام میں ہوتی ہے۔ خو اپنا نیا سلام اور نیا مرثیہ حسب دستور مرثیہ خوانان پڑھتے ہیں۔ اس کے علاوہ بوجہ انتقال دوست علی ۱۲ ذالحجہ کو سہ پہر میں نعل مبارک کی مجلس اور ہنجو خاں صاحب مرحوم کی بنا کردہ مجلس ۲۰ ذوالحجہ کو سہ پہر میں الاوہ بی بی میں اپنے اخراجات اور اہتمام سے خود انجام دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ کی ۲۷ تاریخ ٹھیک آٹھ بجے شب کے بپابندی وقت اپنے گھر میں بھی مجلس کرتے ہیں جس میں مومنا کا خاصہ مجمع ہوتا ہے۔ محرم و صفر کے زمانہ میں بھی متعدد مجالس کا انعقاد فرماتے ہیں

آپ کے خاندانی حالات واحد خاں صاحب مرثیہ خوان کے واقعات میں تفصیل سے تحریر کئے گئے ہیں۔

سید سراج الحسن صاحب

یہ نواب کمال یار جنگ بہادر کے پاس دفتر میں ملازم ہیں۔ اعتقاداً اپنے گھر میں یا الاوہ بی بی یا کو شریف یا اور عاشور خانوں میں اکثر ذاکری کرتے ہیں۔ ان کے دو چچا ایک سید آل حسن صاحب و سید تعشق حسین صاحب مشہور سوز خوان تھے۔ ان کا حال سید تعشق حسین صاحب سوز خوان کے حالات میں تحریر ہے۔

سید وحید حسن صاحب

یہ فی زمانہ خوب ذاکری کرتے ہیں۔ سید آل حسن صاحب سوز خوان کے فرزند ہیں۔ ان کا حال سید آل حسن کے حالات عہد حضرت غفران مکان میں تحریر ہیں۔

سید محمد حسین صاحب

یہ سید ذاکر حسین صاحب مرحوم کے فرزند اور سید تعشق حسین صاحب سوز خوان کے پوتے ہیں اور اپنے بھائی سید وحید حسن صاحب کے ساتھ پڑھتے ہیں اور علیحدہ بھی ذاکری کرتے ہیں۔ ان کا حال سید تعشق حسین صاحب کے حالات میں تحریر ہے اور نواب کمال یار جنگ بہادر کے پاس ملازم ہیں۔

سید عسکری حسین صاحب و سید فدا حسین صاحب

یہ دونو بھائی سید عابد حسین صاحب سوز خوان کے فرزند ہیں۔ اپنے والد کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

علیحدہ بھی ذاکری کرتے ہیں۔ ان کا ذکر سید عابد حسین صاحب کے حالات میں تحریر ہے۔

سید غلام سجاد صاحب و سید اصغر حسین صاحب

یہ دونوں سید عابد حسین صاحب سوزخوان کے شاگرد ہیں اور دونوں علیحدہ علیحدہ بھی ذاکری کرتے ہیں۔

سید منور حسین صاحب مرحوم

یہ سید مصطفےٰ حسین صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ اور ہمیشہ اپنے بھائی کے ساتھ اور علیحدہ بھی ذاکری کرتے تھے۔ ان کے واقعات سید مصطفےٰ حسین صاحب کے حالات میں تحریر ہیں۔ ان کا انتقال ۲۰ شوال ۱۳۲۶ھ کو مختصر علالت میں ہو گیا۔ خداوند عالم مغفرت کرے۔

سید شفقت حسین صاحب و سید حسین صاحب

یہ دونوں سید مصطفےٰ حسین صاحب کے فرزند ہیں اپنے والد کے ساتھ اور علیحدہ بھی ذاکری کرتے ہیں۔ ان کا ذکر ان کے والد کے حالات میں تحریر ہے۔

سید حمایت علی صاحب

یہ خوب ذاکری کرتے ہیں اور ان کا ایک لڑکا سید صادق حسین گو بہت کمسن ہے مگر خوب ذاکری کرتا ہے۔

میر مومن علی صاحب

یہ کاظم علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم کے شاگرد ہیں۔ علیحدہ ذاکری کرتے ہیں اور اسٹیٹ نواب فخر الملک مرحوم میں بغرض ذاکری ملازم ہیں۔

صمصام علی صاحب و کاظم علی صاحب

یہ دونوں سعادت علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم کے فرزند ہیں جب سے ان کے والد کا انتقال ہوا صمصام علی صاحب اپنے والد کی جگہ مجالس پڑھ رہے ہیں - مگر کاظم علی صاحب بہت کم سن ہیں - دو چار سلام یاد ہیں تبرکاً وہ بھی پڑھا کرتے ہیں -

حفاظت علیخاں صاحب و محمد علیخاں صاحب

یہ دونوں بھائی جعفر خاں صاحب مرثیہ خوان کے فرزند ہیں علیحدہ ذاکری کرتے ہیں - مگر حفاظت علی خاں صاحب کبھی بمبئی میں، کبھی حیدرآباد میں رہتے ہیں اور محمد علیخاں صاحب یاور خاں صاحب کے ساتھ پڑھتے ہیں اور علیحدہ بھی ذاکری کرتے ہیں -

حامد حسین صاحب و رضا حسین صاحب

یہ دونوں بھائی غلام حسین صاحب مرثیہ خوان کے فرزند ہیں - حامد حسین صاحب پلٹن باقاعدہ ملک بیٹھ علاقہ صرف خاص مبارک میں (کیڈٹ) ہیں غالباً سات آٹھ سال سے امیدواری کرتے ہیں اور مرثیہ خوانی بھی کرتے ہیں اور ان کے چھوٹے بھائی ان کے ساتھ پڑھتے ہیں اور علیحدہ بھی ذاکری کرتے ہیں - ان کے حالات غلام حسین صاحب کے واقعات میں تحریر ہیں -

محمد علی صاحب

یہ ابراہیم علی صاحب مرثیہ خوان کے شاگرد ہیں - اپنے استاد کے ساتھ اور علیحدہ بدلیاں بھی پڑھتے ہیں -

افتخار حسین سلمہٗ

یہہ نثار حسین صاحب مرثیہ خوان کے فرزند ہیں۔ گو ابھی بہت کم سن ہیں۔ مگر گھر کے مجالس اور دنگلوں میں ذاکری کرتے ہیں۔ اور ساتھ بھی اچھی طرح پڑھتے ہیں۔

عباس علیخاں سلمہٗ مولف کتاب ہذا

ان کے حالات یاور خاں صاحب کے واقعات میں تحریر ہیں۔ یہ اپنے والد کے ساتھ مجالس پڑھتے ہیں اور علیحدہ بھی اپنے گھر کے مجالس و دنگلوں میں اور بدلیاں پڑھتے ہیں۔

فہرست اسمائے شاگرد مرثیہ خوانان و شوقین حال

نمبر	نام شاگرد و شوقین	کیفیت	نمبر	نام شاگرد و شوقین	کیفیت
۱	شبیر علی صاحب	شوقین	۷	فرخندہ علی صاحب	شاگرد وحید حسن صاحب
۲	عنایت حسین صاحب	"	۸	شاہ حسین صاحب	شاگرد سعادت علی صاحب مرحوم
۳	عباس حسین صاحب	"	۹	مرزا محمد علی بیگ صاحب نوحہ خوان	شاگرد ابراہیم علی صاحب
۴	سجاد حسین صاحب	"	۱۰	جعفر علی صاحب	شوقین
۵	رضا حسین صاحب	شاگرد حمایت علی صاحب	۱۱	امداد علی صاحب	شاگرد حمایت علی صاحب
۶	حسین علی صاحب	شاگرد وزیر علی صاحب			

فہرست اسمائے بازوداران حضورمیں

نشان سلسلہ	نام بازوداران	کیفیت	نشان سلسلہ	نام بازوداران	کیفیت
١	پیارے صاحب	یہ سرکاری ملازم تھے شوق سے بازوداری کرتے تھے علیحدہ بھی رہتے تھے	١٥	ننھے صاحب	بازوداری کرتے تھے
			١٦	مراد خاں صاحب	〃 〃 〃
			١٧	سید حسین صاحب	〃 〃 〃
٢	لاڈلے صاحب	〃 〃 〃	١٨	حافظ صاحب	〃 〃 〃
٣	محمد جمال صاحب	〃 〃 〃	١٩	محمد اکبر صاحب	〃 〃 〃
۴	خدابخش صاحب	〃 〃 〃	٢٠	محمد خاں صاحب	〃 〃 〃
۵	امیر علی صاحب	〃 〃 〃	٢١	جمال صاحب	〃 〃 〃
٦	روشن علی صاحب	〃 〃 〃	٢٢	تراب صاحب	〃 〃 〃
٧	عبدالرحیم صاحب	〃 〃 〃	٢٣	اکبر صاحب	〃 〃 〃
٨	مغل صاحب	〃 〃 〃	٢۴	حسام الدین صاحب	〃 〃 〃
٩	الطاف حسین صاحب	〃 〃 〃	٢۵	بڈھن صاحب	〃 〃 〃
١٠	سید حیات صاحب	〃 〃 〃	٢٦	قاسم خاں صاحب	〃 〃 〃
١١	روشن علی صاحب ایشہ بلقمی	〃 〃 〃	٢٧	عباس علی صاحب	〃 〃 〃
١٢	قادر بیگ صاحب	〃 〃 〃	٢٨	اعظم علی صاحب	〃 〃 〃
١٣	محمد حسین صاحب	〃 〃 〃	٢٩	محمد سالار صاحب	〃 〃 〃
١۴	ولایت علی صاحب	〃 〃 〃	٣٠	محمد اسمٰعیل صاحب	〃 〃 〃

نمبر	نام	کیفیت	نمبر	نام	کیفیت
۳۱	اکبر بادشاہ صاحب	بازو داری کرتے تھے۔	۳۷	نثار علی صاحب	بازو داری کرتے تھے
۳۲	[illegible] صاحب	〃 〃 〃	۳۸	سرور علی صاحب	〃 〃 〃
۳۳	بندہ علی صاحب	〃 〃 〃	۳۹	جان محمد صاحب	〃 〃 〃
۳۴	وفادار صاحب	〃 〃 〃	۴۰	یٰسین علی صاحب	〃 〃 〃
۳۵	ریاست خاں صاحب	〃 〃 〃	۴۱	خواجہ مومن صاحب	〃 〃 〃
۳۶	محمد [illegible] صاحب	〃 〃 〃	۴۲	خواجہ علی صاحب	〃 〃 〃

فہرست اسمائے بازو داران حال

نمبر شمار	نام بازو داران	کیفیت	نمبر شمار	نام بازو داران	کیفیت
۱	شمس الدین صاحب	بازو داری کرتے ہیں	۱۲	حسن علی صاحب	بازو داری کرتے ہیں
۲	چھوٹے صاحب	〃 〃 〃	۱۳	بہرام خاں صاحب	〃 〃 〃
۳	سید تاور حسین صاحب	〃 〃 〃	۱۴	احمد علی صاحب	〃 〃 〃
۴	سید آغا موسیٰ رضا صاحب	〃 〃 〃	۱۵	ننھے صاحب	〃 〃 〃
۵	محمد علی صاحب	〃 〃 〃	۱۶	محرم علی صاحب	〃 〃 〃
۶	جمال صاحب	〃 〃 〃	۱۷	مبارک علی صاحب	〃 〃 〃
۷	ظہور علی صاحب	〃 〃 〃	۱۸	ہدایت علی صاحب	〃 〃 〃
۸	احمد حسین صاحب	〃 〃 〃	۱۹	محبوب علی صاحب	〃 〃 〃
۹	مہتاب صاحب	〃 〃 〃	۲۰	محمد اسماعیل صاحب	〃 〃 〃
۱۰	قمر علی صاحب	〃 〃 〃	۲۱	منشی صاحب	〃 〃 〃
۱۱	سید حسین صاحب	〃 〃 〃	۲۲	خواجہ میاں صاحب	〃 〃 〃

۲۳	فصیح الدین صاحب	بازو داری کرتے ہیں	۲۵	اصغر علی صاحب	بازو داری کرتے ہیں۔
۲۴	قاسم علی صاحب	؍؍ ؍؍ ؍؍		......	......

فہرست مجالس سالانہ مرثیہ خوانان حسب عادت قدیم جو ماہ ذی الحجہ میں ہر سال ہوتی ہیں

تعداد مجالس	نام بانی مجلس	مقام مجلس	تاریخ مجلس مع وقت	کیفیت
۱	سید وحید حسن صاحب	الاوہ بی بی	۱۱؍ ذی الحجہ سہ پہر	
۲	سید عابد حسین صاحب	کوچہ کرٹو بیہ صاحب	۱۹ ؍؍ ؍؍ ؍؍	
۳	حفاظت علی خانصاحب	الاوہ بی بی	۲۰ ؍؍ ؍؍ ؍؍	
۴	دوست علی خانصاحب مرحوم	نخل مبارک	۲۱ ؍؍ ؍؍ ؍؍	اب یہ ہر سہ مجلس یاور خاں صاحب کرتے ہیں
۵	یاور خاں صاحب	بارگاہ حضرت عباسؑ	۲۲ ؍؍ ؍؍ ؍؍	
۶	ابراہیم علی صاحب	ایضاً	۲۳ ؍؍ ؍؍	
۷	سعادت علی صاحب مرحوم	پنجہ شاہ ولایت	۲۴ ؍؍ ؍؍	
۸	حامد حسین صاحب	درگاہ قدم رسولؐ	۲۵ ؍؍ ؍؍	
۹	میر تراب علی صاحب	پنجہ شاہ ولایت	۲۶ ؍؍ ؍؍	اب یہ مجلس مولوی میر انور علی صاحب متولی درگاہ کرتے ہیں۔
۱۰	وزیر علی صاحب	درگاہ قدم رسولؐ	۲۷ ؍؍ ؍؍	
۱۱	سید ولی صاحب مرحوم	پنجہ شاہ ولایت	۲۸ ؍؍ ؍؍	اس مجلس کیلئے علاقہ خزانہ صرف خاص مبارک سے

معمول مبلغ (۱۰ عہ) مقرر ہے سید ولی صاحب کے بعد درویش علی صاحب پر اجرائی ہوئی اور
درویش علی صاحب مرحوم ان کے دو صاحبزادیوں پر اجرائی ہوئی۔ ایک سال بڑی صاحبزادی اور
ایک سال چھوٹی صاحبزادی مجلس کرتی ہیں۔ پخت کا انتظام ہوتا ہے۔ اکثر مرثیہ خوانان مدعو ہوتے ہیں۔

سابق میں بہت دنگل ہوتے تھے بلکہ ایک ایک روز دس دس دنگل کی نوبت آتی تھی۔ اب
بجائے دنگل مجالس سالانہ کثرت سے ہوتے ہیں۔ موجودہ زمانہ کے دنگلوں کی فہرست ذیل ہے

نمبر شمار	تاریخ مجلس	اسم بانی دنگل	مقام دنگل	نذر حاصل کیجاتی ہے یا بہ نذر ثواب	تعداد مصارف	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱	۱۷ محرم	جناب مولوی سید عسکری حسین صاحب	قریب حسینی علم	نذر حاصل ہوتی ہے	عصہ ۲	
۲	۱۹ " "	" " داور علی صاحب " سید نور الہدی صاحب متولیان	درگاہ حضرت عباس ع	بہ نذر ثواب	سے	علم حضرت سکینہ علیہا السلام اٹھایا جاتا ہے
۳	۲۰ " "	" میر ولایت حسین صاحب نقوی	حیدر گوڑہ	بہ نذر ثواب	عہ ۸/	ایضاً
۴	" "	الاوہ حضرت سکینہ علیہ السلام	عقب الاوہ ملاحی جمم	" "		ایضاً
۵	۲۲ " "	جناب نواب بندہ علیخاں بہادر	قریب قلعہ گولکنڈہ	نذر حاصل کیجاتی ہے	صہ	علاوہ نذر کرایہ آمد و رفت بھی ایصال کیا جاتا ہے۔
۶	۲۴ " "	مرزا غلام حیدر صاحب	احاطہ نواب شوکت جنگ بہادر	"	عصہ ۲	
۷	۲۶ " "	" حاجی طیب علی صاحب	سرائے بوا ہیر	"	عہ	
۸	۲۷ " "	جناب میر انور علی صاحب و " میر نور الہدی صاحب متولیان	درگاہ حضرت عباس ع	بہ نذر ثواب	سے	ضریح مبارک اٹھائی جاتی ہے۔
۹	۲۹ " "	" نواب علی یار جنگ بہادر	ملک پیٹھ	نذر حاصل کیجاتی ہے	صہ	کرایہ آمد و رفت بھی ایصال کیا جاتا ہے

ضمیمہ

فہرست

۱۔ عرض حال	۱۹۵
۲۔ میر فدا علی صاحب و حمزہ علی صاحب سوزخوان لکھنوی۔	۱۹۶
۳۔ عابد علی صاحب سوزخوان لکھنوی۔	۱۹۷
۴۔ مرزا اچھے صاحب سوزخوان لکھنوی۔	۱۹۸
۵۔ سید سجاد حسین صاحب سوزخوان لکھنوی۔	۱۹۹
۶۔ نادر صاحب سوزخوان لکھنوی۔	۲۰۰
۷۔ منجھو صاحب سوزخوان لکھنوی	۲۰۱
۸۔ بندہ حسن صاحب سوزخوان لکھنوی	۲۰۲
۹۔ سالانہ دنگل کوہ شریف	۲۰۳
۱۰۔ تفصیلی حالات دنگل کوہ شریف و گروہ مرثیہ خوانان	۲۰۵
۱۱۔ حسابات آمد و خرچ دنگل کوہ شریف بابتہ ۱۳۵۳ھ	۲۱۰
۱۲۔ حسابات آمد و خرچ دنگل کوہ شریف بابت ۱۳۵۴ھ	۲۱۲
۱۳۔ حسابات آمد و خرچ دنگل کوہ شریف بابتہ ۱۳۵۵ھ	۲۱۴
۱۴۔ حسابات آمد و خرچ دنگل کوہ شریف بابتہ ۱۳۵۶ھ	۲۱۶
۱۵۔ حسابات آمد و خرچ دنگل کوہ شریف بابتہ ۱۳۵۷ھ	۲۱۹
۱۶۔ حسابات آمد و خرچ دنگل کوہ شریف بابتہ ۱۳۵۸ھ	۲۲۱
۱۷۔ حسابات آمد و خرچ دنگل کوہ شریف بابتہ ۱۳۵۹ھ	۲۲۴
۱۸۔ حسابات آمد و خرچ دنگل کوہ شریف بابتہ ۱۳۶۰ھ	۲۲۷
۱۹۔ قطعات مادۂ تاریخ طباعت کتاب ہذا	۲۳۰

عرضِ حال

چونکہ یہ تذکرہ مرثیہ خوانوں کا ہے اور بعض مرثیہ خوان ایسے بھی تھے جو لکھنو سے ایام عزا میں آتے اور بعد ختم مجالس اپنے وطن واپس ہوتے۔ ان کا ذکر اس مجموعہ میں نہ کرنا بداخلاقی اور ناانصافی تھی۔ اس لئے آخر میں بطور ضمیمہ ان کے حالات جس قدر معلوم ہوسکے درج کئے گئے ہیں۔

ذگل کوہ شریف اور گروہ مرثیہ خوانان کا ذکر چونکہ ناگزیر تھا اس لئے وہ بھی یہاں تفصیلاً عرض کردیا گیا ہے۔ آخر میں حسابات آمد و خرچ ذگل کوہ شریف کے تختے مِن ابتدائے ۱۳۵۳ھ لغایتہ ۱۳۶۰ھ عام اطلاع کی غرض سے شامل کردیئے گئے ہیں۔

مؤلف

میر فدا علی صاحب و حمزہ علی صاحب سوز خوان

یہہ دونوں اعلیٰ درجہ کے سوز خوان تھے۔ ان کا اصل وطن لکھنؤ تھا۔ حیدر آباد میں سیر و تفریح کرتے چلے آئے تھے۔ یہاں آنے کے بعد اکثر مجالس پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کے شریک کار اور باز و حمزہ علی صاحب تھے۔ جب ان کی سوز خوانی کا زیادہ شہرہ ہوا تو نواب فخر الملک مرحوم نے یاد فرمایا اور مجلس پڑھائی۔ اس کے بعد پھر اپنے پاس ملازم کر کے رکھ لیا۔ ماہانہ چالیس روپیہ ماہوار مقرر ہوئی۔ اور دو وقت کا خاصہ نواب صاحب کے ساتھ کھانے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اور نواب صاحب کی بہت عنایت تھی۔ جب مجلس میں سامنے سوز خوانی کرنے کا شرف حاصل ہوتا تھا تو کچھ نہ کچھ علاوہ ماہوار کے بطور انعام عنایت ہوتا رہتا تھا۔ یہ اپنے فن میں لاجواب بے مثل تھے جن کا اوس وقت تمام بلاد ہندوستان میں بہت شہرہ تھا۔

بہر حال ایک دفعہ کا واقعہ یہ ہے کہ مراد علیخاں صاحب سوز خوان کے پاس کچھ نذر تھی ان کی اور بہت سے گوئیوں کی دعوت تھی۔ کھانے کے بعد جب گوئیوں کو معلوم ہوا کہ یہی میر فدا علی صاحب سوز خوان ہیں تو گوئیوں نے خواہش کی کہ کچھ سوز سنائیے۔ میر فدا علی صاحب نے کہا کہ آپ کی خواہش بجا ہے مگر وقت ہے۔ میں کھانا کھا چکا ہوں اس وقت سوز سنانا مشکل ہے۔ جب زیادہ اصرار کیا تو کہا اچھا سنو دو چار سوز پڑھتا ہوں۔ بہر حال دو چار سوز کوئی دو چار گھنٹہ میں تمام کیا۔ تمام لوگوں نے انتہائی تعریف کی کہ یہ کام آپ کا ہی ہے۔ اس کے بعد میر فدا علی صاحب نے کہا کہ کچھ سوز آپ حضرات بھی سنائیے۔ سب نے کہا کہ ہمیں عذر نہیں مگر سوز خوانی کرنا۔ آپ کا حصہ ہے اور گانا بجانا ہمارا کام ہے۔ ہم گانے کے لئے حاضر ہیں مگر سوز خوانی آپ کے سامنے کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔

بہر حال تمام گوئیوں نے بہت تعریف کی بلکہ عاشق و شیدا ہو گئے۔ پھر ایسے مواقع اکثر ہونے رہے تمام سوز خوانوں میں اور گویوں میں میر فدا علی صاحب کی بہت عزت تھی۔ اور میر فدا علی صاحب

بھی حیدرآباد کی مرثیہ خوانی کی بہت تعریف کرتے تھے کہ حقیقت میں مرثیہ خوانی کیلئے یہاں کے سوز زیادہ موزوں و موثر ہیں کہ چار آنسو نکلتے ہیں اور بے عیب ہیں اور شریعت کے خلاف بھی نہیں۔ ہماری سوز خوانی سے تو علماء ناراض ہو کے چلے جاتے ہیں جس نے اس کی بناء کی۔ وہ شخص قابل قدر و لائق تحسین ہے کہ سب سے ایک اعلیٰ طریقہ اختیار کر کے نئی صورت پیدا کی ہے۔

بہرحال میر فدا علی صاحب کچھ دن حیدرآباد میں رہے پھر یہاں سے لکھنؤ واپس چلے گئے۔ وہاں جانے کے کچھ دن بعد انتقال ہوگیا۔ خداوند عالم مرحوم کے درجات عالی کرے۔ چونکہ میر حمزہ علی صاحب کے حالات ہمدست نہیں ہوئے اس لئے تحریر نہیں کئے گئے۔

عابد علی خاں صاحب سوز خوان

یہ لکھنؤ کے قدیم سوز خوان تھے اور اعلیٰ درجہ کے سوز خوانوں میں ان کا شمار تھا۔ حیدرآباد میں نواب بہرام الدولہ مرحوم کے پاس برسوں ملازم تھے۔ ان پر نواب صاحب کی بہت عنایت تھی۔ نواب صاحب کے بڑے مجالس میں اکثر یہ اور مراد علیخاں صاحب سوز خوان ذاکری کرتے رہے اور اکثر امرائے نامدار کے پاس خاص طور پر ذاکری کرتے تھے۔ یہ اپنے فن ذاکری میں بہت کامل تھے اور لکھنؤ میں اکثر سوز خوان ان کے شاگرد تھے۔

ان کی دو بہنیں بھی اعلیٰ درجہ کی سوز خوانی کرتی تھیں۔ جب حیدرآباد میں آئیں تو تراب خاں صاحب مرثیہ خوان کے گھر میں مہمان رہیں اور تراب خاں صاحب نے محل نواب مکرم الدولہ کی خدمت میں ذکر کیا کہ سرکار عابد علیخاں صاحب سوز خوان کی دو بہنیں لکھنؤ سے آئی ہیں اور بہت اچھی سوز خوانی کرتی ہیں۔ سرکار ضرور ان کی سوز خوانی سماعت فرمائیں۔ حضرت بیگم صاحبہ نے یاد فرما کر اپنے گھر کی مجالس پڑھوائیں اور بڑی عزت و منت سے کچھ دن کے بعد رخصت کیا کہ تمام لکھنؤ میں بیگم صاحبہ کی اس عزت افزائی کا بڑا شہرہ ہوگیا۔ اس کے بعد اکثر مسماۃ اسی زمرہ کی آئیں ان کے ساتھ بھی بہت سلوک و سلوک کیا گیا۔ پھر ایک زمانہ تک میر انس صاحب مرحوم کی صاحبزادی منجھلی بیگم صاحبہ آئیں اور کئی سال

تک مجالس پڑھتی رہیں۔ ان کے مجالس میں ہزارہا عورتیں آتیں اور خوب مجمع ہوتا تھا اور بڑی اچھی مجالس پڑھتی رہیں۔ ان کی پیش خوانی میں بیگم صاحبہ کی خادمائیں اور منی بیگم صاحبہ لکھنوی سوز خوانی کرتی رہیں یہ مجالس زنانی حیدرآباد میں یادگار ہیں۔ ہزارہا روپیہ کے اخراجات ہوتے تھے۔ عابد علیخاں صاحب کے تین فرزند تھے۔ بڑے فرزند منن خاں صاحب۔ ان سے چھوٹے رجو خاں صاحب اور ان سے چھوٹے کا نام معلوم نہیں۔ یہ تینوں فرزند بھی سوز خوان ہیں اور بہت اچھی سوز خوانی کرتے ہیں۔ چنانچہ بڑے فرزند منن خاں صاحب کو نواب احمد یار جنگ مرحوم نے اپنے بڑے مجالس میں عارف صاحب مرحوم کے فرزند فائق صاحب پڑھتے تھے۔ پڑھنے کے لئے ایک سال طلب فرمایا۔ یہ آکر حیدرآباد میں اچھے اچھے مجالس پڑھے۔

عابد علیخاں صاحب کے سوز بتلانے میں ایک خاص اثر تھا۔ ان کے تمام شاگرد اعلیٰ درجہ کے سوز خوان ہوئے ہیں۔

عابد علیخاں صاحب کے مزاج میں بہت عزیمت تھی اور بہت کم گو آدمی تھے اور اپنے کمال کی وجہ سے ہر دل عزیز تھے۔ لوگ ان سے بہت محبت رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ بڑے مہمان نواز بھی تھے۔ اکثر لوگ آپ کے پاس آکر مہمان رہتے تھے۔ ہرچند مرثیہ خوانان کو مرثیہ بہت عزیز رہتا ہے۔ مگر عابد علیخاں صاحب سے جس نے جس مرثیہ کا سوال کیا فوراً لکھ کر دیتے تھے۔ ان کا انتقال لکھنؤ میں ہوا

مرزا اچھے صاحب سوز خوان لکھنوی

یہ مرزا اوج صاحب کے داماد تھے۔ گھر کے بہت پورے تھے اور لکھنؤ کے معزز خاندان سے تھے بلکہ وہاں کے نوابوں میں ان کا شمار تھا۔ مالی حالت بھی بہت اچھی۔ اکثر ذاکری کرتے تھے اور یہ سلسلہ ذاکری نواب صاحب رامپور کے پاس سے وظیفہ پاتے تھے۔ حیدرآباد میں ماہ صفر میں نواب مرزا فیاض علیخا صاحب مرحوم کے پاس سالہا سال برابر آتے رہے اور مجالس پڑھتے رہے۔ یہ سوز خوانی کرتے تھے اور اوج صاحب اپنے تو تصنیف مرثیہ منبر پر پڑھتے تھے۔ ان کے یہ مجالس بہت یادگار ہیں۔ مرحوم ولد

کے لوگ کثرت سے شریک ہوتے تھے۔ اور کئی سال تک حضرت غفران مکان رحمتہ اللہ علیہ بھی رونق افروز ہوتے رہے۔

نواب مرزا فیاض علیخاں صاحب مرحوم یہ مجالس بڑی کشادہ پیشانی سے کرتے تھے۔ ہر روز اکثر لوگوں کے لئے کھانے کا انتظام ہوتا تھا۔ اور عمدہ عمدہ اقسام کی پخت ہوتی تھی۔ بہر حال اچھے صاحب لکھنؤ کے منتخب ذاکروں میں تھے۔ طغیانی سے پہلے حیدرآباد میں آتے تھے۔ طغیانی ہوکر (۴۴) سال کا عرصہ ہوتا ہے اس وقت ان کا سن غالباً (۵۰ یا ۵۵) سال کا ہوگا۔ اچھے صاحب کا ایک لڑکا بھی اس وقت نوجوان تھا وہ بھی ہمراہ آتا تھا اور ساتھ بازو میں سوز خوانی اچھی طرح کرتا تھا اور ان کے بازو اچھے سریلے تھے۔ باقی حالات ہم دست نہیں ہوے۔ اچھے صاحب میں ایک عادت تھی کہ اثنائے سوز خوانی میں باتیں بہت کرتے تھے۔ اور اپنی سوز خوانی پر بہت دعویٰ تھا اور کہتے تھے کہ کوئی اس طرح پڑھے تو معلوم ہوگا۔ یہ چیزیں میرے حصہ کی ہیں۔

سید سجاد حسین صاحب سوزخوان لکھنوی

⁂

یہ لکھنؤ کے مشہور و معروف اور منتخب سوز خوانوں میں تھے ان کی آواز خداداد تھی اور بہت خوش آواز تھے اور اس قدر بلند تھی کہ اس کی مثال نہیں ملسکتی۔ یہ جب سوز شروع کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ مجلس روشن و منور ہوگئی۔ اور ان کے مرثیہ کی تعریف تو ہو نہیں سکتی۔ خصوصاً لکھنؤ کے سوز خوانوں میں مرثیت ان کے حصہ میں خدا نے ودیعت فرمادی تھی۔ ان کے مرثیہ پر اس قدر رقت ہوتی تھی کہ لوگ روتے روتے غش ہوجاتے تھے۔ خصوصاً یہ سلام لوگ بہت خواہش سے فرمائش کرکے پڑھواتے تھے۔ (رویا کیا جو پیاسے اصغر تمام رات) حقیقت حال یہ ہے کہ خوب پڑھتے تھے۔ گویا یہ سلام ان کے حصہ کا تھا۔ یہ حیدرآباد میں علاوہ بہرام الدولہ بہادر مرحوم کے اور بہت جگہ مجالس پڑھتے تھے اور ہر مجلس ان کی کامیاب رہتی تھی۔

جب حیدرآباد میں آتے تھے حکیم سید بادشاہ علی صاحب المتخلص ضیا مرحوم کے پاس رہتے تھے۔

اور ان کے داماد مشہور تھے۔ متعدد سال آئے اور خوب خوب مجالس پڑھے۔ ان کے تفصیلی حالات بہمدست نہیں ہوے۔ ان کی سوزخوانی کو قدیم لوگ ابتک یاد کرتے ہیں کہ ایسا خوش گلو بلند آواز کوئی سوزخوان نہیں سنا۔ معلومات بھی بہت اچھے تھے۔ باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی۔ خداوند عالم ان کے درجات عالی کرے جب یہ حیدرآباد آتے تھے اسُ وقت ان کا سن غالباً (۴۰ یا ۴۵) سال کا ہوگا۔ بہت حلیم و سنجیدہ آدمی تھے۔ مزاج میں انکساری بہت تھی اور اخلاق بہت وسیع تھے اور طبیعت میں حد درجہ شرافت تھی! حیدرآباد میں ان کی سوزخوانی کے زمانے کو قریب (۴۰) سال گزرے ہونگے ان کے والد کا نام سید ولایت حسین صاحب سوزخوان تھا ان کے حالات بھی بہمدست نہیں ہوے۔

نادر رضا صاحب سوزخوان لکھنوی

یہہ اعلیٰ درجہ کے سوزخوان اور باکمال شخص اور اپنے فن کے ممتاز آدمی ہیں۔ اور حیدرآباد میں حسب الطلب نواب بہرام الدولہ مرحوم و مغفور متعدد مرتبہ آئے اور خوب خوب مجالس پڑہے اور ان کے مجالس میں بہت اچھی طرح گریہ و زاری ہوتی رہی۔ بلکہ ان کے یہ مجالس بلحاظ کمال کار یادگار ہیں۔ اعلیحضرت کے اکثر سلاموں پر اچھے اچھے سوز رکھکر سامنے پڑہنے کی بھی عزت حاصل کی حسب الحکم نواب صاحب ایک دن مجلس میں نادر صاحب سوزخوانی کرتے تھے اور دوسرے دن منجو صاحب آپس میں ان دونوں کے کچھ شکر رنجی ہو جانے سے نواب صاحب نے نادر صاحب کو بلانے میں تامل فرمایا۔

نادر صاحب فی زمانہ امام باڑہ ہوگلی (جو قریب کلکتہ ایک بڑے تاجر کا ہے) میں ملازم ہیں اور معقول یافت پاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اطراف و اکناف کلکتہ میں بھی اکثر مجالس پڑہنے کیلئے جاتے ہیں۔ نادر صاحب گانے بجانے میں بڑے منے خاں صاحب ٹپہ والے مشہور استاد لکھنوی کے شاگرد ہیں اور سوزخوانی حکیم رضا حسین صاحب المتخلص بہ تنہا سے حاصل کی ہے۔ سوزخوانی میں اس قدر محنت شاقہ کی کہ بیان سے باہر۔ مہینوں ریاض کیا اور روزانہ گھنٹوں محنت کی۔ تب اتنا بڑا نام حاصل ہوا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ نادر صاحب کے والد جاگیردار تھے مگر ان کے بڑے بھائی نے اپنے والد کی تمام جائیداد تباہ و برباد کر دی۔ اس لئے نادر صاحب سوزخوانی کرنے لگے اس میں خدا کے فضل و کرم سے منتخب ذاکر ہوئے۔

نادر صاحب کو پانچ اولاد ہیں جس میں دو فرزند ہیں۔ بڑے کا نام محمد سبطین صاحب عرف ہنے صاحب یہ بھی ملازم ہیں۔ اور بہت اچھی سوزخوانی کرتے ہیں۔ دوسرے فرزند کا نام للن صاحب، یہ بھی سوزخوانی کرتے ہیں اور تین لڑکیاں ہیں۔ نادر صاحب کے متعدد شاگرد ہیں مگر قابل ذکر (۵ یا ۶) شخص ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ شہزادۂ آصف مرزا صاحب اور امتیاز حسین صاحب جاگیردار۔ یہ دو بڑے آدمی ہیں اعتقاداً ذاکری کرتے ہیں۔ اور چھبن صاحب اور واجد حسین صاحب اور امجد حسین صاحب یہ شاگرد خود سوزخوانی کرتے ہیں اور زندہ رضا صاحب عرف افضل حسین صاحب یہ پہلے عابد علیخاں صاحب سوزخوان کے شاگرد تھے۔ اور محمد حسن خاں صاحب ہین کار کے بھی شاگردی کی۔ اور اب خود سوزخوان ہیں۔ نادر صاحب کے ساتھ بازو میں امیر حسین صاحب بلگرامی سوزخوان اور زندہ رضا صاحب اور واجد حسین صاحب بہت زمانہ تک پڑھتے رہے۔ واجد حسین صاحب ان کے عزیز بھی ہیں۔

حیدرآباد دکن میں اکثر مجالس بہت اچھی اچھی پڑھی ہیں۔ اور بہت نیک آدمی ہیں۔ نادر صاحب کا سن اس وقت غالباً (۷۰ یا ۷۵) سال کا ہوگا۔ مگر بہت قوی اور تنومند ہیں۔ ذاکری میں جوانوں سے زیادہ کام کرتے ہیں اور نماز روزہ کے بہت پابند ہیں۔ اپنی عزیز زندگی بڑی عزت سے بسر کی۔ علاوہ سوزخوانی کے شاعر بھی ہیں۔ اکثر سلام اپنی تصنیف کے اپنی ذاکری میں پڑھتے ہیں کلام بھی بہت اچھا ہے۔

منجھو صاحب سوزخوان لکھنوی

یہ میر پناہ علی صاحب کے فرزند ہیں اور بہت خوش گلو بلند آوازہ ہیں۔ ان کے معلومات بھی بہت وسیع ہیں۔ اپنی تمام عمر عزیز سوزخوانی میں بسر کی بہت کچھ ریاض کیا جب صاحب کمال ہوئے ان کی سوزخوانی ہر کس و ناکس حیدرآباد میں خواہش سے سنتا ہے۔ ان کے اخلاق بھی بہت وسیع ہیں۔ بوجہ کمال ان کو ہر

شخص دوست رکھتا ہے ۔ یہ سوز خوانی میں میر علی محمد صاحب مرحوم سوز خوان کے شاگرد تھے اور انھوں نے ان کو اپنی بیٹی بھی دی) اوس سے ایک فرزند جوان موجود ہے ۔ وہ ان کا اور اپنے نانا کی کل جائداد کا مالک ہے جس سے معتدبہ کرایہ وصول ہوتا ہے ۔ اون کی اور اون کی والدہ کی گزر اوقات اُسی آمدنی سے ہوتی ہے ۔

منجھو صاحب عشرہ محرم کے مجالس نواب صاحب رامپور کے پاس ہمیشہ پڑھتے ہیں اور وہاں لازم بھی ہیں ۔ نواب صاحب کی ان پر بہت عنایت ہے ۔ وہاں سے رخصت حاصل کر کے حیدرآباد آتے ہیں ۔ یہ سلسلہ ان کا قریب (۳۵) سال سے برابر جاری ہے ۔ اب ہر سال نواب تراب یار جنگ بہادر کے پاس خوب خوب مجالس پڑھتے ہیں ۔ نواب صاحب کے علاوہ اکثر امراء کے پاس بھی مجالس پڑھتے ہیں ۔ محل نواب مکرم الدولہ مرحوم بھی اپنے دس مجالس میں ان کو پڑھواتی تھیں اور نواب سالار جنگ بہادر کی ان پر بہت عنایت ہے ۔ ان کے ایک شاگرد ولی حیدر صاحب ہیں ۔ وہ بھی کئی سال سے ہمراہ آتے ہیں گزشتہ سال بوجہ علالت منجھو صاحب کل مجالس بھی ولی حیدر صاحب پڑھے ہے ۔ ہمارے اعلیحضرت نے ان کو بہ صلہ ذاکری ایک سو روپیہ ماہوار سکہ کلدار جاری فرمائے ہیں ۔

ان کی عمر اس وقت غالباً (۶۵ یا ۷۰) سال کی ہوگی ۔ اب بہت رہ گئے ہیں مگر پھر بھی بہت اچھا پڑھتے ہیں اور سب ان سے خوش ہیں ۔ بندہ حسن خاں صاحب سوز خوان بھی ان کے ہمیشہ مدح خوان رہتے ہیں ۔ وہ بھی کوئی (۳۵) سال سے ان کے ساتھ آتے ہیں ۔

منجھو صاحب کو شعر و شاعری میں بھی اچھا دخل ہے ۔ اکثر سلام اپنے تصنیف کے یادہ میں پڑھنے کا اتفاق ہوا ۔ بہت اچھا کلام معلوم ہوتا ہے ۔

بندہ حسن خاں صاحب سوز خوان لکھنوی

یہ قریب (۳۵) سال سے حیدرآباد میں منجھو صاحب سوز خوان کے ہمراہ آتے ہیں ۔ اور ساتھ بازو میں پڑھتے ہیں ۔ علیحدہ بھی مجلس پڑھتے ہیں ۔ خصوصاً لکھنو والے ان کو زیادہ پڑھاتے ہیں ۔ قدیم وضع کے

اچھے سوزخواں ہیں۔ مزاج میں بہت غربت ہے۔ فن ذاکری کے معلومات بہت اچھے ہیں۔ قدیم سوزخوانوں کی صحبتیں حاصل کی ہیں۔ اخلاق بھی بہت وسیع ہیں۔ نماز روزہ اور طہارت کے بہت پابند ہیں۔ ہمیشہ سفید لباس میں رہتے ہیں۔ ان کو محل نواب اکرم الدولہ مرحومہ سے سالانہ بہت یافت تھی۔ بیگم صاحبہ کے انتقال کی وجہ سے آمدنی بہت کم ہوگئی۔ اُن کا بیان ہے کہ میں حیدرآباد سے جو کچھ لیجاتا ہوں وہ میرے سال بھر کا خرچ ہے۔ اس میں زندگی بسر کرتا ہوں۔ اطراف لکھنؤ میں ایک مقام اکبرپور ہے وہاں راجہ سید ابوجعفر صاحب مرحوم کے عاشورخانہ میں عشرہ کے مجالس کی سوزخوانی کرتے ہیں۔ اور راجہ سید محمد مہدی صاحب کی ان پر خاص عنایت ہے۔ وہاں سے جو معمول مقرر ہے وہ برابر ایصال ہوتا ہے۔ ان کے ایک فرزند عبدالحسین صاحب سوزخواں ہیں۔ گاہ گاہ اپنے والد کے ساتھ مجلس پڑھتے ہیں۔ علیحدہ مجلس پڑھنے کا اتفاق بہت کم ہوتا ہے۔ زیادہ وقت ان کا تجارت میں گزرتا ہے ان کی ایک دوکان لکھنؤ میں کتابوں کی ہے۔ صبح سے شام تک وہیں رہتے ہیں۔ بندہ حسن خاں صاحب کا سن اس وقت غالباً (۸۵) سال کا ہوگا۔ آنکھوں سے بہت کم دکھائی دیتا ہے۔

سالانہ دنگل کوہ شریف

۲۵ ربیع الاول کو ہر سال منجانب گروہ مرثیہ خوانان قندیل جناب امیر علیہ السلام بسلامتی والئ ملک چڑھا کے بعد مجلس و دنگل ترقی ملک و سلامتی والئ ملک و بہبودی و فلاح رعایا و مومنین کیلئے دعا کی جاتی ہے۔ یہ سلسلہ زمانہ سلاطین قطب شاہیہ سے جاری ہے جس کو تخمیناً تین سو سال سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اس کی خاص وجہ یہ تبلائی گئی ہے کہ اسی تاریخ حضرات اہل بیت علیہم السّلام قید سے رہائی پاکر وارد مدینہ منورہ ہوے۔ اسی کی تاسی میں اس قندیل کی بناء کی گئی ہے۔ اس تقریب میں ہمیشہ مرثیہ خوانانِ باروداران اعلیٰ سے اعلیٰ فاخرہ لباس پہن پہن کر مثل عید کے شریک دنگل ہوتے تھے جب یہ خبر جناب مولوی میر کاظم علی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کو معلوم ہوی تو ایک سال مولوی صاحب خود شریک قندیل ہوے اور فرمایا کہ تم لوگ عید کرتے آئے ہو یا جناب امیر علیہ السلام کو پرسہ دینے آئے ہو۔ آج کا دن قیامت

سے کم نہیں ہے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے یزید لعین سے اپنے باپ کا سر لا کر تن سے ملحق فرما کر دفن فرمایا تھا۔ اس حساب سے آج چہلم امام حسین علیہ السلام مقرر ہے۔ آج جناب امیر علیہ السلام کو پرسہ دینے کا روز ہے نہ کہ خوشی کا پس اسی دن سے تمام مرثیہ خوانوں نے لباس فاخرہ پہن کر آنا ترک کر دیا جو اس وقت تک جاری ہے۔

بہرحال یہ قندیل کوہ شریف اور ڈنگل بہت قدیم ہے۔ سلاطین نے اس میں زیادہ حصہ لیا تھا اس کے اخراجات کے لئے سالانہ معمول مقرر فرمائے تھے۔ اور حضرت غفران مکان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی شرکت سے عزت افزائی مرثیہ خوانان فرمائی تھی جس کا مفصل حال سید ولی صاحب کے حالات میں تحریر ہے اور ڈنگل میں اس قدر مومنین جمع ہوتے تھے کہ کوہ شریف پر مکانات کی قلت ہوتی تھی۔ رہنے کے لئے مکانات نہیں ملتے تھے۔ اس کے علاوہ جس قدر مکانات وہاں بنے ہوئے تھے صاحب مکان خود آتے تھے اور ان کے پاس مہمانوں کا سلسلہ رہتا تھا۔ جس کی تعداد صحیح بتلانا مشکل ہے۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ ڈنگل کوہ شریف نصف عرس سے کم نہیں ہوتا تھا۔ اور لوگ برابر ۲۲ و ۲۳ ربیع الاول سے آنا شروع ہوتے تھے۔ بعض ۲۶ تک بعض ۲۷ تک بعض ایک ایک ہفتہ مقیم رہتے تھے۔ اور امراء نامدار بھی زیادہ حصہ لیتے تھے مثلاً نواب تہور جنگ مرحوم کے پاس سینکڑوں مہمان مقیم رہتے تھے۔ اسی طرح ہر امیر کے پاس کثرت سے مہمان داری ہوتی تھی۔ جب سے پہلے پنجشنبہ کو عروج ہوا ڈنگل بالکل ٹوٹ گیا۔ پہلے پنجشنبہ میں مومنین کی کثرت ہونے لگی تو ان واقعات کو دیکھ کر جناب مولوی سید بندہ حسن صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے اس طرف بہت توجہ فرمائی۔ ان کی توجہ کے ساتھ یہاں کی زینت میں انتہا کی ترقی ہوگئی اور آرام و آسایش مومنین میں بہت کچھ اضافہ ہوگیا۔ جابجا قنادیل نصب کئے گئے۔ تمام رات مومنین کی آمد و رفت رہتی تھی اور روشنی کا باقاعدہ انتظام رہتا تھا۔ پانی وغیرہ کی کسی کو تکلیف محسوس نہ ہوتی تھی۔ گو اس وقت سواری کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ نہ موٹر تھی نہ ریل مگر ہزارہا زائرین پیدل شکرامول میں، بنڈیوں میں، گاڑیوں میں چلے آتے تھے۔ ایک نور کی محفل گرم رہتی تھی۔ ہر شخص مصروف دکھائی دیتا تھا کہیں مجلس ہو رہی ہے کہیں آہ و زاری۔ کہیں ماتم ہو رہا ہے کہیں مرثیہ خوانی کہیں نمازیں پڑھی جا رہی ہیں کہیں قرآن خوانی ہو رہی ہے۔ بہرحال تمام رات ایک خاص حالت رہتی تھی

اور ایک خاص منظر دکھائی دیتا تھا۔ کہیں کھانے پینے کا ایک طرف انتظام رہتا تھا اور مومنین کے جاگنے کی خاطر اعلیٰ درجہ کی کشمیری چائے کا اہتمام رہتا تھا۔ بہر حال بڑی آسایش کے سامان مہیا رہتے تھے اور مولوی سید احمد علی صاحب منتظم مقرر تھے۔ اس عروج کے بعد کچھ آپس کے نااتفاقیوں کی وجہ یہ سب باتیں رفتہ رفتہ بالکل جاتی رہیں۔

اس کے بعد جناب مولوی زین العابدین صاحب قبلہ نے از سر نو اسمیں حصہ لیا۔ اس زوال کے بعد پھر کمال شروع ہوگیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مولوی صاحب نے اس پہلے پنجشنبہ کو برقرار رکھنے کیلئے اپنے امکان سے زیادہ کوشش و سعی فرمائی۔ اور ان کے زمانہ میں پہلے سے زیادہ اس پہلے پنجشنبہ کو عروج حاصل ہوگیا تھا۔ جب مولوی علی نقی صاحب قبلہ کا انتقال ہوگیا تو مولوی صاحب نے بوجہ اپنی مصروفیت کے پہلے پنجشنبہ کا انتظام ادارہ قمر بنی ہاشم کے حوالہ فرما دیا۔ اب انجمن کی جانب سے انتظامات عمل میں آرہے ہیں۔ اراکین انجمن نے بھی نہایت سعی سے اس کو برقرار رکھا۔ اور اسمیں وقتاً فوقتاً ترقی دیتے رہے انتہائی ترقی یہ کی کہ حضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ برقی روشنی کے افتتاح کے لئے ۱۳ رجب ۱۳۵۶ کو تشریف لائے اور جب سے برابر ہر سال رونق افروز ہوکر سعادت دارین مثل اپنے بزرگوں کے حاصل فرما رہے ہیں۔ خداوند عالم ہمارے ظل اللہ کو دیرگاہ باقبال و حشم سلامت رکھے بحق محمد و آل محمد علیہم السلام۔

تفصیلی حالات انگل کوہ شریف

غلام حسین صاحب مرثیہ خوان کے بعد ۱۳۵۳ھ میں جب یاور خاں صاحب سر گروہ گروہ مرثیہ خوانان منتخب ہوئے تو وہ ماہ ربیع الاول کی پانچویں یا چھٹی تاریخ تھی۔ تب یاور خاں صاحب نے کہا کہ اس سال کی آمدنی نذر قنادیل غلام حسین صاحب مرحوم کو وصول ہوچکی ہے اب اخراجات کہاں سے تکمیل پائیں۔ سب مرثیہ خوانان اپنے حسب حوصلہ نذر قنادیل میں حصہ لیں۔ تمام مرثیہ خوانان نے اپنی رضامندی ظاہر کی مگر ابراہیم علی صاحب نے فرمایا کہ قنادیل مرثیہ خوانان کے ہیں مگر اس کے اخراجات ہمیشہ مومنین سے

حاصل ہوتے ہیں۔ اس پر باور خاں صاحب نے مولانا مولوی سید بندہ حسن صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہ سے خواہش کی کہ سرکار ایک مضمون تحریر فرمائیں تو میں اخبار میں شائع کرکے مومنین سے نذر قنادیل حاصل کرتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس پر ابراہیم علی صاحب نے اعتراض فرمایا کہ اول تو اخبار میں شائع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ دوسرے یہ تو بھیک مانگنے کا اچھا ذریعہ یا طریقہ نکلا۔ یہ الفاظ باور خاں صاحب کو سخت ناگوار ہوئے۔ انھوں نے دوسرے سال مہاراجہ کشن پرشاد صدر اعظم بہادر باب حکومت کے پاس کوشش کرکے حسب فرمان اقدس و اعلی مبلغ ایک سو روپیہ سالانہ جدید معمول بغرض اخراجات قنادیل ونگل کوہ شریف سلامتی اقدس و اعلی کے نام سے جاری کروایا جو محکمہ امور مذہبی سرکار عالی سے ۱۳۴۶ف سے برابر سالانہ ایصال ہو رہے ہیں۔ اس اجرائی میں بڑی بڑی دقتیں ہوئیں۔ قریب تین سال کوشش کرنا پڑا جس میں سرکار مولانا سید بندہ حسن صاحب قبلہ علی اللہ مقامہٗ اور نواب یوسف علیخاں مرحوم و مغفور مددگار ناظم جمعیت سرکار عالی اور نواب شہید یار جنگ بہادر نے زیادہ حصہ لیا۔ ہر طرح امداد فرمائی۔ خداوند عالم مرحومین کے درجات عالی فرمائے اور محمد و آل محمد کیساتھ محشور فرمائے۔ اور نواب شہید یار جنگ بہادر کی عمر و اقبال میں معہ اولاد کے روز افزوں ترقی عطا فرمائے اور ان کے علاوہ بھی اکثر حضرات نے بہت کچھ امداد فرمائی ہے۔ بوجہ طوالت ان کے نام نامی تحریر نہیں کئے گئے۔ مگر سب کے لئے ہمیشہ دعا یہ ہے کہ حضرات محمد و آل محمد اس کا صلہ عنایت فرمائیں۔ معمول سرکار ایک سو روپیہ اخراجات قنادیل کے لئے کافی نہیں ہوتے ہیں۔ اس لئے حضرات مومنین بھی نذر قنادیل حسب عادت قدیم سرفراز فرماتے ہیں۔ جس کی آمدنی و خرچ کی آٹھ سالہ رپورٹ بغرض ملاحظہ آخر میں پیش کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ خزانہ صرف خاص مبارک سے سالانہ (مار ۱۴) معمول ونگل کوہ شریف بغرض ادائی نیاز ونگل کوہ شریف ایصال ہوتے ہیں۔ اس رقم سے فتح علی صاحب مرحوم جمعدار جواہر و عنایت علی صاحب مرحوم و طاہر علی صاحب اپنی اپنی زندگی تک نہایت عمدہ انتظام حوزا کے مرثیہ خوانان کرتے رہے مگر جب سے عاشق حسین صاحب اون کی جگہ مقرر ہوئے۔ اپنے بزرگوں کا قدیم ونگل بھی موقوف کردیا اور اسکے ساتھ ساتھ الطعام مرثیہ خوانان ونگل کوہ شریف بھی موقوف کردیا۔ اسکی کارروائی حسب الحکم صدر المہام صاحب بہادر صرف خاص مبارک محکمہ امور مذہبی صرف خاص مبارک میں چلکر دو فیصلے ہو چکے۔ پہلا فیصلہ یہ ہوا کہ

نصف رقم خود عاشق حسین صاحب حاصل کرلیں اور نصف رقم سے حسب رائے سرگروہ مرثیہ خوانان عمل کیا جائے۔ مگر وہ تعمیل نہ کرنے سے دوسرا فیصلہ یہ ہوا کہ کامل رقم سے بہ نگرانی سرکار انتظام کیا جائے اس پر عاشق حسین صاحب نے نظر ثانی اور کوشش کرکے دفتر امور مذہبی سے دفتر صدر محاسبی میں مقدمہ کو منتقل کروایا ہے۔ اب وہاں تحقیقات جاری ہے۔

بہر حال پانچ سال سے یہ مقدمہ چل رہا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ عاشق حسین صاحب نے تمام ذاکرین امام حسین علیہ السلام کو گالیاں دیں۔ اور سخت وسست فرمائے۔ یہ سنکر بازو دار بھی ہمارے آمادۂ فساد ہوگئے تھے کہ ترکی بہ ترکی جواب ادا کریں گے۔ مگر یاور خاں صاحب نے سب کو روک دیا کہ نہیں ایک دفعہ اون کو سمجھا دیا جائے۔ اگر اس پر بھی وہ نہ مانیں تو تم کو اختیار ہے۔ چنانچہ سمجھا دیا گیا۔ آیندہ ان کی مرضی مبارک۔ بہر حال جس سال سے عاشق حسین صاحب نے مرثیہ خوانان کو دنگل میں کھانا کھلانا موقوف کردیا تو مرثیہ خوانان کو بہت تکلیف ہوئی۔ یہ خبر سنکر نواب احمد یار جنگ مرحوم و مغفور نے اپنے اسٹیٹ سے سالانہ ایک سو روپیہ بغرض اطعام مرثیہ خوانان جاری فرمائے جو نواب صاحب کی زندگی تک اعیال ہوتے رہے۔ بعد انتقال نواب صاحب وہ ملتوی ہوگئے۔ جب سے یاور خاں صاحب سرگروہ ہوئے منجملہ دوسرے کارروائیوں کے اس معمول کو بھی بڑی محنت و کوشش کرکے حسب سفارش حضرت گوہر النساء بیگم صاحبہ ہمشیرۂ نواب احمد یار جنگ مرحوم اجرا کروایا جو سال ۵۹ف سے برابر ایصال ہو رہا ہے۔ اس معمول کیلئے نواب میر باقر علیخاں بہادر جاگیردار اور دیگر حضرات نے بڑی مدد فرمائی۔ خدا و رسول و آئمہ معصومین اس کا صلہ عنایت فرمائیں۔ پھر بقایا معمول پانچ سالہ کیلئے بھی بہت کوشش کی ضرورت لاحق ہوئی۔ الحمد اللہ اوس میں بھی کامیابی حاصل ہوی۔ اور رقم بقایا بھی مبلغ (۳۴۰ مار) روپیہ ہمدست ہوگئے۔ بعد وضعات اخراجات و تقسیم بازو داران مبلغ (۲۱ مار ۵) روپیہ اور سید محمد حسین صاحب نبیرۂ سید تعشق حسین صاحب سوزخوان کے عطیہ (۵) اس طرح (۲۱ مار ۵) روپیہ موجود ہیں۔

بہر حال یہ دونو کارروائیوں میں مولوی سید سراج الدین صاحب منتظم کورٹ آف وارڈز سرکار عالی و مولوی محمد علی بیگ صاحب و مولوی قربان علی صاحب و مولوی سید ضمیر حسین صاحب نے بہت بڑا حصہ لیا۔ ان سب حضرات کو خدا و رسول و آئمہ طاہرینؑ آباد و شاد رکھے۔ تمام ذاکرین ان سب حضرات

کیلئے ہمیشہ دعاگو ہیں۔

سابقہ قنادیل آرائشی کو ہمارے ظل اللہ خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ نے ناپسند فرمایا۔ اس لئے بجائے قنادیل آرائشی اب پٹرومکس ہر سہ کوہ شریف پر چڑھانے کا انتظام کیا گیا ہے جس کی وجہ سے اخراجات بھی پہلے سے بہت زیادہ ہوگئے ہیں۔ مگر بہ قنادیل سے ہر تقریب میں ہر سہ کوہ شریف پر روشنی ہوتی ہے اور مومنین کیلئے اس سے بہت آرام و آسائش ہوگئی ہے۔

زمانہ سابق میں دنگل کوہ شریف کے واسطے مرثیہ خوانان کی سواری کیلئے متعدد ہاتھی اونٹ اور رتھیں اور بنڈیاں علاقہ صرف خاص مبارک سے زمانہ غلام اصغر صاحب مرحوم سرگروہ تک میسر ہوتے تھے اور مطلوبہ بھی اجراء ہوتا تھا۔ مگر عدم توجہ تراب علی صاحب مرحوم سرگروہ سے یہ سب چیزیں موقوف ہوگئیں۔ یاور خاں صاحب نے ایک درخواست صدرالمہام صرف خاص مبارک کے پاس پیش کی تو نواب صدرالمہام صاحب نے فرمایا کہ بغیر حکم خسروی کے ہم اجراء نہیں کرسکتے۔ آپ معروضہ پیش کرو۔ اس بناء پر بارگاہ خسروی میں معروضہ گزراننے کا شرف حاصل کیا جس پر فرمان ہوا۔

(تم اجرائی مطلوبہ کے باب میں زمانہ قدیم میں کیا طریقہ رہا۔ یہ پیشتر اجراء ہوتا تھا تو کب سے موقوف ہے اور موقوفی کے کیا وجوہ ہیں") اس پر بدقت تمام سابقہ داخلہ بھی برآمد ہوگیا اور حسب فرمان اقدس و اعلیٰ محکمۂ نظامت و محکمۂ کارخانہ جات سے کیفیت ملاحظہ میں پیش ہے۔ اگر منظور ایزدی ہے تو بہ تصدق محمدؐ و آل محمدؐ عنقریب اسکی اجرائی بھی حسب فرمان خسروی عمل میں آجائیگی۔ کوشش جاری ہے۔

سابق میں قنادیل بلدہ سے دوپہر کو روانہ کوہ شریف ہوتے تھے مگر اب یاور خاں صاحب نے تبدیل وقت کردیا۔ بہت اہتمام سے رقعہ تقسیم کرتے ہیں اور ٹھیک پانچ بجے مجلس شروع ہوتی ہے۔ کثرت سے مومنین شریک مجلس ہوتے ہیں۔ بعد مجلس چھ بجے قنادیل سلامتی اقدس و اعلیٰ روانہ ہوتے ہیں۔ جلوس قنادیل میں مومنین کی کافی تعداد درگاہ پنجہ شاہ ولایت سے چادر گھاٹ تک ساتھ رہتی ہے وہاں سے مومنین واپس ہوجاتے ہیں۔ صرف مرثیہ خوانان جلوس قنادیل کے ہمراہ اپنی اپنی سواریوں میں بیٹھے لشکر کو روانہ ہوتے ہیں خصوصاً گرما کے موسم میں بہت تکلیف کا سامنا رہتا ہے۔ قریب کوہ شریف جب بمقام پنجہ مولا قنادیل پہونچتے ہیں تو مومنین اوپل گوڑہ دیعنے حیدرنگر کو خدا و رسول و آئمہ طاہرینؑ خوش و خرم

و آباد و شاد رکھے) جو کئی سال سے پنجہ مبارک پر مومنین و ذاکرین کیلئے فرش و روشنی چاء، پانی وغیرہ کا انتظام اعلیٰ درجہ پر نہایت اہتمام وخلوص سے کرتے ہیں جمع رہتے ہیں۔ سال گزشتہ یعنے ۱۳۵۹ھ سے کھانے کا بھی انتظام نہایت کشادہ پیشانی سے فرماتے ہیں۔ قریب دوسو آدمی مدعو ہوتے ہیں۔ بہت اچھی طرح خاطر و مدارات کی جاتی ہے۔ کھانے کے بعد چاء نوشی کا انتظام بھی بہت اچھی طرح ہوتا ہے۔ اکثر حضرات اپنی ضرورتوں سے اور نماز وغیرہ سے جب فارغ ہوتے ہیں تو مجلس ہوتی ہے۔ بعد مجلس تمام مومنین و ذاکرین پنجہ مبارک سے الاوہ کوہ شریف تک جلوس تناول میں شرکت فرما کر واپس ہوتے ہیں۔

خدا و رسول و ائمہ طاہرینؑ مومنین حیدر نگر یعنے اوپل گوڑہ کو سلامت رکھے اور ان کے ارادوں میں ان کو کامیاب فرمائے اور اس قسم کی توفیق جملہ مومنین کو عنایت فرمائے بحق محمد و آل محمد علیہم السلام کہ انہوں نے عجب کار خیر کی ابتداء فرمائی ہے۔ اور بہ تصدق آئمہ طاہرینؑ یہ ہمیشہ جاری رہیگی۔

تراب علی صاحب نے اکیس سال اور غلام حسین صاحب نے اٹھارہ سال تک کار سر گروہی کو انجام دیا۔ ہر دو صاحبین کا یہ طریقہ تھا کہ سر برآوردہ مرثیہ خوانان کو دوسروں سے خاص طور پر زیادہ نذر دیتے تھے۔ جب کوئی شخص حساب دریافت کرتا عذر لنگ کرتے اور حساب فہمی سے گریز کرتے جس سے اکثر جھگڑے ہوتے رہے۔ اس لئے یاور خاں صاحب نے اس طریقہ کو بدنما سمجھ کر اپنے زمانے کا حساب بالکل پاک رکھا ہے۔

ہر سال ایک مثل علیحدہ علیحدہ آمدنی و اخراجات کی ترتیب دی جاتی ہے۔ ہر مرثیہ خوان بلکہ بازو دا آیا جس شخص کا جی چاہے حساب ملاحظہ فرما سکتا ہے۔ ان کو بتلانے میں دریغ نہیں ہے۔

اسمائے گرامی مومنین جو سال ۱۳۵۳ھ میں نذر قنادیل ڈنگل کوہ شریف سلامتی اقدس و اعلیٰ مرحمت فرمائے تھے حسب ذیل ہیں۔

۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ	برائے طعام مرثیہ خوانان عطیہ عالیجناب نواب احمد یار جنگ مرحوم و مغفور	عار
۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ	تقسیم حصہ روٹی برائے مرثیہ خوانان منجانب عالیجناب نواب فطرت جنگ بہادر	

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی بانی ڈنگل	مقام ڈنگل	نذر قنادیل	نشان سلسلہ	اسمائے گرامی بانی ڈنگل	مقام ڈنگل	نذر قنادیل
۱	متولی مکی نعل صاحب	کاررواں	للعہ	۳	جناب نواب حیدر علیخاں بہادر	کوہ شریف	عصہ ۴ر
۲	جناب حاجی طیب علی صاحب	سرائے بوا ہیر	عہ ۸ر	۴	بحیثیت قیم طعام مرثیہ خوانان از عالیجناب نواب احمد یار جنگ بہادر		سے
						جملہ	عہ ۱۲ر

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان نذر قنادیل	سکونت	نذر قنادیل	نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان نذر قنادیل	سکونت	نذر قنادیل
	اسمائے گرامی معطیان نذر قنادیل	سکونت	نذر قنادیل	۵	عالیجناب نواب سید رحمت علیخاں بہادر خلف نواب ارسلان جنگ مرحوم	منڈی میر عالم	صہ
۱	عالیجناب نواب شوکت جنگ بہادر	یاقوت پورہ	صعہ	۶	عالیجناب نواب سید محمد مظفر خان بہادر خلف نواب جہانگیر یار جنگ مرحوم	کوچہ کرٹو صاحب	صہ
۲	دیوڑھی عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر	۔	صعہ ۹ر				
۳	عالیجناب محل نواب اکرم الدولہ مرحوم	پتھر گٹی	عہ				
۴	عالیجناب نواب سجاوت علیخاں بہادر خلف نواب سرتاج جنگ مرحوم	منڈی میر عالم	عہ	۷	عالیجناب نواب سید حیدر علیخاں بہادر	منڈی میر عالم	[illegible]
				۸	" نواب سید ریاضت علیخاں بہادر خلف نواب سید علیخاں بہادر جعفری	دیوڑھی نواب یاقوت جنگ مرحوم	[illegible]

۹	عالیجناب میر عالم علیجان بہادر	دیوڑی نواب فتحیاب جنگ مرحوم	عگ	۱۲	عالیجناب نواب لیاقت علیجان بہادر	دیوڑی نیفصاب جنگ مرحوم	عصہ ۲
۱۰	رر سید سراج الحسن صاحب	دیگچہ ماتا	عصہ ۲	۱۳	رر مرزا غلام اصغر صاحب منتظم کورٹ	بازار یوزخاں	عصہ ۲
۱۱	رر سید محمد صاحب منتظم علاقہ نواب کمال یار جنگ بہادر	حویلی قدیم	عصہ ۲	۱۴	عالیجناب مرزا قاسم علی صاحب خلف مرزا حمید علی صاحب	کوچہ کمبل پوش	عصہ ۲

آمدنی دنگل نذر قنادیل	عصہ ۱۲	نذر قنادیل عطیہ مومنین	لہ ۹	جملہ میزان	عہ ۵

فہرست اخراجات نذر قنادیل دنگل کوہ شریف و کوہ قدم رسول و کوہ امام ضامن علیہ السلام

بابتہ سال ۱۳۵۳ھ

تیاری قندیل کوہ شریف ایک عدد عہ — تیاری قندیل کوہ قدم رسول ایک عدد - عہ — خریدی لنگر برائے کوہ امام ضامن ۲ عدد - صہ — کرایہ گولہ برقی ۲ عدد عگ ۸

کرایہ شکرام روانگی ہمراہ قنادیل ایک منزل ۸ — اجرت قنادیل برداران ۴ نفر ۲ قندیل لے — خوراک قنادیل برداران ۲ یوم ۴ نفر - عگ — انعام قنادیل برداران بوجہ بارش ۴ نفر - عصہ ۲

اجرت روشن چوکی سالم ۲ یوم — مہ — تاشہ مرفہ ۲ عہدے — انعام مالیان باغ ارسلان جنگ مرحوم — سہرے و نذر جملہ مقامات بذریعہ داروغہ صاحب - ۸ — عصہ ۱۴

رسی سوت برائے قنادیل عگ ۸ — اٹھوائی لنگر کوہ امام ضامن ۳ یوم - عہ — متفرق ۸ — چھپوائی مضمون اخبار رہبر دکن صہ

چھپوائی رسائد وصولی نذر قنادیل معہ کاغذ - عصہ ۱۲ — کرایہ جھٹکہ متفرق عصہ ۲ ۱۲ — چھپوائی حساب آمدنی و خرچ برائے تقسیم مومنین عگد - صہ — جملہ اخراجات قنادیل لعہ ۶

آمدنی نذر قنادیل عہ ۵ — فاضل اخراجات قنادیل بابتہ سال ۱۳۵۳ھ لے

اسمائے گرامی مومنین جو سال ۱۳۵۴ھ میں نذر قنادیل و دنگل کوہ شریف سلامتی اقدس و اعلیٰ حضرت مرحمت فرماتے تھے حسب ذیل ہیں

۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ - تقسیم حصۂ قبور ماروتی برآمد شیرخواہان منجانب عالیجناب نواب فطرت جنگ بہادر

نشان سلسلہ	اسمائے بانی دنگل	مقام دنگل	نذر قنادیل	نشان سلسلہ	اسمائے بانی دنگل	مقام دنگل	نذر قنادیل
۱	عالیجناب مولوی سید ولایت حسین نقوی	الاوہ حضرت سکینہؑ	عہ/ ۸	۶	عالیجناب نواب قربان حسین خان بہادر	کوچہ مرزا علی مرحوم	عصہ/ ۴
۲	رر نواب بندہ علیخان صاحب	گلزار حوض	صہ	۷	رر میر محمد ہادی صاحب	کوچہ ایرانی	عصہ/ ۴
۳	رر مرزا غلام حیدر صاحب	احاطہ نواب شوکت جنگ	۲عصہ	۸	رر حاجی طیب علی صاحب	سرائے بواہیر	عاصہ/ ۸
۴	رر میر داور علی صاحب و رر سید نور الہدیٰ صاحب متولیان	درگاہ حضرت عباسؑ	لـ	۹	رر متولی مکی نعل صاحب	کاروان	للہ
۵	رر نواب علی یار جنگ بہادر	ملک پیٹھ	صہ	•	جملہ	میزان	[illegible]

نشان سلسلہ	اسمائے معطیان نذر قنادیل	سکونت	نذر قنادیل	نشان سلسلہ	اسمائے معطیان نذر قنادیل	سکونت	نذر قنادیل
۱	عالیجناب نواب شوکت جنگ بہادر	یاقوت پورہ	صعہ	۵	عالیجناب نواب راحت علیخان بہادر	منڈی میر عالم	صہ
۲	دیوڑھی عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر	پتھر گٹی	عہ/ ۹	۶	رر نواب محمد مظفر خاں بہادر	کوچہ کٹرو عیسیٰ صاحب	صہ
۳	عالیجناب نواب سعادت علیخان	منڈی میر عالم	عہ	۷	رر نواب سید ریاست علیخان بہادر خلف نواب سید علیخان بہادر	دیوڑھی نواب باقر نواز جنگ مرحوم	عاصہ
۴	رر نواب تراب یار جنگ بہادر	ایضاً	صہ				

۸	عالیجناب مولوی میر محمد علی صاحب مغفور	الاوہ بی بی	عہ	۱۶	بذریعہ تہور و خانصاحب مرحوم	مرثیہ خوان	۲عصہ
۹	رر نواب عالم علیخاں بہادر	دیوڑھی فیضیاب جنگ	عہ	۱۷	عالیجناب سید محمد صاحب منتظم	کوچہ خطیب	۲عصہ
۱۰	رر نواب میر محمد علیخاں بہادر	کوچہ خطیب	عہ		دیوڑھی نواب کمال یار جنگ بہادر		
	بذریعہ نثار حسین صاحب مرثیہ خوان			۱۸	عالیجناب نواب لیاقت علیخاں بہادر	دیوڑھی فیضیاب جنگ مرحوم	۲عصہ
۱۱	عالیجناب نواب حبیب علیخاں بہادر	منڈی میر عالم	عہ	۱۹	رر مولوی غلام عباس صاحب	کمیت بالسٹی	۲عصہ
۱۲	رر مرزا قاسم علی صاحب خلف	کوچہ کمبل پوش	۲عصہ	۲۰	رر مولوی طاہر علی صاحب	اعظم پورہ	۲عصہ
	رر مرزا حیدر علی صاحب			۲۱	رر میر احمد علی خاں صاحب	دیوڑھی نواب باقر نواز جنگ	۴ر
۱۳	رر مولوی سید سراج الحسن صاحب	دیچہ ماما	۲عصہ		خلف ڈاکٹر میر محمود علی صاحب	مرحوم	
۱۴	رر نواب یوسف علیخاں بہادر	کاروان	۲عصہ	۲۲	رر ایک سیدانی بی صاحبہ بذریعہ	بازار نور الامراء	۱ر
۱۵	رر ڈاکٹر میر محمد حسین صاحب مرحوم	بازار نور الامراء	۲عصہ		رر نواب میر محمد علیخاں مرحوم		

نذر قنادیل دنگل	۸ر عہ	عطیہ مومنین	۱۴ر لعہ	جملہ میزان	۶ر ماعہ

فہرست اخراجات قنادیل دنگل کوہ شریف و کوہ قدم رسولؐ و کوہ امام ضامنؑ علیہ السلام بابتہ سال ۱۳۵۴ھ

تیاری قندیل کوہ شریف آرائشی	تیاری قندیل کوہ قدم رسولؐ	تیاری قنادیل کوہ امام ضامنؑ آرائشی	کرایہ گولہ برقی
ایک عدد ـ عہ	ایک عدد ـ عہ	۲ عدد ـ عہ	ایک عدد ۲عصہ ۸ر

کرایہ شکرام روانگی ہمراہ قنادیل	اجرت قنادیل برداران	باجہ نوازان ۳ یوم	انعام مالیان باغ
تا کوہ شریف عہ ۸ر	ہر سہ کوہ شریف عہ ۸ر	لعہ	ارسلان جنگ مرحوم ۸ر بذریعہ داروغہ صاحب

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان	مقام سکونت	نذر قنادیل
۱	عالیجناب نواب شوکت جنگ بہادر	یاقوت پورہ	صعہ
۲	از دیوڑھی نواب سالار جنگ بہادر	پتھر گٹی	عہ ۱۴/
۳	عالیجناب نواب سعادت علیخاں صاحب بہادر خلف نواب تاج جنگ مرحوم	منڈی میر عالم	عہ
۴	رر نواب تراب علیخاں بہادر مہتمم پولیس ضلع اطراف بلدہ	حیدر گوڑہ	عہ
۵	رر نواب راحت علیخاں بہادر خلف نواب سلار جنگ مرحوم	منڈی میر عالم	صر
۶	رر نواب یوسف علیخاں مرحوم مددگار نظم جمعیت سرکار عالی	کاروان	عہ
۷	عالیجناب نواب ریاضت علیخاں بہادر خلف نواب سید علیخاں صاحب بہادر	دیوڑھی نواب باقر نواز جنگ مرحوم	عہ
۸	عالیجناب میر عسکر علی صاحب معتمد نواب سالار جنگ بہادر	بارہ دری	عہ
۹	عالیجناب نواب حبیب علیخاں	منڈی میر عالم	عہ

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان	مقام سکونت	نذر قنادیل
۱۰	عالیجناب عبداللہ نواب سعادت علی خاں بہادر خلف نواب ثریا جنگ مرحوم	بیرون یاقوت پورہ	عہ
	. . . .	. . . .	. .
۱۱	عالیجناب مرزا قاسم علی صاحب خلف مرزا حیدر علی صاحب	کوچہ کمبل پوش	۳عص
۱۲	عالیجناب مولوی غلام عباس صاحب	کھیت بال سٹی	۳عص
۱۳	عالیجناب سید سراج الحسن صاحب	میدیچہ ماتا -	۳عص
۱۴	عالیجناب نواب محمد علیخاں صاحب ناظر عدالت ہائیکورٹ	امام باڑہ	۸/
۱۵	عالیجناب حاجی جمال صاحب تاجر	کھیت بال سٹی	۳عص
۱۶	عالیجناب حجابت علی صاحب متولی درگاہ نعل مبارک	نعل مبارک	۸/
۱۷	عالیجناب میر سجاد علی صاحب ذریعہ سعادت علی صاحب مرثیہ خوان	قطبی گوڑہ	۲/
	. . . .	. . . .	. .

نذر قنادیل لعہ	نذر عطیہ مومنین اعہ	میزان	ماعہ

فہرست اخراجات قنادیل دنگل کوہ شریف و کوہ قدم رسول و کوہ امام ضامن ع

بابتہ سال ۱۳۵۵ھ

تیاری قنادیل ہر سہ کوہ شریف	اجرت قنادیل برداران ہر سہ کوہ شریف	اجرت باجہ نوازان
۴ عدد ص	معہ خوراک - عہ	اسعہ
اخراجات متفرق معہ	کرایہ شکرام ہمراہی قنادیل	سہرے ونذر وغیرہ	اجرت گولہ برقی
کرایہ موٹر وغیرہ عہ	ایک منزل ہے	عہ	۴ عدد فی عہ (دلے)
جملہ آمدنی نذر قنادیل بشمول باقی سلک گزشتہ	جملہ اخراجات قنادیل	چھپوائی حساب معہ رقعہ
اعہ	ما ر عسہ	ما ر عہ

فاضل اخراجات

للعہ

یہ رقم فاضل سرگروہ صاحب نے اپنی ذات سے ادا کیا۔ یہ خرچ اجرائی معمول محکمہ امور مذہبی سرکار عالی سے متعلق ہے۔

اسماء مومنین جو نذر قنادیل دنگل کوہ شریف سلامتی اقدس و اعلیٰ بابتہ سال ۱۳۵۶ھ فرمائے مرحمت ہے حسب ذیل ہیں

---

۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ ۔ تقسیم حصہ رعیتی برائے مرثیہ خوانان منجانب عالیجناب نواب فطرت جنگ بہادر فرمائی

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی بانی دنگل	مقام دنگل	[illegible]	نشان سلسلہ	اسمائے گرامی بانی دنگل	مقام دنگل	[illegible]
۱	عالیجناب سید عسکری حسین صاحب	قریب حسینی علم	۲عصہ	۷	عالیجناب نواب اقبال حسن خان صاحب	کوچہ مرزا علی ڈاکٹر	۲عصہ ۴/
۲	رر سید آیت حسین صاحب نقوی	عاشور خانہ حضرت سکینہ	عہ ۸/	۸	رر مرزا باقر علی صاحب	چاہ آغا فرہاد مرحوم	عہ
۳	رر نواب بندہ علیخاں بہادر	گلزار حوض	ے	۹	رر میر محمد ہادی صاحب	ایرانی گلی	۲عصہ ۴/
۴	رر محل مرزا غلام سجاد صاحب مرحوم	آغا نواب شوکت جنگ بہادر	۲عصہ	۱۰	عاشور خانہ مکی رنعل صاحب	کاروان	للعہ
۵	رر میر داور علی صاحب و رر میر نور الہدی صاحب مشتو	درگاہ حضرت عباس علیہ السلام	ے	۱۱	عالیجناب حاجی طیب علیخاں صاحب	سرائے پواہیر	عہ
۶	رر نواب علی یار جنگ بہادر	ملک پیٹھ	صہ		جملہ میزان		لہ عہ

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان	مقام سکونت	[illegible]	نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان	مقام سکونت	[illegible]
۱	از محکمہ امور مذہبی سرکار عالی	.	ما ر	۹	عالیجناب میر عسکر علی صاحب مجتہد	بارہ دری	عہ
۲	عالیجناب نواب شوکت جنگ بہادر	یاقوت پورہ	عصہ	۱۰	رر نواب باصفت علیخاں بہادر	دیوڑھی نواب باقر جنگ نواز مرحوم	عہ
۳	منجانب گروہ مرثیہ خوانان	. . . . . .	عصہ	۱۱	رر نواب تقی علیخاں بہادر	کاروان	عہ
۴	عالیجناب نواب سعادت علیخاں بہادر	منڈی میر عالم	عہ	۱۲	نواب حیدر علیخاں بہادر	منڈی میر عالم	عہ
	خلف نواب سر تاج جنگ مرحوم	.		۱۳	رر نواب تراب علیخان بہادر	حیدر گوڑہ	عہ
۵	از دیوڑھی نواب سالار جنگ بہادر	.	۱عصہ ۴/	۱۴	رر عالیجناب مرزا آقا قاسم علی صاحب	کوچہ کمبل پوش	۲عصہ
۶	عالیجناب نواب راحت علیخاں بہادر	منڈی میر عالم	صہ		خلف مرزا حیدر علی صاحب		
۷	رر مرتضی بشارت علی صاحب	بشیر باغ	صہ	۱۵	عالیجناب سید اسد اللہ خاں صاحب	بارہ دری	۲عصہ
۸	رر والدہ نواب سعادت علیخاں	یاقوت پورہ	عہ	۱۶	رر نواب سلیمان علیخاں بہادر	قریب بیگم پیٹھ	۲عصہ
	خلف ثریا جنگ مرحوم			۱۷	رر غلام عباس صاحب	کھیت بال سٹی	۲عصہ

نمبر	نام	مقام	رقم
۸	عالیجناب نواب تقی علیخاں بہادر مددگار نوشتگی عامرہ سرکار عالی	کاروان	عہ
۹	رر میر حمید علیخاں بہادر	منڈی میر عالم	عہ
۱۰	رر نواب شہاب علیخاں بہادر مہتمم کارخانہ جات صرف خاص مبارک	حیدرگوڑہ	عہ
۱۱	رر مرزا قاسم علی صاحب خلف رر مرزا حمید علی صاحب	کوچہ کمبل پوش	۳عصہ
۱۲	رر حسن مرزا صاحب متوسط رر مہدی بیگ صاحب	کوچہ مرغ خانہ	۳عہ
۱۳	رر سید غلام زین العابدین صاحب	کوچہ کمبل پوش	۳عہ
۱۴	رر نواب سلیمان علیخاں بہادر ناظم دارالانشاء سرکار عالی	بیگم بیٹھ	۳عصہ

نمبر	نام	مقام	رقم
۱۵	عالیجناب مولوی مرزا علی جواد صاحب وکیل	ایرانی گلی	۳عصہ
۱۶	عالیجناب ڈاکٹر محمد حسین صاحب	کالی مسجد	۳عصہ
۱۷	رر حاجی جمال صاحب تاجر	کھیت بال سٹی	۳عصہ
۱۸	رر نواب میر ہبر علی صاحب	اندرون دبیرپورہ	۳عصہ
۱۹	رر مولوی رحمت علی صاحب	بیرون دبیرپورہ	۳عصہ
۲۰	رر محل مولوی رحمت علی صاحب	بیرون دبیرپورہ	۸ر
۲۱	رر دختر مولوی رحمت علی صاحب	بیرون دبیرپورہ	۴ر
۲۲	ایک مومنہ	رسالہ عبداللہ	۲ر

نذر قنادیل و نگل مہ عہ - عطیہ مومنین (مادے ۱۶۶) ۶ر

جملہ میزان مار للعہ ۱ ۶ر

فہرست مصارف قنادیل و نگل کوہ شریف و کوہ قدم رسول و کوہ امام ضامن ؑ

بابتہ سال ۱۳۵۷ھ

تیاری قنادیل ہر کوہ شریف صہ — خوراک و کرایہ مرثیہ خوانان و بازوداران لہ — قنادیل برداران معہ خوراک وغیرہ لہ عہ ۸ر

۴ عدد -

باجہ نوازان ۳ یوم معہ عہ — گولہ برقی ۴ عدد صہ — نذر و سہرے برائے قنادیل وغیرہ سے

کرایہ شکرام ہمراہی قنادیل — عـہ
چھپوائی فارم و رقعہ مجلس — عـہ
تبرک برائے مس پنجہ شاہ ولایت — عہ
پنجہ شاہ ولایت — عہ

اخراجات متفرق — ۲عہ
جملہ میزان اخراجات — ١٠/٦
تا عمل خرچ — عہ

اسمائے مومنین جو نذر قنادیل دنگل کوہ شریف سلامتی اقدس و اعلیٰ بابتہ سال ۱۳۵۸ھ میں مرحمت فرمائے حسب ذیل ہیں

۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ تقسیم حصہ قورما روٹی برائے مرثیہ خوانان منجانب عالیجناب نواب فطرت جنگ بہادر

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی بانی دنگل	مقام دنگل	نذر قنادیل	نشان سلسلہ	اسمائے گرامی بانی دنگل	مقام دنگل	نذر قنادیل
۱	عالیجناب سید عسکری حسین صاحب	قریب حسینی علم	۲عصہ	۷	عالیجناب میر محمد ہادی صاحب	کوچۂ ایرانی	۲عصہ
۲	رر سید ولایت حسین صاحب نقوی	عاشور خانہ حضرت سکینہ	عہ	۸	رر متولی مکی مغل صاحب	کاروان	صہ
۳	رر نواب بند علیخان بہادر	گلزار حوض	صہ	۹	رر مرزا واجد علی صاحب	جاہ آقا [illegible]	عہ
۴	رر میر داور علی صاحب و رر سید نور الہدیٰ صاحب متولیان	درگاہ حضرت عباس	لـ	۱۰	رر حاجی طیب علی صاحب	سرائے یوا میر	عہ
۵	رر نواب علی یار جنگ بہادر	ملک پیٹھ	صہ	۱۱	رر میر امانت علی صاحب	کوہ شریف	۲عصہ
۶	رر نواب قربان حسین خان بہادر	کوچہ ڈاکٹر مرزا علی مرحوم	۲عصہ		جملہ میزان	(عـہ)	

اسمائے مومنین جو نذر قنادیل دنگل کوہ شریف بہ سلامتی حضرت اقدس و اعلیٰ بابتہ سال ۱۳۵۹ھ میں مرحمت فرمائے حسب ذیل ہیں

از کیسۂ آصف ۹ آنہ ۵ کار عالی بجانب اسسٹنٹ نواب احمد یار جنگ مرحوم و مغفور برائے اطعام مرثیہ خوانان (مار)

۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ تقسیم حصہ قورمہ روٹی برائے مرثیہ خوانان منجانب عالیجناب نواب فطرت جنگ بہادر

نمبر شمار	اسمائے گرامی بانی دنگل	مقام دنگل	نذر قنادیل	نمبر شمار	اسمائے گرامی بانی دنگل	مقام دنگل	نذر قنادیل
۱	عالیجناب عسکری حسین صاحب	قریب حسینی علم	عہ	۷	عالیجناب مرزا واجد علی صاحب	چاہ آغا فرہاد مرحوم	۳عصہ
۲	،، سید لایت حسین صاحب نقوی	کمان ایلچی بیگ	عہ ۸/	۸	،، میر محمد ہادی خاں صاحب	کوچۂ ایرانی	سہ عہ/
				۹	،، قاسم بیگم صاحبہ نجفی	جلوہ خانہ صمصام الملک مرحوم	عہ
۳	،، نواب شہید ملیان بہادر	گلزار حوض	صر		،، احمد علی صاحب مرحوم		
۴	،، مرزا غلام حسین صاحب خلف عالیجناب مرزا غلام سجاد صاحب مرحوم	احاطہ نواب شوکت جنگ بہادر	عہ	۱۰	،، حاجی طیب علی صاحب	سلرٹے بواہیر	عہ
				۱۱	،، متولی مکی نعل صاحب	کاروان	عہ
				۱۲	،، میر امانت علی صاحب	کوہ شریف	۳عصہ
۵	عالیجناب سید جواد علی صاحب سید ذوالمہدی صاحب متولیان	درگاہ حضرت عباسؑ	لعہ		جملہ میزان	عــہ ۱۲/	
۶	،، نواب علی یار جنگ بہادر	ملک پیٹھ	صر				

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان نذر تناول	مقام سکونت	نذر تناول	نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان نذر تناول	مقام سکونت	نذر تناول
۱	از محکمۂ امور مذہبی سرکار عالی	•	ما؍	۱۱	عالیجناب حسن مرزا صاحب متوسط عالیجناب مرزا مہدی بیگ صاحب	چاہ مرغ خانہ	۳عصہ
۲	عالیجناب نواب شوکت جنگ بہادر	بیرن یاقوت پورہ	وعصہ				
۳	از دیوڑھی عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر	•	عہ ۴۴ہ	۱۲	عالیجناب مرزا قاسم علی صاحب خلف ر ر مرزا احمد علی صاحب	کوچہ کمبل پوش	۳عصہ
۴	عالیجناب نواب سعادت علیخان بہادر	منڈی میر عالم	صہ				
۵	ر ر والدۂ نواب ہمت یار جنگ مرحوم	منڈی میر عالم	عہ	۱۳	ر ر حاجی جمال صاحب تاجر	کھیت بال سٹی	۳عصہ
				۱۴	ر ر مرزا علی جواد صاحب وکیل	کوچہ ایرانی	۳عصہ
۶	ر ر نواب سید حمید علیخان بہادر	منڈی میر عالم	عہ				
۷	ر ر نواب سید ریاست علیخان بہادر	حویلی قدیم	عہ	۱۵	ر ر نواب میر ببر علی صاحب	اندرون دبیر پورہ	۳عصہ
۸	ر ر نواب میر سلیمان علیخان بہادر ناظم دار الانشاء سرکار عالی	قریب بیگم پیٹھ	عہ	۱۶	ر ر والدۂ عباس علیخان مرثیہ خوان	کوچہ مسجد عثمانیہ	۳عصہ ۵
				۱۷	ر ر مرزا محمد حسن صاحب	کھیت بال سٹی	۸/
۹	عالیجناب نواب تراب علیخان بہادر مہتمم کارخانہ جات علاقہ صرف خاص مبارک	حیدرگوڑہ	عہ	۱۸	ر ر رضا علی صاحب و ر ر قاسم جی صاحب	سرائے بوا ہیر	۵/
				۱۹	ر ر رضا حسین صاحب خلف ر ر شہسوار علی صاحب نقیب المؤمنین	کھیت بال سٹی	۵/
۱۰	عالیجناب نواب یوسف علیخاں بہادر خلف نواب تقی علیخاں بہادر	کاروان	عہ				
				۲۰	ر ر ایک مومنہ	منڈی شیر عالم	۵/
				۲۱	ر ر ایک مومنہ	رسالہ عبداللہ	۰۲/

اسمائے مومنین جو سال ۱۳۶ھ میں نذر قنادیل ونگل کوہ شریف سلامتی اقدس و اعلیٰ حضرت مرفرمائے حسب ذیل ہیں

از کورآف وارڈز سرکار عالی منجانب اسٹیٹ نواب احمد یار جنگ مرحوم و مغفور برائے اطعام مرثیہ خوانان معمول لانہ بابتہ سال ۱۳۶ھ ایک سو روپیہ اور بقایا از سال ۱۳۵۴ تا ۱۳۵۸ھ جملہ پانچ سال پانچسو روپیہ

جملہ میزان وصول چھ سو روپیہ

۲۶ ربیع الاول ۱۳۶ھ تقسیم حصہ نقود سماروئی برائے مرثیہ خوانان منجانب عالیجناب نواب فطرت جنگ بہادر

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی بانی ونگل	مقام ونگل	نذر قنادیل	نشان سلسلہ	اسمائے گرامی بانی ونگل	مقام ونگل	نذر قنادیل
۱	عالیجناب سید عسکری حسین صاحب	قریب حسینی علم	۲عصہ	۷	عالیجناب میر محمد ہادی خانصاحب	کوچۂ ایرانی	۲عصہ
۲	رر سید ولایت حسین صاحب نقوی	حیدر گوڑہ	عـہ	۸	رر قاسم بیگم صاحبہ بیوی میر احمد علی صاحب مرحوم	جلوخانہ صمصام الملک مرحوم	عـہ
۳	رر نواب شاہ علیخاں بہادر	لنگر حوض قریب قلعہ	صہ	۹	رر متولی ملی نعل صاحب	کاروان	صہ
۴	رر غلام حیدر صاحب	اطراف نواب شوکت جنگ بہادر	عہ	۱۰	رر حاجی طیب علی صاحب	سرائے بواہیر	عـہ
۵	رر نواب علی یار جنگ بہادر	ملک پیٹھ	صہ		جملہ میزان	سـ۵ ۱۲/	
۶	رر میرزا اور علی صاحب و سید نور الہدا صاحب متولیان	درگاہ حضرت عباس	بے				

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان نذر قناویل	مقام سکونت	نذر قناویل	نشان سلسلہ	اسمائے گرامی معطیان نذر قناویل	مقام سکونت	نذر قناویل
۱	از محکمہ امور مذہبی سرکار عالی	.	۱ر	۱۳	عالیجناب ڈاکٹر سید مہدی حسین صاحب آلم	بازار نور الامراء	۳عصر
۲	عالیجناب نواب شوکت جنگ بہادر	یاقوت پورہ	۲عہ	۱۴	رر حسن اصغر مرزا صاحب بتوسط	چاہ مرغ خانہ	۳عصر
۳	رر نواب سعادت علیخان بہادر	منڈی میر عالم	۵ر		رر مرزا مہدی بیگ صاحب		
۴	رر نواب راحت علیخان بہادر	ایضاً	۵ر	۱۵	رر نواب باسط علی صاحب	حویلی قدیم	۳عصر
۵	از ڈیوڑھی نواب سالار جنگ بہادر	.	لے	۱۶	رر نواب میر یٰسین علیخان بہادر	کاچی گوڑہ	۳عصر
				۱۷	رر غلام سبطین صاحب عابدی	کٹلمنڈی	۳عصر
۶	عالیجناب نواب باصفت علیخان بہادر خلف	حویلی قدیم	عا	۱۸	رر مرزا قاسم علی صاحب خلف رر مرزا حیدر علی صاحب	کوچہ کمبل پوش	۳عصر
	رر نواب سید علیخان بہادر			۱۹	رر حاجی جمال صاحب تاجر	کھیت بال سٹی	۳عصر
۷	رر نواب حیدر علیخان بہادر	منڈی میر عالم	عا	۲۰	رر نواب میر بہر علی صاحب	دبیر پورہ	۳عصر
۸	رر نواب سلیمان علیخان بہادر ناظم دارالانشاء سرکار عالی	قریب بیگم پیٹھ	عا	۲۱	رر مرزا محمد حسن صاحب	کھیت بال سٹی	۸ر
				۲۲	رر سید رضا حسین صاحب خلف شہسوار علی صاحب نقیب المومنین	ایضاً	۵ر
۹	عالیجناب نواب یوسف علیخان بہادر خلف نواب تقی علیخان بہادر مددگار	کاروان	عا	۲۳	والدہ عباس علیخان شہید عثمان	کوچہ مسجد عثمانیہ	۵ر
				۲۴	اقبال علی صاحب ہمشیرہ	جام باغ دارالشفاء	۴ر
					رر مولوی فضل حسین صاحب مرحوم		
۱۰	عالیجناب سید محمد علی موسوی	اڈی میٹھ	عا	۲۵	رر گوری بی صاحبہ ہمشیرہ	قریب عملہ دنت خانہ	۲ر
۱۱	رر نواب سید تراب علیخان بہادر	حیدر گوڑہ	عا		رر وزیر علی صاحب مرثیہ خوان مرحوم		
۱۲	رر محمد ریاض صاحب کمپوڈر	بازار نور الامراء	۲عمہ	۲۶	بابت رقم نواب امجد یار جنگ مرحوم	.	۴ر

نذر قناویل دنگل	۱۲	نذر قناویل عطیہ مومنین	۱۳ ر ۶ ہر

جملہ میزان ۹ ر ۶ ہر

فہرست مصارف قناویل ہرکوہ شریف سلامتی اقدس و اعلیٰ بابتہ سال ۱۳۶۰ ہر

خریدی قناویل پٹرومکس ۳ عدد	بنوائی جھلہ آرائشی قناویل ۳ عدد	اجرت باجہ نواز
فی عدد ـ لـ	فی دعا ۱۰ ر ۸ ہر	۳ یوم
قناویل بردار ان	لنگر برائے جھلہ حضرت عباسؑ	چھپوائی رقعہ مجلس و اخبار
	بمقام کوہ امام ضامن ـ (۸ ہر)	۸
تبرک مجلس پنجہ شاہ ولایت	کرایہ شکرام و بنڈی	گولہ برقی تا کوہ شریف
معہ کاغذ	۵ منزل	۲ عدد ۸
نذر و سہرے قناویل	روغن گیاس	انعام مالیان و باغ کوہ شریف	متفرق
۸	ہر	۲	۲ ر ۴ ہر

ادائی فاضل خرچ سال گزشتہ	جملہ اخراجات	باقی سالک
۲ ر ۳ ہر	۱۴ ر ۶ ہر	۱۱ ر

(❁)

قطعات تاریخی طبع تذکرہ ذاکرین

از قاآنی دکن عالیجناب ڈاکٹر مولوی میر مہدی حسین صاحب رضوی مدظلہ المتخلص الم و علم

جو کی ہے ابن یاور خاں نے تالیف خدا شاہد وہ اچھا تذکرہ ہے
الم نے بہر کسب اجر دارین لکھی تاریخ - زیبا تذکرہ ہے
١٣٦٠ھ

از عالیجناب مولوی مرزا علی جواد صاحب جواد وکیل تلمیذ حضرت ناجی مرحوم و مغفور

خوب مضمون ہاتھ ان کو بہر تصنیف آ گیا ابن یاور خاں پہ یہ اللہ کا افضال ہے
تذکرہ کیا خوب لکھا ذاکروں کا واہ واہ ذکر ماضی وجہ استحکام استقبال ہے
مصرع تاریخ طبع تذکرہ لکھو جواد ذاکرین حیدر آباد دکن کا حال ہے
١٣٦٠ھ
سال فصلی بھی جو کہنا چاہتے ہو تو کہو ذاکران حیدر آباد دکن کا حال ہے

از جناب مولوی میر قاسم علی صاحب جعفری منصبدار
١٣٥١ف

خواہش تھی کہ ان کے چھپوانے کی وہ تذکرہ جات ذاکرین طبع ہوئے

اے جعفری عیسوی کہو طبع کا سال — حالاتِ حیاتِ ذاکرین طبع ہوئے
۱۹ ۶۴ ۳

از جناب مولوی حکیم میر نادر علی صاحب رعد منصبدار

ذاکر محمد علی خاں سے یادگار — اقوال ذاکرین ہے یہ مسموع اہل علم

اس تذکرہ کی رعد ہے تاریخ حسب حال — احوالِ ذاکرین ہے یہ مطبوع اہل علم
۱۳۶۰ھ

از جناب مولوی مرزا حشمت علی صاحب افسر استاد الخطاطین قادر رقم

مرثیہ خوانان دکن کا کوئی — تذکرہ نیک مرتب نہ تھا

اس کو محمد علی صاحب نے اب — جمع کیا اور چھپا بھی دیا

چشم کرم اور عنایت رہے — پنجتن پاک کی ان پر سدا

طبع کا افسر نے کہا خوب سال — آج چھپا تذکرہ بے بہا
۱۳۶۰ھ

از جناب مولوی سید افضال حسین صاحب افضال

یہ حال ذاکرین سابق و حال — کیا تالیف بہتر با صرہ کہہ

جو پوچھا سال طبع میں نے افضال — کہا دل نے کہ۔ اچھا تذکرہ کہہ

از جناب مولوی مرزا اولاد علی صاحب جاد و منشی محکمۂ نظامت جمعیت صرف خاص مبارک ۱۳۶۰ھ

تذکرۂ ذاکرین آپ کا لکھا ہوا — قابل تحسین ہے اور بہت لاجواب

کہہ دیا جادو نے خوب اسکی طباعت کا سال — لکھی محمد علی آپنے بہتر کتاب

۱۳ھ۶۰

از جناب مولوی حفیظ الدین حسین صاحب آباد

تذکرہ ذاکرین کا جو چھپا — آج پوری ہوی مراد دلی
سال تاریخ کہدو اے آباد — واہ راہ نجات خوب ملی

۱۳ھ۶۰

قطعات تاریخیہ لحاظ انتساب تذکرہ ذاکرین

از عالیجناب مولوی میر محمد حسین خاں صاحب فاضل مدظلہ مہتمم میر خانہ مبارک

خان نکوشعار محمد علی نے واہ — ایسی لکھی کتاب کہ ہیں دنگ ناظرین
سارے دکن کے مرثیہ خوانوں کا حال ہے — زحمت براں کی کیوں نہ کرے آفرین
فاضل ہے سال طبع کی اب فکر کیا ضرور — کہتی ہے خلق مصدر احوال ذاکرین

۱۳ھ۶۱

از جناب مولوی حکیم میر نادر علی صاحب رعد منصبدار

ذاکروں کا تذکرہ مقبول ہے — مومنوں کو اس سے حاصل ہو سبق
رعد ہے اس تذکرہ کا سال طبع — یادگار ذاکرین اہل حق -

۱۳ھ۶۱